Scanned by CamScanner

حضرت قبلہ معظم کعبہ محترم استاد ... کی خدمت میں
از ... غلامانِ اولیا
عبد الحمید عبد المجید

نفائس الانفاس

ملفوظ

حضرت خواجہ برہان الدین غریب ہانسوی ثم خلد آبادیؒ

از

خواجہ رکن الدین عماد کاشانیؒ
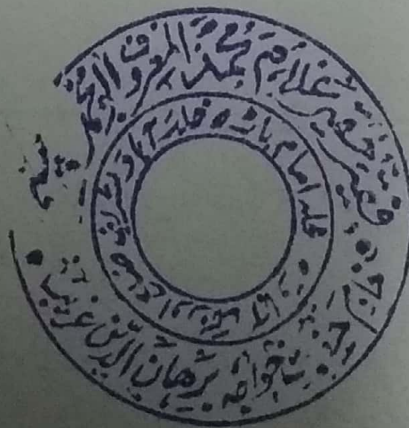
اردو ترجمہ و مقدمہ

حافظ شبیب انور علوی کاکوروی
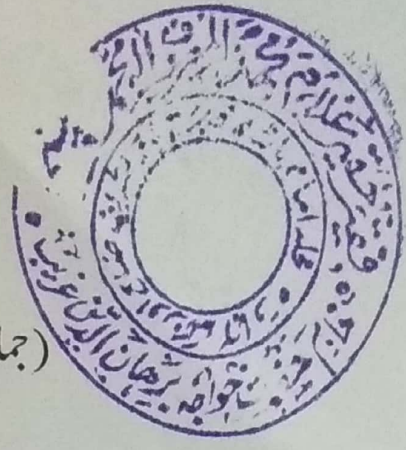
نام : نفائس الانفاس (فارسی)

نام مصنف : خواجہ رکن الدین عماد کاشانی قدس سرہٗ السامی

نام مترجم : حافظ شبیب انور علوی کاکوروی

سنہ اشاعت : ۲۰۱۲ء (باراول)

کمپوزنگ : شاہد سعید خاں

تعداد : ۵۰۰

قیمت : ۲۰۰

ملنے کے پتے

۱- حافظ شبیب انور علوی، کتب خانہ انوریہ خانقاہ کاظمیہ قلندریہ، کاکوری ضلع لکھنؤ-۲۲۷۱۰۲، موبائل نمبر (۰۹۳۳۵۲۱۵۱۳۸)

۲- مکتبہ جامعہ، شمشاد مارکیٹ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

۳- پروفیسر مسعود انور علوی، شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ (۰۹۴۱۲۷۳۲۶۶۲)

۴- اورنگ زیب بک ڈپو، خلد آباد شریف، ضلع اورنگ آباد، مہاراشٹر

۵- گنج بخش پبلشرز، خلد آباد شریف، ضلع اورنگ آباد، مہاراشٹر

۶- گنج بخش پبلشرز، میرج، مہاراشٹر

انتساب

راقم احقر اپنی اس ادنیٰ کاوش کو ان مقدس ہستیوں کے نام نامی سے معنون کرنا اپنی دینی و دنیوی سعادت سمجھتا ہے جنہوں نے اپنی حیات فیض آیات سے کثرت میں وحدت کے جلوے دکھائے اور ایک جان دو قالب کے حقیقی معنیٰ سمجھائے۔

یعنی

حضرت قدر قدرت خداوند نعمت شیخنا و مرشدنا و مولٰنا
شاہ محمد مصطفیٰ حیدر قلندر نور اللہ تعالیٰ مضجعہ الاطہر

اور

حضرت قدر قدرت خداوند نعمت شیخی و مرشدی و مولائی واستاذی
حافظ شاہ محمد مجتبیٰ حیدر قلندر عطر اللہ تعالیٰ ضریحہ الازہر

تا داغِ غلامیِ تو داریم
ہر جا کہ رویم بادشاہیم

فہرست مضامین

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم سیدنا و مولانا محمد خاتم النبیین وعلی آلہ وصحبہ و اولیاء امتہ اجمعین الذین ھم ھداۃ طریق الحق والیقین

حضرات صوفیہ صافیہ کے ملفوظات اور ارشادات ومواعظ کو قلم بند کرنے کا سلسلہ بہت قدیم زمانہ سے مروج ہے۔ یہ ملفوظات اپنے عہد کے تاریخی، سیاسی، سماجی، تمدنی، معاشرتی، علمی وادبی اور روحانی حالات سے روشناسی کے سلسلہ میں بڑی اہم ومفید اور مستند دستاویزات ہیں۔ ان ملفوظات میں درج شدہ مواد کا بیشتر حصہ مستند واقعات وحقایق پر مشتمل ہوتا ہے کیوں کہ مرید صادق شیخ کی جانب غلط بات کا انتساب کرنا ہی گناہ سمجھتا ہے۔ اسی وجہ سے ان کی اہمیت ناگزیر ہے۔

ہندوستان میں اگرچہ سلسلہ عالیہ چشتیہ کے نامور مشائخ نے عام طور پر اپنی موثر تعلیمات اور عوام وخواص کی رشد وہدایت کے لیے بعض وجوہ سے دقیق مصنفات ومولفات کا سہارا نہ لیا مگر ان کے بعض باکمال خلفا ومریدین نے ان کی روزمرہ کی گفتگو اور دلنشیں تعلیمات کو قلم بند کرلیا جن کی اہمیت تسلیم شدہ ہے۔

حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاءؒ کے ملفوظات فوائد الفواد اس کی ایک روشن مثال ہیں۔ ان کے بعد کے مشائخ وصوفیا کے یہاں بھی اس مفید ومتبرک طریقہ کا اجرا رہا۔ ان ملفوظات کا بیش تر حصہ دست برد زمانہ کی نذر اور معتد بہ سرمایہ کمیاب ہوگیا۔ حضرت خواجہ برہان الدین غریبؒ کے زیر نظر ملفوظات بھی اس سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہیں۔

مختصر حالات:

حضرت سلطان العارفین سراج المحققین شیخ الاسلام والمسلمین بُرہان الحق والحقیقۃ والدین ابن حضرت محمد محمود بن ناصر الملقب بالغریب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

بعض روایتوں میں ہے کہ آپ ۶۵۴ھ میں بمقام ہانسی (پنجاب) پیدا ہوئے۔ آپ حضرت خواجہ جمال الدین ہانسویؒ کے بھانجے ہوتے ہیں اور وہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب گیارہ واسطوں سے حضرت امام اعظمؒ (امام ابوحنیفہ) سے ملتا ہے جو نوشیروان عادل کی اولاد میں ہیں۔ ابتداء عمر سے ہی آپ کو تحصیل علم کا شوق تھا۔ چنانچہ آپ نے بہت جلد کتب فقہ معانی وتفسیر وحدیث وغیرہ سے فراغ حاصل کیا۔ آپ کے والد حضرت خواجہ محمد محمود نہایت خوش عقیدہ اور ذاکر و شاغل اور پابند اوقات تھے۔ ان کے بارے میں آپ خود فرماتے تھے ''اس دعا گو کے والد بزرگوار نہایت مقبول خاص و عام شخص تھے جس مجلس میں حضرت والد موجود ہوتے تمام اہل مجلس یہی چاہتے کہ آپ سارا دن اُن سے گفتگو کرتے رہیں۔ اور یہ مقبولیت اس وجہ سے تھی کہ والد ہر قبرستان پر روزانہ سو مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھ کر اہل قبور سے اپنی مقبولیت طلب کرتے تھے۔'' (احسن الاقوال باب ۱۴)

اس طرح حضرت شیخ غریبؒ نے بچپن سے ہی طلب حق کی استعداد اور ریاضت ومجاہدے کی توفیق پائی۔ چنانچہ آپ کا ارشاد ہے کہ ''میں چھ سات برس کا تھا جب سے خلوت میں بیٹھ کر ذکر 'لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه' باقاعدہ پابندی سے کرتا تھا اور جب تیرہ سال کی عمر ہوئی تو خدا تعالیٰ سے عہد کیا کہ نکاح نہ کروں گا اور ساری زندگی اطاعت وعبادت میں بسر کروں گا۔ کئی سال اسی طرح گزرے اگر کسی رات غسل کی حاجت پیش آجاتی تو اگلے دن میں اس کے کفارے میں روزے کی نیت کر لیتا۔ دوسری طرف والدہ صاحبہ میرے نکاح کی تیاری کرنے لگیں۔ بظاہر میں

نے بھی انکار نہیں کیا لیکن غذا میں کمی شروع کر دی اور رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ میری خوراک دن بھر میں صرف سات نوالے رہی گئی اور ضعف اور ناطاقتی اس حد تک بڑھ گئے کہ اگر میں آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھنا چاہتا تو بڑی مشکل سے دیکھ پاتا تھا۔ آخر کار جب والدہ نے یہ حال دیکھا تو نکاح سے معاف رکھا۔

آنکس کہ خدا شناخت جاں را چہ کند
فرزند و عیال و خانماں را چہ کند

(روضۃ الاولیاء از سید غلام علی آزاد بلگرامی)

(جو خدا کو پہچان گیا وہ جان اہل و عیال گھر بار لے کر کیا کرے)

اس کے علاوہ غرائب الکرامات میں آپ کی ریاضت و مجاہدے کی کیفیت یہ لکھی ہے کہ آپ نے پچیس سال تک فجر کی نماز عشاء کے وضو سے ادا فرمائی اور تیس سال تک صوم داؤدی رکھا (یعنی ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے) چھ برس تک آپ کے پاس صرف ایک مصلّٰی تھا جس پر نماز پڑھتے اور اسی کو اوڑھنے بچھونے میں استعمال کرتے اور اس ساری مدت میں صرف سرکہ دہی یا پانی سے افطار فرماتے۔ روزانہ فرائض کی ادائی کے علاوہ اپنے وظائف و تسبیح پڑھتے پھر اشراق اور سو رکعات صلوۃ تحفہ ادا کرتے پھر اٹھارہ رکعت چاشت پڑھتے اور تین پارے قرآن مجید کے تلاوت فرماتے اور ایک روز کی قضا نمازیں پڑھتے۔ پھر زیارت قبور کے لیے قبرستان تشریف لے جاتے اور ایک ہزار یا پانچ سو مرتبہ سورہ اخلاص پڑھتے اور عشاء کی نماز تہائی رات میں جماعت سے ادا کرتے پھر اس عبادت و مجاہدے کو خیال میں نہ لا کر فرماتے کہ ''مَا عَبَدْنَاکَ حَقَّ عِبَادَتِکَ'' یعنی ہم تیری بندگی کا حق ادا نہیں کر سکتے اور کہتے: اے بُرہان! یہ کیا نماز اور کیسا سجدہ ہے جو ہم کرتے ہیں؟ سجدہ تو وہ ہے جو نباتات کرتے ہیں کہ جب سے اُگتے ہیں سر سجدے میں ہے یہاں تک کہ خشک ہو جاتے ہیں اور اپنے نفس سے فرماتے کہ میں نے کہا تھا کہ تجھے مار ڈالوں گا لیکن افسوس کہ میں کچھ نہ کر سکا'' (غرائب الکرامات)

بیعت:

''روضۃ الاولیاء'' کی روایت کے مطابق ۳۹ سال کی عمر میں آپ مولانا وجیہہ الدین یوسف کیلوکھری کے توسط سے حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاءؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے۔ بعض روایتوں میں ۱۹ یا ۲۹ سال کی عمر درج ہے۔ بیعت ہونے سے قبل دہلی میں آپ نے ایک خواب دیکھا کہ میں ایک گہری خندق میں گر گیا ہوں اور بہت کوشش کرنے کے بعد بھی باہر نہیں نکل پا رہا۔ تبھی ایک ہاتھ نمودار ہوا اور اس نے چشم زدن میں مجھے باہر نکال لیا اور یہ معلوم ہوا کہ یہ ہاتھ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کا ہے۔ حضرت غریبؒ فرماتے ہیں کہ جب میں نے اپنے خواجہ سے بیعت کی تو اس خواب کو بھی بیان کیا۔ خواجہ نے مسکرا کر فرمایا کہ ''ہم نے تجھ کو اپنا ہاتھ اُسی روز دے دیا تھا۔''

لقب غریب:

آپ کو ملے القاب وخطابات کی فہرست تو بہت طویل ہے لیکن ان میں سب سے مشہور غریب کا لقب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ابتداء حال میں آپ ہانسی سے دہلی تشریف لائے تو غریبانہ یعنی مسافر کی طرح گمنامی کی زندگی بسر کرتے تھے چنانچہ کتاب حبۃ المُحبّتؒ میں حضرت زین الدین شیرازیؒ سے منقول ہے کہ جب حضرت خواجہ برہان الدین ہانسی سے دہلی تشریف لائے اور بیعت ہوئے تو ایک عرصے تک پُل کے نزدیک ایک چھوٹی سی مسجد میں مقیم اور یادِ حق میں مشغول رہے۔ حق تعالیٰ نے آپ کے قدم رنجہ فرمانے سے اس جگہ کو روشن اور پُر فیوض بنا دیا تھا اور بہت سی مخلوق آپ کی خدمت میں اکتساب فیض کے لیے آنے لگی۔ ایک روز آپ حسب معمول حضرت سلطان المشائخ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اقبال خادم نے اندر جا کر عرض کیا کہ مولانا برہان الدین غریب آئے ہیں۔ حضرت نے فرمایا تمام مخلوق ان کی آشنا ہو چکی اور وہ اب بھی غریب ہی ہیں۔ صاحب سیر الاولیاء امیر خورد کرمانیؒ نے کیا خوب کہا ہے۔

غریب است ایں محبِّ حق بدنیا

حَبِیْبُ اللّٰہِ فِی الدُّنْیَا غَرِیْبُ

(حق تعالیٰ کا یہ محبّ دنیا میں غریب الوطن ہے اللہ کا حبیب دنیا میں غریب ہی ہوتا ہے)

اس کے علاوہ آپ کو حضرت سلطان المشائخ کے حضور سے ''بایزید'' کا خطاب بھی عطا ہوا تھا۔ چنانچہ فرماتے تھے کہ ایک بار حضرت سلطان المشائخ کی بارگاہ میں سلطان العارفین حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ کی بزرگی کا ذکر ہو رہا تھا۔ حضرتؒ نے ارشاد فرمایا کہ ہم بھی ایک بایزید رکھتے ہیں۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضور وہ کہاں ہے؟ فرمایا جماعت خانے میں ہے۔ اقبال خادم جلدی جلدی جماعت خانے میں آئے اس وقت دعا گو (میرے) کے سوا وہاں کوئی نہیں تھا۔ اقبال نے مجھے یہ خوش خبری سنائی کہ آج حضرت نے آپ کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے۔

کُلاہ وخلافت:

ایک بار حضرت سلطان المشائخ نے حضرت غریبؒ سے فرمایا کہ کُلاہ دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک کلاہ ارادت جو کم وبیش ہر مرید کو دی جاتی ہے اور دوسری کلاہ اصلی۔ یہ ہر مرید کو نہیں دی جاتی اور کوئی مجھ سے یہ نہ پوچھے کہ میں نے یہ کلاہ کس کس کو دی ہے۔ حضرت غریبؒ خواہش کے باوجود اداباً خاموش ہو گئے۔ پھر ایک دن مناسب موقعے سے آپ نے سلطان المشائخ سے عرض کیا کہ کیا مجھے وہ کلاہ عنایت ہوئی ہے یا نہیں؟ انھوں نے فرمایا ابھی نہیں جب وقت آئے گا تب ملے گی۔ کئی بار اسی طرح ہوا کہ تھوڑے تھوڑے دن بعد مناسب وقت سے آپ حضرت سلطان المشائخؒ سے دریافت کرتے اور وہ وہی جواب دیتے۔ حضرت غریبؒ فرماتے ہیں کہ پھر ایک بار میں بیمار ہوا اسی دوران ایک دن سنا کہ حضرت (سلطان المشائخؒ) شیخ الاسلامؒ تشریف لا رہے ہیں۔ میں نے خیال کیا اپنی والدہ صاحبہ کی مزار کی زیارت کو آئے ہوں گے۔ پھر کسی نے آکر کہا کہ نہیں تمہارے

پاس تشریف لا رہے ہیں۔ ابھی یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ حضرت شیخ الاسلامؒ اندر آ گئے اور فرمایا کہ مولانا کیا کر رہے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ حضور ''مجنوں لیلیٰ'' پڑھ رہا تھا۔ فرمایا کہاں پر پڑھ رہے تھے ذرا ہمیں بھی دکھاؤ میں نے فوراً کتاب کھول کر وہ شعر پیش کیا۔ اسی دوران کھانے کا وقت ہو گیا۔ میں نے ایک پرانا کپڑا ایک دوست کے ذریعے بازار بھیجا کہ جلدی سے اس کو فروخت کر کے کچھ کھانے کو لے آؤ۔ لیکن حضرت شیخ کھانا اپنے ساتھ لے کر آئے تھے۔ فرمایا کہ دستر خوان بچھاؤ۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد حضرت نے آستین مبارک سے کُلاہ نکالی اور فرمایا کہ لو یہ وہی اصلی کُلاہ ہے جس کو تم بار بار پوچھتے تھے۔ اتفاق سے میرے پاس اس وقت کچھ نہ تھا۔ دستار پھاڑ کر اسی کا ایک ٹکڑا بطور نذرانہ پیش کیا۔ حضرت آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا کہ یہ تم نے کیا کیا۔ حضرت غریبؒ فرماتے ہیں کہ مجھے اس دن کلاہ کے ساتھ ساتھ دستر خوان بھی عطا ہوا اور وہ کبھی کم نہ ہوگا۔

سیر الاولیاء کے مصنف امیر سید خود کرمانی لکھتے ہیں ''جب حضرت سلطان المشائخ کے مرض آخر میں مریدان اعلیٰ کی اجازت و خلافت کا ذکر ہونے لگا تو میرے چچا سید خاموشؒ اور خواجہ مبشّر اور خواجہ اقبالؒ خادمان قدیم حضرت نے آپس میں مشورہ کیا اور سید حسینؒ سے عرض کیا کہ ''مولانا برہان الدین حضرت شیخ کے مریدین سابقین و راسخین میں سے ہیں ہم کو ان کی خلافت کے بارے میں حضرت سے عرض کرنا چاہیے۔ اس مشورہ کے بعد خواجہ اقبال نے فرصت کے وقت مولانا برہان الدین غریبؒ کو حضرت سلطان المشائخؒ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت اس وقت پلنگ پر لحاف اوڑھے لیٹے تھے۔ چہرہ مبارک کھلا تھا۔ اقبال نے عرض کیا کہ مولانا برہان الدین جو آپ کے قدیمی غلام ہیں قدم بوسی عرض کرتے ہیں اور لطف و عنایت کے امیدوار ہیں۔ حضرت نے چشمہائے مبارک کھولیں اور مولانا اور خواجہ اقبال کو دیکھا۔ مولانا برہان الدین نے قدم بوسی کی اور اقبال نے حضرت کے اشارے پر خاص کپڑوں کا صندوق لا کر کھولا اور اس میں سے حضرت کا استعمال کردہ پیراہن اور کُلاہ نکالے۔ پھر حضرت نے ان پر اپنا دست

مبارک رکھا اور اقبال نے مولانا برہان الدین کو پہنا کر کہا کہ تم بھی خلیفہ ہو۔

اس کے علاوہ سیر الاولیاء کے چوتھے باب میں یہ بھی مذکور ہے کہ جن دس حضرات کو حضرت سلطان المشائخ نے تحریری اجازت نامے عطا فرمائے ان میں حضرت غریبؒ بھی شریک ہیں اور یہ اجازت نامے مولانا سید حسینؒ اور مولانا فخر الدین زرادیؒ کے دستخطوں (گواہی) کے ساتھ ۲۰/ماہ ذی الحجہ ۷۲۴ھ میں مکمل ہوئے اور حضرت نے مختلف اوقات میں تقسیم فرمائے چنانچہ احسن الاقوال میں حضرت غریبؒ فرماتے ہیں کہ جب مجھے حضرت شیخ نے اجازت نامہ عطا فرمایا تو ارشاد ہوا ''اے خلف شایستہ مرید کن و در باب فتوح لا ردّ ولا کد ولا مدّ باش'' یعنی اے شایستہ فرزند! مرید کرو اور فتوح و نذور (نذرانہ) کے بارے میں بے فکر رہو۔ نہ کسی سے سوال کرنا نہ کسی کو لوٹانا۔

خلدآباد آمد:

مورخین کے مطابق سب سے پہلے حضرت سلطان المشائخ نے حضرت شیخ منتجب الدین زرزری زربخشؒ کو ۷۰۰ مریدین کے ہمراہ ملک دکن میں مخلوق کے ارشاد و ہدایت کے لیے روانہ فرمایا تھا۔ جب ۷۰۹ھ میں حضرت شیخ زرزری زربخشؒ کا وصال ہوگیا تو حضرتؒ نے اپنے کشف باطنی سے اس کو معلوم کرلیا اور مولانا برہان الدین غریبؒ سے دریافت فرمایا کہ تمہارے بھائی کتنے برس کے تھے۔ حضرت غریبؒ نے اپنی فراست سے آپ کے اس ارشاد کو سمجھ لیا کہ میرے بھائی شیخ منتجب الدین کی وفات ہوگئی اور مکان آکر ان کا سوگ منایا۔ حضرت سلطان المشائخ بھی دوسرے روز تعزیت کرنے تشریف لائے۔ پھر تھوڑے ہی عرصے بعد حضرت نے مولانا برہان الدینؒ کو خرقہ خلافت دے کر اپنے مریدین کی ایک جماعت کے ساتھ حضرت شیخ زرزری زربخشؒ کی جگہ ملک دکن روانہ فرمایا[1]۔ حضرت

۱- جب حضرت غریبؒ خلدآباد تشریف لائے تو آپ کے ساتھ بھی ۷۰۰ بزرگوں کی جماعت تھی۔ چنانچہ ان سب کی یادگار مسجد چہاردہ صد (۱۴۰۰) اولیاء اب بھی خلدآباد میں موجود ہے۔

سلطان المشائخ کی وفات کے بعد تخریب دہلی کے ہنگامے میں حضرت کے مریدین ومعتقدین کی ایک کثیر جماعت دولت آباد آکر رہ گئی جن میں حضرت امیر حسن دہلویؒ اور حضرت بندہ نوازؒ گیسو درازؒ کے والد سید یوسف راجا حسینیؒ، خواجہ حسینؒ، خواجہ عمرؒ اور حضرت زین الدین شیرازیؒ کے نام قابل ذکر ہیں۔ قصہ مختصر یہ کہ حضرت غریبؒ نے نہایت شان وشوکت کے ساتھ دولت آباد میں قدم رنجہ فرمایا اور اپنی ولایت وہدایت کے انوار سے ایک عالم کو مستفیض فرمایا۔

وفات وتعمیر روضہ:

نفائس الانفاس کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت غریبؒ کم وبیش تین سال مختلف عوارض میں مبتلا رہے اور آخر کار ۱۲؍صفر ۷۳۸ھ مطابق ۱۱؍ستمبر ۱۳۳۷ء بروز سہ شنبہ وفات پائی اور اگلے دن بروز چہار شنبہ ۱۳؍صفر کو تدفین ہوئی۔ مادۂ تاریخ ''نورِ عشق بود'' سے برآمد ہوتا ہے۔ آپ کی وفات کے ۱۷ روز بعد ۲۹؍صفر کو امیر حسن دہلوی جامع فوائد الفواد نے بھی انتقال کیا۔

چوں کہ اب دہلی کی آمد ورفت شروع ہو چکی تھی لہٰذا مریدین ومعتقدین کی رائے یہ ہوئی کہ آپ کا روضہ مبارکہ حضرت محبوب الٰہیؒ کے روضہ سے مشابہ بننا چاہیے۔ چنانچہ آپ کے خادم خاص کاکا شاد بخت (م ۷۴۷ھ) نے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور ایک کاریگر سے لکڑی کا نمونہ بنوا کر دہلی سے خلد آباد لائے۔ اور اسی طرز پر ۷۴۴ھ میں آپ کا روضہ بن کر تیار ہوا۔ راقم احقر بھی کئی بار زیارت سے مشرف ہو چکا ہے۔ روضہ کے مشرقی سمت دیوار میں سید ابراہیم عرف برہانی کی کہی تاریخ کندہ ہے:

بین بدار الملک ہند آسودہ سلطان غریب	شاہ دین وقطب عالم شیخ بُرہان غریبؒ
خادم درگاہ سلطانیست کاکا شاد بخت	کز وفا بستست دل بر عہد وپیمان غریب
کردہ از اخلاص وافر آں نکو سیرت بنا	روضۂ رضواں صفت از بہر مہمان غریب
سال ہفصد بود وچل چار دگر کز فضل حق	شد مرتب ایں چنیں قبرے وایوان غریب
از پئے تاریخ شد ایں نظم مکتوب ونبشت	بندہ برہانی بریں مکتوب عنوان غریب
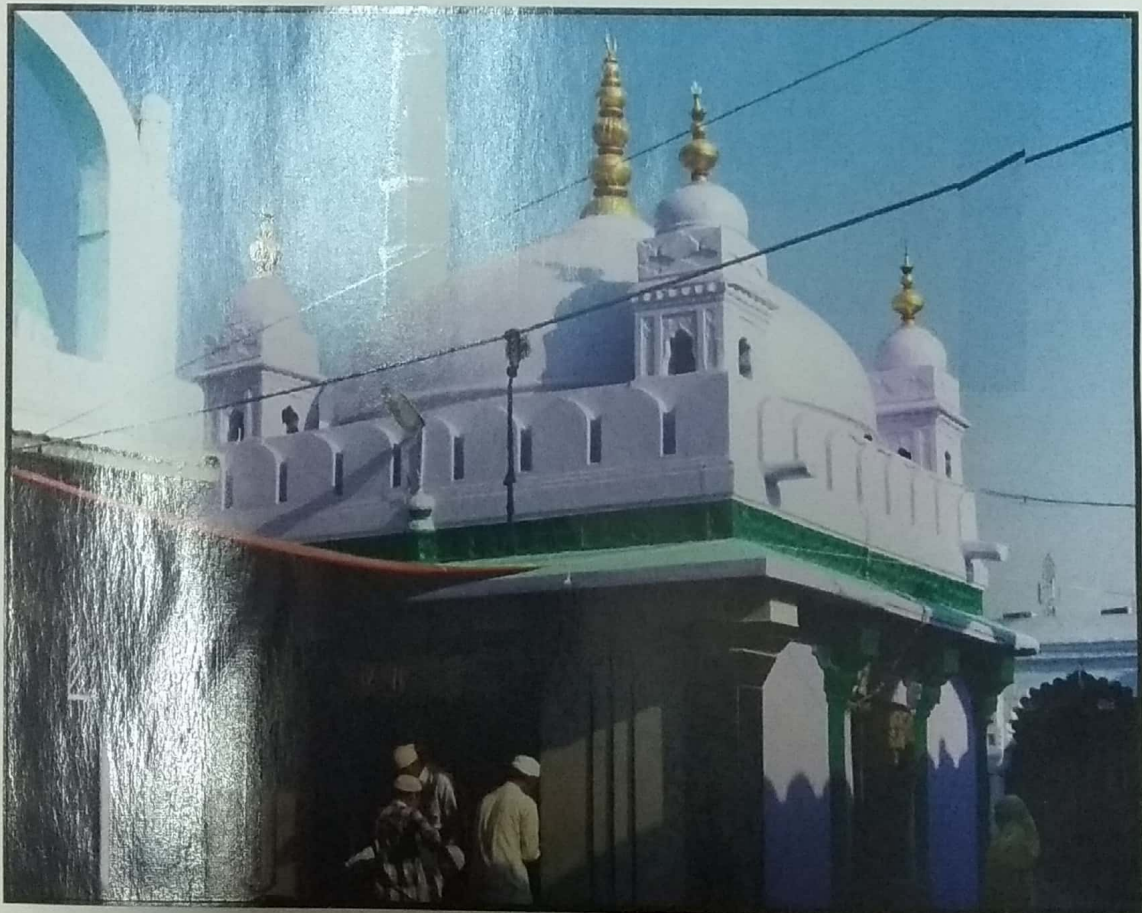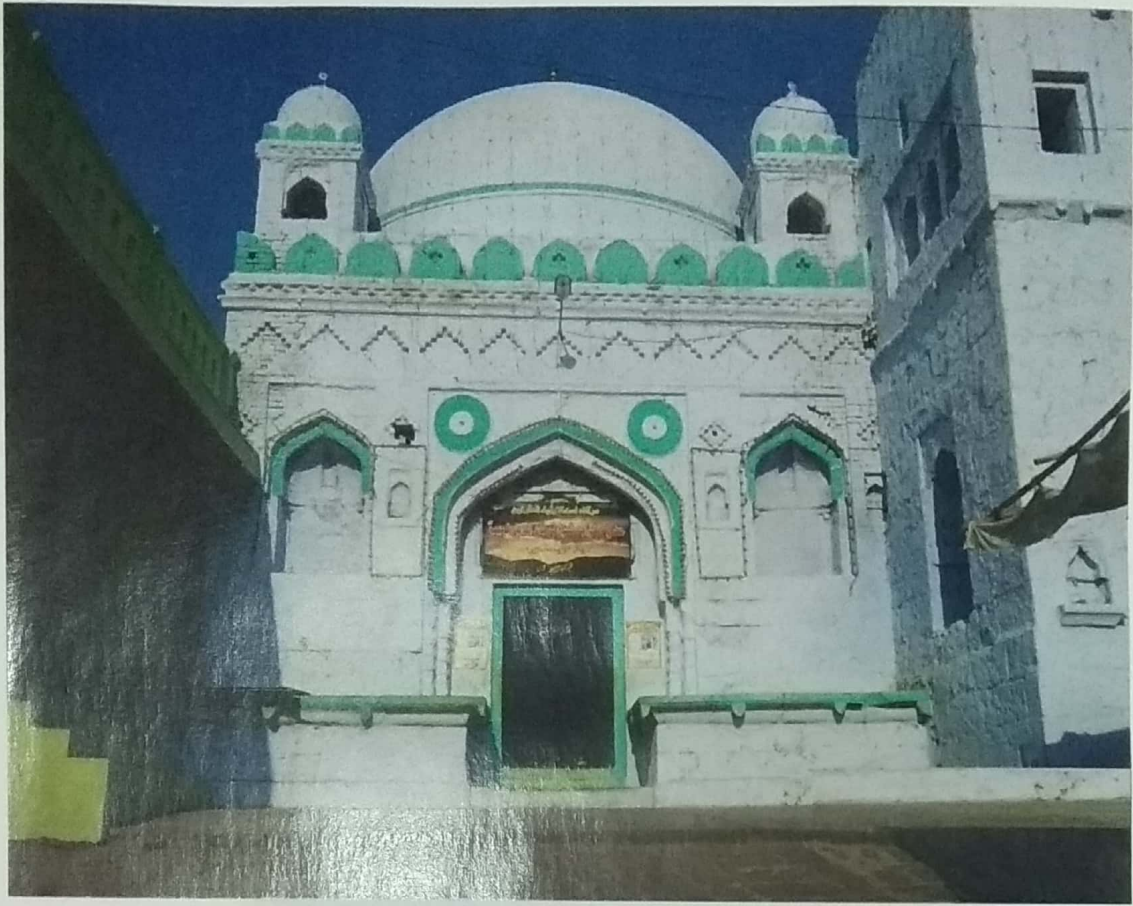
درگاہ حضرت خواجہ برہان الدین غریبؒ، خلدآباد شریف

ایک کرامت:

اس میں کوئی شک نہیں کہ اولیاء اللہ اور خاصان خدا کی سب سے بڑی کرامت دراصل ان کے ارشادات تعلیمات اور شب وروز کے اعمال وافعال ہیں۔ جن سے ہزارہا قلوب کی تبدیل ماہیت ہوئی اور کتنے ہی غافلوں کو آگاہی میسر ہوئی لیکن یہاں تبرّکاً ایک ایسی کرامت کا ذکر مقصود ہے جس کو راقم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہے۔

چنانچہ تاریخ خورشید جاہی میں مذکور ہے کہ حضرت شیخ (غریبؒ) کے وصال کے کئی سو برس بعد یہاں ایک مرتبہ شدید قحط پڑا ایسا کہ متوسلین درگاہ کی ہلاکت کی نوبت پہنچ گئی۔ سب نے امداد قوت لایموت کے لیے عجز والحاح کے ساتھ روضہ مقدسہ میں عرض کیا۔ خواب میں طمانیت دلائی گئی۔ صبح کو روضہ مقدسہ کے روبرو پتھروں سے خالص چاندی کی چار چار پانچ پانچ تولہ کی سیخیں برآمد ہوئیں جن کو قطع کر کے بسر اوقات کی گئی۔ رفع قحط تک یہی حال رہا۔ بعد رفع گرانی نکلنا موقوف ہوگیا۔ اور یہ بھی مشہور ہے کہ بسر اوقات کرنے کے بجائے کچھ متوسلین نے اس کو پس انداز کرنا شروع کر دیا تو وہ نکلنا موقوف ہوگیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ بہر حال ان کے نشانات اب بھی تازہ ہیں۔

آپ کے ملفوظات:

حضرت خواجہ برہان الدین غریب ہانسویؒ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاؒ کے ممتاز خلفاء میں ہیں۔ ان کے ملفوظات کے چار مجموعے مرتب ہوئے جن میں سے ''احسن الاقوال'' مرتبہ خواجہ حماد کاشانی ترجمہ ہو کر شائع ہو چکا ہے۔ اس میں انھوں نے حضرت کے مشائخانہ اقوال جمع کیے ہیں۔ دوسرا مجموعہ ''غرائب الکرامات'' اور تیسرا ''بقیۃ الغرائب'' ہے۔ ان دونوں کے مرتب خواجہ مجد الدین عماد کاشانی ہیں۔ ان میں حضرت کے کرامات اور خرق عادات کا بیان ہے۔

ان کے علاوہ آپ کا سب سے اہم ملفوظ زیرنظر کتاب ''نفائس الانفاس'' ہے جس کے بغیر آپ کے حالات وواقعات ادھورے ہیں۔ اس کو خواجہ رکن الدین عماد کاشانی معروف بہ دبیر نے ترتیب دیا ہے۔ اور خود کتاب کے دیباچے میں لکھا ہے کہ ان کو اس کی ترغیب امیر حسن دہلوی جامع فوائد الفواد سے ملی۔ نفائس الانفاس میں رمضان ۷۳۲ھ سے صفر ۷۳۸ھ یعنی حضرت غریبؒ کی وفات تک کل ۴۹ مجالس کے احوال قلم بند کیے ہیں۔ آٹھویں صدی ہجری کے نثری فارسی متون نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہیں۔ ان ہی شاہ پاروں میں اس کا بھی شمار ہے۔ اس میں نہ صرف حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ، حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ، حضرت نظام الدین اولیاؒ اور دیگر بزرگوں کے بارے میں مفید معلومات ملتی ہیں بلکہ محمد بن تغلق کے ہندوستانی معاشرے کی جھلکیاں بھی جا بجا موجود ہیں۔

غالباً ۳ سال قبل راقم الحروف کو مکرمی جناب عبدالحمید عبدالمجید صاحب خلدآبادی زاداجرہٗ نے نفائس کا ایک نسخہ لاکر دیا اور ترجمہ کی خواہش ظاہر کی۔ راقم نے اس کو حضرت زبدۃ العارفین، سند الفاضلین، غزالی وقت، مجدد زماں شیخی وقبلتی ومولائی ومرشدی، ملجائی وملاذی، سیدی وسندی واستاذی ومن علیہ بعد اللہ ورسولہ استنادی واعتمادی مکمل علوم اجدادہ الابحر حافظ شاہ محمد مجتبیٰ حیدر قلندر عطر اللہ تعالی مشہدہ الانور کی خدمت مبارکہ میں پیش کیا اور آپ کے حکم پر ترجمہ شروع کیا۔ اس نسخہ میں ۱۷ سطری ۱۳۶ر صفحات ہیں۔ خط نستعلیق اور کہیں کہیں بہت شکست اور غلطیاں بے شمار۔ بعض جگہ تو نفس مضمون ہی خبط ہوا جاتا تھا۔ مزید برآں یہ کہ نسخہ ناقص بھی ہے یعنی درمیان میں کئی صفحات ندارد۔ خیر ان سب سے قطع نظر ترجمہ ہوتا رہا پھر یہ معلوم ہوا کہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے کتب خانے میں بھی ایک ناقص نسخہ موجود ہے۔ راقم نے اس سے تقابل کیا۔ اس میں ۱۳ سطری مسطر کے ۱۶۸ر صفحات ہیں خط تقریباً یکساں ہے۔ لیکن نسخہ کچھ پرانا ہے۔ چونکہ اصل کتاب میں اصول املاء قدیم طرز کا تھا لہٰذا اسے جوں کا توں سمجھنے کی کوشش کی۔ لیکن کتابت کی غلطیاں اتنی زائد تھیں کہ جگہ جگہ اس میں بھی اصلاح کرنا پڑی۔ نمونتاً ایک صفحہ درج کیا جارہا ہے۔

اندوهم شود ... [illegible] ... خوبی ... زبانی چه ... [illegible]

شنیده ذره ... [illegible] ... مباده تبسم کرد و گفته هرچه میشنود میبود و میبیت بحلق ... [illegible]

داین کار بر سیدند یاد روید ره و قوم گذر ندارد بعده فرمودند بسیار عورات باشند که عورتی را

به بینند که نماز میکنند بگویند چه وقت نماز است هنوز جوانی نماز چه میکنی دانی چون شیطان بر دلها

ایشان می آرد تا آن کار میکنند هر که خدای تعالی هدایت بخشد او راه راست یابد ازین جا فرمود

حکایت خدمت شیخ میگفت دران ایام که من در دهلی میبودم قاضی بود مولانا برهان الحق

بلخی گفتندی وقتی شنید که درویشی معمر از جائی آمده است منتظری بود تا آن درویش را

دیدن او بیاید چند گاه گذشت آمرد دیدن نیاید قاضی نشان او پرسید که کجا می باشد

گفتند بالای حوض سلطان در حظیره مشغول بود قاضی بجهت دیدن آن درویش سوار

شده میرفت دید که درویش در حظیره بخواندن قرآن مشغول است قاضی جهیج گفت

ای بزرگوار این چه جائی قرآن خواندن است آن غریب گفت ای جوان مبتدی

چه جائی اسپ راندن نیست یعنی هر دو قسم در خطاء مکروه است فاما در خاطر می

گذرد مولانا برهان الدین پیر زالی گفت و او جوان مبتدی گفت و ادب نگاه داشت فرمود

حکایت وقتی مذکر خود ست که او را ابحق خواستش گفت نسبت میکردند چه این جوان کم

زمان ایشان را حق گویند بیاید گفت من میخواهم که تذکیر گویم شما را در تذکیر من حاضر باید

شد آن حق گو گفت شد گفت تو کیستی که من در تذکیر تو بیایم این غریب بسیار الحاح

کرد ... [illegible]

نفائس کے دن اور تاریخوں میں جا بجا فاش غلطیاں تھیں جن کو بہت غور سے دیکھ کر درست کیا گیا۔ مثلاً اتوار ۷؍محرم کے بعد بدھ ۱۵؍محرم اور جمعرات ۱۷؍محرم اور پھر بدھ ۲۳؍محرم۔ ان سب جگہ احقر نے صرف فکر سے ہی کام نہیں لیا بلکہ بیشتر پرانی تقویم سے بھی مدد لی۔ بہر حال ان تاریخوں سے نفس مضمون پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ ترجمہ کو رواں بنانے کے لیے کئی جگہ مکرر الفاظ حذف کیے گئے مثلاً اگر ایک ہی حکایت میں ۵ یا ۶ بار حضرت مخدوم شیخ ذکرہ اللہ بالخیر والسعادۃ استعمال ہوا تھا تو وہاں صرف حضرت یا آپ لکھنے پر اکتفا کیا گیا۔ اس کے علاوہ جا بجا اشعار وزن سے گرے ہوئے تھے اور بعض جگہ مصرعے غائب۔ تقریباً سب ہی مقام پر کسی نہ کسی طرح اصلاح کر دی گئی۔ سوا دو ایک جگہوں کے جن کو بڑی مجبوری اور حسرت سے ویسا ہی چھوڑ دیا گیا کیوں کہ کسی طرح ان سے مفہوم برآمد نہ ہو سکا۔ قارئین سے درخواست ہے کہ اس سے درگذر فرمائیں اور اگر کوئی صاحب ان کو درست کر سکیں تو میں مشکور ہوں گا۔

عین ناسپاسی ہوگی اگر میں اس سلسلے میں عم معظم و مکرم جناب پروفیسر مسعود انور علوی صاحب صدر شعبۂ عربی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا شکریہ نہ ادا کروں جنھوں نے نہ صرف یہ کہ اپنا بیش قیمت وقت لگا کر کتاب پر نظر ثانی کی، مکرر پروف ریڈنگ میں محنت فرمائی بلکہ طباعت کے سارے مسائل اپنے ذمہ لیے اور ان ہی کی بدولت یہ ترجمہ پایۂ تکمیل کو پہنچ سکا۔

اس کے علاوہ میں محبی و مخلصی جناب عبدالحمید عبدالمجید صاحب مجاور درگاہ حضرت خواجہ برہان الدین غریبؒ کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جن سے مجھے نسخہ کے ساتھ ساتھ بہت سی مفید معلومات حاصل ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے برگزیدہ بندوں کے ساتھ محشور فرمائے۔

مکرمی جناب مظہر خاں صاحب اورنگ آبادی کا بھی ممنون ہوں جنھوں نے اس کی طباعت و اشاعت میں مالی تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو بہتر جزا عطا فرمائے۔

آخر میں قارئین سے درخواست ہے کہ جب ان نفائس سے مستفید اور مستفیض ہوں تو راقم الحروف کو دعائے خیر میں فراموش نہ کریں۔

۲۴؍ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ
۲۱؍نومبر ۲۰۱۱ء یکشنبہ

شبیب انور علوی
خانقاہ کاظمیہ قلندریہ، کاکوری ضلع لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بہترین تعریف اور عمدہ ترین شکر مخلوق کی سانسوں کی طرح بے شمار اور انگنت ہے اور ہر قسم کی موجودات کے کلمات و الفاظ کے برابر اس کا شکر ادا نہ کر سکنے کی معذرت ہے۔

اس ذات کے نثار جس نے اصحاب حقیقت کے دلوں کے گوشوں کو اپنی کرامات و نوازشات کی خوشبوؤں سے معطر اور ارباب طریقت کے دلوں کے باغیچوں کو ہدایت کی ہوا کے جھونکوں سے تر و تازہ کر دیا۔ اولیاء کو تصرف و کرامت کی قوت بخشی تاکہ وہ عاجزوں کو گمراہی سے نکالنے اور ان کے باطن کی صفائی کرنے میں ان کی دستگیری کریں۔ اور ان کو ثابت قدمی عطا فرمائی تاکہ اس کی برکت سے لوگوں کو ضلالت سے نکال کر عافیت کے مقام میں لے جائیں۔ اس ذات کے پاک اسماء ہیں۔

لَحَمْدًا لَّهُ ثُمَّ حَمْدًا لَّهُ　　عَلٰی مَاهَدَیْنَا لِشُکْرِ النِّعَمِ
لَشُکْرًا لَّهُ ثُمَّ شُکْرًا لَّهُ　　عَلٰی مَا کَسَانَا رِدَاءَ الْکَرَمِ

(یقیناً اس ذات کی تعریف ہی تعریف ہے جس نے ہم کو اپنی نعمتوں کے شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اور اس کا شکر ہی شکر ہے جس نے ہم کو اپنے کرم کی چادر اُڑھائی)

ذات او سوئے عارف و عالم　　برتر از مَا وَ کَیفَ وَ هَلْ وَلِمْ
پاک از آنھا کہ عاقلان گفتند　　پاک تر زانکہ عارفاں گفتند

(اس کی ذات عارف و عالم کے نزدیک چون و چرا سے برتر اور عقل مندوں و عارفین کی گفتگو سے پرے ہے)

اور درود و سلام اس بلبل باغ نبوت و چمن فتوت پر جس کی حدیث مبارکہ "اَنَا اَفْصَحُ الْعَرَبِ وَالعَجَمِ" (میں تمام عرب و عجم میں سب سے زیادہ فصیح و بلیغ ہوں) اس کے کمال فصاحت کی نشانی اور افراط بلاغت کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہے۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم وَعَلٰی عِترَتِہِ الطَّاھِرِینَ الطَّیِّبِینَ وَاٰلِہِ اَجْمَعِینَ

ہر داستان کہ آن ز ثناء محمدؐ است

دستان کا ہنان شمر آنرا از وشبان

ان پر اسرار خلوتوں کا راز دار اور ان کو بیان کرنے والا یہ خاکسار، ان کرامت بخش و نعمت افزا کلمات وسعات آثار و ہدایت نما مقالات کو ضبط تحریر میں لانے والا ارکن عماد کاشانی' عرف دبیر نور اللہ خاطرہُ بنور المعرفۃ والتنویر (اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو معرفت و نور سے منور فرمائے) عارض مدعا ہے کہ اصحاب طریقت کے ضمیروں اور ارباب حقیقت کے دلوں پر آفتاب کی طرح روشن ہو جائے کہ جب میں حضرت ختم المشائخ والعاشقین ملجاء الاوتاد والمجتہدین برہان الحق والشرع والدین حُجّت الاسلام زُبدۃُ الاتقیاء زین الاولیاء کاشف اسرار المعانی شارح رموز سبع المثانی علم الہدیٰ علامت الوریٰ غوث الثقلین غیاث الخافقین الجنید فی زمانہ والفضیل فی اوانہ الشبلی فی عبادتہ والنوری فی زہادتہ کہف التصدیق والیقین ملاذ الاقطاب والمحققین محمد محمود ناصر المدعو بالغریب قدس اللہ سرہٗ

غریب است ایں محبّ حق بدنیا

حَبِیبُ اللّٰہ فِی الدُّنیا غَرِیبُ

متع اللہ المسلمین بطول بقائہ وادام علینا نعمۃ لقائہ (مشائخ و عشاق کے خاتم، اوتاد و مجتہدین کی پناہ گاہ، حقیقت و شریعت و دین کی روشن دلیل، اسلام کی حجت، متقیوں کے خلاصہ، اولیاء اللہ کے لیے باعث زینت، معانی کے رازوں کی نقاب کشائی فرمانے والے، سبع مثانی کے رموز کی تشریح فرمانے والے، ہدایت کے علم، مخلوق کی نشانی، جنوں و انسانوں کے مددگار، مشرق و مغرب کے معاون، جنید زمانہ، فُضیل

عصر، عبادات و ریاضات میں مثل حضرت شبلی و ابوالحسن نوری، صدق و یقین اور اقطاب و محققین کی جائے پناہ، محمد محمود ناصر عرف غریب۔ اللہ تعالیٰ ان کے سر کو پاک رکھے۔ حق تعالیٰ کا یہ محبوب دنیا میں غریب ہے، اللہ تعالیٰ کا حبیب دنیا میں غریب ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ان کی درازی عمر سے مستفید فرمائے اور ان کی ملاقات کی نعمتوں سے ہمیں ہمیشہ سرفراز کرے)۔ جب یہ خاکسار آپ کی ارادت بابرکت و بیعت باسعادت کے شرف سے مخصوص ہوگیا تو حضرت کی صحبت میں پابندی کے ساتھ حاضر ہونے لگا اور حضرت رب العالمین کے اس منتخب بندے سے عمدہ ترین فوائد اور نفیس ترین نصائح سے جسم کی قوت اور روح کی غذا حاصل کرنے لگا۔ جب بھی اس سرور عالمیان کی قدم بوسی کی دولت سے مشرف ہوتا تو صدق وصفا کے اس بے پایاں سمندر اور بارگاہ الٰہی کے اس عاشق صادق کی زبان گہر بار و بیان دُر رنثار سے شریعت وطریقت کے بیش بہا موتی اور ورع و حقیقت کی نصیحتوں کے گُہر آبدار سننے کو ملتے کہ عقل ان کے ادراک سے عاجز اور فہم ان کے احاطہ سے قاصر ہوتی نہ تو کسی سالک نے ان دقایق ورموز میں سے کچھ پچھلے بزرگوں میں سے کسی کی تصانیف میں لکھا دیکھا اور نہ کسی محقق نے ان حقایق و غرایب کو اس سے پہلے سلوک وتصوف کی کتابوں میں کہیں پڑھا۔

چوں کہ مَلکُ الکلام احسن الشعراء معجزُ الاقدام اَفصَحُ البلغاء امیر حسن علاء سجزی احسن اللہ جزائہٗ وجعل الجنۃ مثواہُ نے اس گہر پاک یقین و شیخ راستین یعنی شیخ الاسلام نظام الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہٗ کے فوائد وملفوظات کے دُرّ و جواہر تحریر کے دھاگے میں پروئے ہیں لہٰذا اس بندہ امیدوار کے دل میں یہ خیال پختہ ہوا کہ یہ بندہ بھی اس قطب زماں وغوث وقت فرید عصر و بایزید دہر اور اپنے پیر ومربی کی خدمت میں گزارے ہوئے نفیس لمحات اور آپ کے لطیف ارشادات سے ان صفحات کو آراستہ وپیراستہ اور روشن کرے تاکہ عرائسِ معانیِ طریقت کے خواستگار اس کے ذریعہ محبوب حقیقی کے وصال کی مسند تک پہنچیں اور ابکار دقائق سلوک کے

طالب مطلوب اصلی کے جمال جہاں آرا کا مشاہدہ ومطالعہ کریں۔ چنانچہ مناسب وقت اور مناسب مقام پر میں نے حضرت خواجہ ادام اللہ برکاتہٗ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر حکم فرمائیں تو یہ عجیب وغریب حکایات وروایات جو حضرت مخدوم کی تقریر روح افزا ودلکشا سے سننے میں آتے ہیں حرف بحرف نقل کر لیے جائیں۔ مخدوم نے ارشاد فرمایا کہ ایک مدت سے میرے دل میں یہ خیال تھا کہ اگر کسی کو اس سعادت کی توفیق عطا ہو تو گویا اسے سعادت ابدی اور دولت سرمدی حاصل ہوگی اور چوں کہ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں اس کتاب کو تمہارے نام سے لکھ دیا تھا لہٰذا اس نے اپنی عنایت وکرم بے نہایت سے ایسی بزرگی تم کو عطا فرمائی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَلٰی نعمائه

توفیق ایں سعادت چوں شد رفیق تو
ہمراہ ایں کتاب کند حق قبول خویش

(چوں کہ اس سعادت کی توفیق تمہارے شامل حال ہوئی لہٰذا حق تعالیٰ اپنی عنایت و کرم سے اسے شرف قبولیت بخشے)

اور اسی گفتگو کے دوران آپ نے بہت محبت سے فرمایا حق تعالیٰ نے میرے دل میں یہ خیال ڈالا کہ میں تم کو آگاہ کروں کہ تم اس کتاب کے دیباچے میں خواجہ نظامی کی یہ گہر بار نظم درج کرو:

بداوٗدی دلم را تازہ گردان زبورم را بلند آوازہ گردان
عروسے وا کہ پروردم بجانش مبارک روئے گردان در جہانش

(لحن داوٗدی سے میرے دل کو تر وتازہ کر اور میری زبور (کتاب) کو شہرت کی بلندی عطا فرما میں نے جس عروس کو دل وجاں سے آراستہ کیا اسے دنیا میں مبارک فرما۔

بندے نے حضرت متعال کے فرمان واجب الامتثال کو پورا کیا اور اسی جلسہ میں ان اشعار کو یاد کر لیا۔ آپ کے اس حکم کی اطاعت کرنا عین فرض و واجب جانا اور

''مَلْفُوظاً بِوُسعِ الْقَدرِ وَالْاِمْکَان ومعنیً بالتَّحقِیق وَالْاِتقَان ''ان نفائس کا لکھنا شروع کیا اور اس کتاب کا نام ''نفائس الانفاس'' رکھا۔ مجھے کامل یقین اور پختہ امید ہے کہ حضرت عزت جلت قدرتہٗ وعلت کلمتہٗ کے فرمان کے مطابق یہ کتاب قیامت تک اس کے احسان وکرم اور فضل سے تمام عالم کے اہل دل حضرات کی پسندیدہ ومرغوب رہے گی۔

اتوار رمضان ۷۳۲ھ

جو کہ اس سرور عالمیاں کی قدم بوسی سے مشرف ہونے کے بعد تحریر کیے گئے۔ آج خواجہ متّع اللہ المسلمین بطول بقاۂ (اللہ تعالیٰ ان کی حیات مبارکہ کی درازی سے تمام مسلمانوں کو فیضیاب فرمائے) کا مزاج مضمحل تھا۔ حضرت شیخ الاسلام نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ کے بعض دوست اور حضرت مخدوم خواجہ کے کچھ مرید خدمت میں حاضر تھے۔ مخدوم نے فرمایا کہ تکلیف کی وجہ سے میں چاشت کی نماز نہیں پڑھ سکتا اور جو میں بیٹھا ہوں یہ بھی اس وجہ سے کہ جو کوئی آئے اس سے معذرت کر سکوں۔ اسی جگہ فرمایا شیخ حمید الدین ناگوری کہتے تھے کہ ایک دیوانہ قُتلغ خاں کی حوض پر رہا کرتا تھا۔ رات بھر عبادت کرتا جب بہت دیر کھڑا رہتا پیر درد کرنے لگتے تو بیٹھ کر پڑھتا پھر کہتا اب کافی آرام کر چکا اب کھڑے ہو کر پڑھتا ہوں پھر جب تھک جاتا تو اسی طرح بیٹھ جاتا۔ ایسے ہی رات بھر عبادت میں مشغول رہتا۔ پھر خواجہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت شیخ الاسلام نظام الدین قدس سرہٗ کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ الاسلام فرید الدینؒ بیمار پڑے لیکن اس بیماری کی حالت میں کوئی نفل اور وِرد اُن سے نہیں چھوٹا خواہ چند رکعات ہی ادا کرتے۔ پھر فرمایا کہ جو ایسا کرے گا وہ ان لوگوں میں سے ہو جائے گا جیسے وہ خود تھے اس کے بعد فرمایا کہ ایک بار حضرت شیخ الاسلام نظام الدین قدس سرہٗ بیمار ہوئے اس بیماری میں ان کی نگاہ کمزور ہو گئی یہ بات کسی کو معلوم نہیں تھی۔ ایک دن

میں حاضر خدمت ہوا کہا آؤ مولانا بُرہان الدین اور اپنا ہاتھ بڑھایا اور وہ ہاتھ میری طرف سے کچھ ہٹ کر بڑھایا تب میں نے جانا کہ شیخ کی نگاہ میں کچھ فرق آ گیا ہے۔ پھر جب میں جماعت خانہ میں آیا تو مجھے یہ بات یاد آئی کہ جو شخص کسی بھی کام کے پورا ہونے کی نیت سے پچھتّر بار آیت ''وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجاً وَّ یَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ اِنَّ اللّٰہَ بَالِغُ اَمْرِہٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰہُ لِکُلِّ شَیْءٍ قَدْراً'' (سورۂ الطلاق، آیۃ ۳) (جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے۔ اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا اللہ اس کو کافی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر کے ہی رہے گا۔ اس نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے) پڑھے تو وہ کام پورا ہو جاتا ہے۔ تو میں نے بھی جماعت خانہ میں بیٹھ کر شیخ کی صحت یابی کی غرض سے پڑھنا شروع کیا جیسے ہی پچھتّر بار پورے ہوئے میرے ساتھیوں نے بالا خانے سے اتر کر خبر دی کہ شیخ نے صحت پائی اور ان کی نگاہ ٹھیک ہوگئی۔ یہاں پر حضرت مخدوم نے فرمایا کہ جس کی آنکھ کمزور ہو جائے وہ پانچ سو بار سورہ اخلاص پڑھے تو اس کی آنکھ ٹھیک ہو جائے گی۔ شیخ صدرالدین علیہ الرحمہ کی نگاہ میں کچھ فرق آ گیا تھا اور مولانا امام ان کی صحت کی نیت سے سورۂ اخلاص پڑھ رہے تھے ایک شب ان کے پیر یعنی شیخ بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا انھوں نے مولانا امام سے فرمایا کہ تم کو ان کاموں سے کیا مطلب۔ اسی دوران حضرت مخدوم ذکرہ اللہ بالخیر والسعادۃ نے فرمایا کہ دو تین روز ہوئے میں نے اسی جگہ دو قصے بیان کیے تھے جن میں دو مفید باتوں کا ذکر تھا۔ مجھ کو دونوں جگہ پر وہ باتیں اچھی معلوم ہوئیں اور وہ یہ ہیں کہ ایک مرتبہ تقریباً چار سو کمبل پوش درویشوں نے سراندیپ کی جانب سفر کیا اور ایک ایسی جگہ پہنچے جس سے کچھ منزل پہلے راستے میں ایک جنگل پڑتا تھا۔ نہ کچھ کھانے

کو ملا اور نہ پینے کو۔ درویشوں نے اس جگہ پڑاؤ کیا اور اسباب درست کرنے لگے۔ ان میں ایک فقیر تھا اس کا بھلا سا نام تھا۔ سب اس کو'آفتاب خوار' کہتے تھے۔ وہ اس لیے کہ کبھی وہ سائے میں نہیں بیٹھتا اور ہمیشہ دھوپ میں بیٹھتا تھا اور بات نہ کرتا۔ جب حضرت مخدوم ذکرہ اللہ بالخیر والسعادۃ اس جگہ پہنچے تو فرمایا کہ اس حکایت میں ایک یہی چیز مجھے اچھی لگتی ہے کہ وہ بات نہیں کرتا تھا۔ اس کے بعد فرمایا کہ وہ کمبل پوش اس کو کہنے لگے کہ یہ ہمارے بیچ بیٹھا بیٹھا کھاتا ہے نہ کہیں جاتا ہے اور نہ کچھ لاتا ہے۔ آج ہم اسی کو بھیجیں گے کہ گدائی کرے اور کچھ مانگ کر لائے۔ آفتاب خوار اٹھا اور گدائی کے واسطے روانہ ہوا۔ اس نے کہا درویشو! شرط یہ ہے کہ جو میرے ساتھ جائے گا وہ خاموش رہے گا اور میرا جو جی چاہے گا میں کروں گا۔ انہیں شرائط پر اس کے مقابلے میں کئی فقیر اس کے ساتھ گئے۔ آفتاب خوار گیا اور تھوڑی دیر میں اتنی مقدار لایا جتنی دوسرے دس بیس فقراء مل کر لائے۔ فقیروں نے کھانا پکایا اور ایک ایک پیالہ ہر ایک کے سامنے رکھ دیا۔ ایک پیالہ آفتاب خوار کے آگے بھی رکھا اس نے نہ لیا اور کہا مجھے نہیں چاہیے۔ ہر چند کمبل پوشوں نے کہا کہ یہاں تجھے کوئی خود نہیں دے گا اس نے کہا کہ مجھے نہیں چاہیے۔ پھر سب روانہ ہوئے۔ فقیروں نے اپنے بدن میں لیمو کا عرق مل لیا اور چھڑیاں ہاتھ میں لیں اور اپنے بدن سے دیمک اور جونک ہٹانے لگے لیکن آفتاب خوار ان سے دور چلا جا رہا تھا۔ جب وہ دیمکوں کے نزدیک پہنچا تو اس نے کہا اے درویشو! میں اسی جگہ رہوں گا۔ درویشوں نے کہا کہ دیوانہ ہو گیا ہے ہلاک ہو جائے گا، ہمارے ساتھ چل۔ اس نے کہا نہیں میں یہیں رہوں گا۔ ان لوگوں نے بہت اصرار کیا لیکن اس نے نہ سنا۔ وہیں بیٹھ گیا اور کہا اتنے سال جو ہوا میں نے دیکھا اور جواب ہونا ہے وہ بھی دیکھوں گا۔ تھوڑی ہی دیر میں دیمکیں اور جونکیں آئیں اور اس کا گوشت پوست کھا لیا اور سفید ہڈیاں باقی رہ گئیں۔ مخدوم ذکرہ اللہ بالخیر والسعادۃ نے فرمایا

اس نے چونسٹھ سال مجھے جس حال میں رکھا میں نے دیکھا اور آئندہ جیسا چاہے گا رکھے گا۔ جب مخدوم یہاں پہنچے تو گریہ طاری ہوگیا اور حاضرین مجلس بھی رونے لگے۔ تھوڑی دیر کے لیے روئے سخن دعا کی طرف ہوگیا۔ مخدوم نے فرمایا کہ اگر یہاں تم میرے لیے دعا کرو اور میں تمہارے لیے تو اتنا مؤثر نہ ہوگا البتہ غائب کی دعا میں زیادہ اثر ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ الاسلام نظام الدین علیل تھے۔ جب میں حاضر خدمت ہوا تو ایک چاندی کا سکہ جوان کے گھٹنے کے نیچے تھا نکالا اور (خادم سے) فرمایا یہ سکہ مولانا برہان الدین کو دے دو اور عصا جو چارپائی کے برابر رکھا تھا فرمایا یہ بھی دے دو میں نے لے لیا۔ پھر میں نے عرض کیا کہ میں ایک دعا جانتا ہوں۔ شیخ نے بہت شکستگی کے ساتھ ایسے جیسے کسی کو رونا آتا ہے فرمایا میں بھی جانتا ہوں میں نے سلام کیا اور لوٹ آیا اسی درمیان بندگی مخدوم ذکرہ اللہ بالخیر والسعادۃ نے فرمایا کہ میری بیماری معدہ کی گرانی سے ہے اور طبیب بھی یہی کہتے ہیں کہ جب معدہ خراب ہوتا تو بیماری اسی سے پیدا ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ جس وقت دل پر کوئی چیز بیٹھ جاتی ہے اور دل کے لیے حجاب ہو جاتا ہے تو آدمی کے دل میں رنج پیدا ہوتا ہے اور جب دل محجوب ہوگیا تو بیماری پیدا ہوگئی۔ یہ بات حکما اور اچھے طبیب بھی جانتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ مجھ کو صرف دو اوقات میں راحت ہوتی ہے ایک سماع کے وقت اور دوسرے اس وقت جب میرا کوئی ایسا دوست آتا ہے جس کے سامنے حضرت حق کا ذکر کیا جائے۔ ہاں اگر کوئی ایسا شخص آتا ہے جو زمانے کی ناموافقت اور ظلم و ستم بیان کرتا ہے تو مجھے بہت دشواری ہوتی ہے۔ پھر مخدوم خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر والسعادۃ نے حاضرین مجلس کی طرف رُخ کیا اور فرمایا میں نے چاشت کی نماز نہیں پڑھی ہے ایک مرتبہ اس سے پہلے بھی ایسا واقعہ ہوا تھا کچھ دوسرے لوگ آئے تھے اور فیضیاب ہوئے تھے۔ اب تم لوگ جاؤ ایک پردہ نشین خاتون ملاقات کے لیے آئی ہے اور منتظر ہے۔ ایک بار میں حضرت

شیخ الاسلام نظام الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اقبال مجھ کو آخر وقت خدمت میں لے گئے ایسا کہ شیخ بالا خانہ سے اُتر کر حجرے میں تشریف لے جارہے تھے۔ میں نے اسی جگہ قدم بوسی کی۔ شیخ کھڑے ہوگئے اور فرمایا آؤ دعا مانگیں۔ میں نے اس وقت شیخ کے روئے مبارک میں ایسی چیز کا مشاہدہ کیا جو میری تمام عمر کا سرمایہ ہے۔

دوسرے وقت جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا کہ شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ روحہ نے آپ پر بارہا اپنی نگاہ مبارکہ سے توجہ کی ہے۔ ان ہی نظروں کے صدقے میں آپ مجھ پر بھی نظر ڈالیں۔ شیخ نے فرمایا نظر کی جائے گی پھر میں نے دوبارہ عرض کیا کہ میں امیدوار ہوں گا۔ شیخ نے فرمایا کہ اور زیادہ امیدوار رہو۔ اس بات سے مجھے بہت ذوق پیدا ہوا۔ اسی جگہ ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی ولی کے پاس صرف اتنی دیر بیٹھ جائے جتنی دیر مکھی آئینہ پر بیٹھتی ہے تو درحقیقت وہ باری تعالیٰ کی نظرِ رحمت سے مخصوص ہو جاتا ہے۔ امیر خسرو علیہ الرحمۃ کو دو تین بار میں نے دیکھا جب شیخ کی خدمت میں بیٹھے ہوتے زیادہ دیر نہ بیٹھتے باہر جاتے اور پھر اندر آتے۔ میں نے امیر خسرو سے پوچھا کہ یہ آپ کیا کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ شیخ کے دل پر ناگوار ہو اور فرمایا کہ جب میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں تو مجھ پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے لیکن (بوجہ محبت) میں ایسا نہیں کرسکتا کہ وہاں سے ہٹ جاؤں کیونکہ اس وقت مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے گویا میں بہشت میں ہوں اور یہ بھی فرمایا کہ الحمدللہ بہشت میں بھی یہ بات میسر ہوگی۔ اسی مقام سے ارشاد فرمایا کہ امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کا یہ حال تھا کہ جب نماز کا وقت آتا تو آپ کا روئے مبارک سرخ ہو جاتا اور جب آپ حجرے سے باہر تشریف لاتے تو آپ کے دونوں کاندھوں کے بال اس طرح کھڑے ہو جاتے کہ کپڑوں کو پھاڑ کر باہر آجاتے۔ اسی درمیان خواجہ نے اپنا روئے مبارک اِس بندۂ امیدوار کی طرف کیا اور فرمایا کہ امیر حسن رحمۃ اللہ علیہ نے

جوفوائد (فوائد الفواد) لکھے ہیں وہ اس طرح کہ شیخ (نظام الدین اولیاؒ) جو حکایت بیان کرتے روئے مبارک امیر حسن کی ہی سمت ہوتا اور جو بھی بات مجلس میں ارشاد فرماتے امیر حسن اس کو لکھ لیتے۔ بندۂ امیدوار نے اس سے یہ اندازہ لگایا کہ یہ مرحمت وشفقت بندے کے بارے میں ہے۔ جب رخصت کا وقت ہوا تو بندے نے عرض کیا کہ میں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ مخدوم کے گرد طواف کروں اور دعا کروں کہ خواجہ کی بیماری مجھ کو ہو جائے۔ فرمایا میں ٹھیک ہو گیا ہوں خبردار ایسا مت کرنا اس لیے کہ ایک بار مخدوم شیخ الاسلام نظام الدین قدس سرہٗ علیل تھے جب ان کو صحت ہوئی تو فرمایا کہ میری اس بیماری سے صحت کے لیے میرے ایک دوست نے اپنی جان قربان کر دی۔ پھر مخدوم خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر والسعادۃ نے فرمایا کہ دوستو! میں یہ چاہتا ہوں کہ ہم سب اپنی آل اولاد کے ساتھ خوش وخرم زندگی گزاریں۔ اس پر بندے نے یہ شعر پڑھا:

''چوں ہست بقائے من باقی بہ بقائے تو
پس ہم تو بمان باقی خود را چہ بقا خواہم''

(یعنی جب میری بقا تیری بقا سے باقی ہے تو پھر تو ہی باقی رہ میں باقی رہ کر کیا کروں گا۔ میں اپنی بقا کیا چاہوں)

پھر آپ نے از راہِ عنایت وکرم احقر کو خُرما عطا فرمائے اور رخصت کیا۔

جمعرات ۲۹ رماہ رمضان المبارک ۷۳۲ھ

آج مولانا نور الدین حافظ جو نابینا تھے بیعت کے ارادے سے بندے کے ہمراہ حاضر خدمت ہوئے اور پنج آیت پڑھی۔ مخدوم شیخ متع اللہ المسلمین بطول بقائہٖ (اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ان کی درازی عمر سے مستفیض فرمائے) نے اپنے کرم سے پسند فرمائی اور پوچھا کہ تمہاری آنکھ کی روشنی کب جاتی رہی اور تم نے حافظہ کیسے کیا؟ انھوں نے کہا چھ مہینے ہوئے میری آنکھ کی روشنی جاتی رہی اور حافظہ

میں نے بچپن میں کیا تھا۔ شیخ نے فرمایا کہ نابینا آدمی کی قوت مُدرکہ بہت طاقت ور ہوتی ہے۔اس لیے کہ دل آنکھ کے ذریعہ ہی مکدّر رہوتا ہے جو بھی کدورت دل میں پیدا ہوتی ہے وہ آنکھ کے راستے ہی دل میں جاتی ہے۔اور سب سے طاقتور حِس آنکھ ہے اور جو فساد پیدا ہوتا ہے وہ آنکھ کے ذریعے پیدا ہوتا ہے اور جو چیز وجود میں آتی ہے وہ آنکھ ہی سے وجود میں آتی ہے۔اس کے بعد مولانا حافظ سے فرمایا کہ اگر تم سر منڈ الو تو تمہارے گھر والے کیا کہیں گے حافظ نے عرض کیا کہ اب وہ لوگ اجازت دے دیں گے ورنہ اس سے پہلے کہتے تھے کہ سر منڈانا اچھی بات نہیں۔مخدوم شیخ ادام اللہ برکات انفاسہ نے پوچھا کہ کیوں اچھی بات نہیں ،مولانا حافظ نے عرض کیا کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ ایک تو تمہارے آنکھیں نہیں ہیں دوسرے بال بھی نہیں رہ جائیں گے۔شیخ ذکرہ اللہ بالخیر والسعادۃ نے تبسم فرمایا۔

بعد ازاں فرمایا کہ حضرت خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک جوان نہایت حسین وجمیل تھا اور اس کا پیغام ایک لڑکی کے گھر میں دیا گیا تھا وہ لڑکی بھی ایسی خوبرو تھی کہ حسن و جمال میں اس کی مثال دی جاتی تھی لیکن اس کو ایک بیماری ہوگئی تھی جس کو ''سپیل وکرہ'' کہتے ہیں یعنی اس کے چہرے پر داغ ہو گئے تھے۔لڑکی کے ماں باپ پریشان اور غمزدہ تھے کیوں کہ وہ جوان جس کا پیغام اس لڑکی کا تھا بہت خوبصورت تھا اگر چہ لڑکی اس سے زیادہ حسین وجمیل تھی لیکن ایسے عیب کے باوجود اس نے کیوں پیغام دیا۔تھوڑی مدت کے بعد اس جوان کو لوگوں نے سنا کہ بیمار ہوا اور اندھا ہوگیا۔لڑکی کے ماں باپ خوش ہو گئے کہ داماد اندھا ہو گیا اب نہ لڑکی کے عیب دیکھے گا اور نہ بیان کرے گا۔لڑکی کا نکاح ہو گیا اور تھوڑے عرصے کے بعد اس کے یہاں اولاد ہوئی۔ایک بار اس جوان نے کہا کہ یہ چراغ جو یہاں رکھا ہے صحیح نہیں جل رہا ہے اور فلاں سامان جو وہاں پڑا ہے وہ اٹھالو۔ساس سسر خوش ہوئے کہ داماد کی روشنی واپس آ گئی۔جوان نے کہا کہ میں ہمیشہ سے بینا تھا لیکن اس وجہ سے کہ لڑکی کے ماں باپ شکستہ دل ہوں گے میں نے خود کو نابینا بنا

لیا تھا اور تحاجب کیا تھا اس کے بعد حضرت مخدوم ذکرہ اللہ بالخیر والسعادۃ نے فرمایا کہ میں نے جو لفظ تحاجب استعمال کیا وہ میں نے کہیں سے سنا نہیں ہے بلکہ مثل تمارض کے بیان کیا ہے اور تمارض کے معنی یہ ہیں کہ کوئی بیمار نہ ہونے کے باوجود اپنے کو بیمار ظاہر کرے۔ اور اسی طرح تجاہل اس کو کہتے ہیں کہ کوئی خود کو نادان و بے وقوف ظاہر کرے اس کے بعد فرمایا کہ جب یہ خبر خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچی تو خواجہ رو دیئے اور فرمایا کہ یہ جوان اپنا دامن اولیاء اللہ کے سروں پر رکھے ہے (بلند مقام کا حامل ہے) اسی مقام سے ارشاد فرمایا کہ مردانِ خدا کی صفت وہ ہے کہ جو حضرت خواجہ فرید الدین عطّار رحمۃ اللہ علیہ نے اسرار نامہ میں دو مصرعوں میں لکھ دی ہے اور میں نے شیخ الاسلام (نظام الدین اولیاؒ) کی زبان مبارک سے سنی ہے:

نِکو بیں باش اگر عقلت بجایست
اگر بے عیب می جوئی خدایست

(اگر عقل مند ہو تو سب کو اچھی نظر سے دیکھو (عیب جوئی مت کرو) کیوں کہ اگر کوئی بے عیب ہے تو وہ صرف خدا کی ذات ہے)

اسی ضمن میں ارشاد فرمایا کہ ایک بات مولانا یوسف سلمہٗ اللہ تعالیٰ سے میں نے سنی۔ وہ بات بہت اچھی تھی اور وہ یہ ہے:

ع: اگر تو یارِ بے عیب جوئی بے یار مانی

(اگر تم بے عیب دوست تلاش کرو گے تو ہمیشہ بغیر دوست کے (تنہا) رہو گے)

حضرت مخدوم ذکرہ اللہ بالخیر والسعادۃ نے اسی سے متعلق ارشاد فرمایا کہ بے عیب شخص ملنا بہت دشوار ہے کیونکہ بے عیب صرف خدا ہے دوسری بات یہ کہ جو کچھ اس کے سوا ہے وہ سب معیوب ہے اور اسی مناسبت سے فرمایا کہ میرے والد نے ایک شخص کی کسی بات میں عیب نکالا اس نے خط لکھا اور آخر میں لکھا کہ دوست ایسا ہونا چاہیے جو دوست کے عیب چھپائے اور ہنر بیان کرے۔ اور اسی طرح ایک بار میں حضرت شیخ الاسلام نظام الدینؒ کی خدمت میں حاضر تھا اور حضرت شیخ کے

احباب میں سے بھی ایک شخص موجود تھا۔ خواجہ نے اس سے پوچھا کہ فلاں شخص جو کبھی کبھی آتا ہے وہ تمہارا کون ہے اور وہ شخص اس کے غلام کا بیٹا تھا۔ اس نے کہا میرا بھائی ہے۔ حضرت مخدوم اَدَام اللہ برکات انفاسہ نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ وہ تمہارے غلام کا بیٹا ہے اور تم نے اس کو دوستی کے طریقے پر بھائی بنایا ہے۔ میں نے کہا یہ بھی اچھا ہے اور وہ بھی اچھا ہے اس کے بعد فرمایا جو اچھا ہوتا ہے وہ اچھا ہی دیکھتا ہے۔ اسی مناسبت سے ایک مثل ارشاد فرمائی کہ ایک شخص اچھا ہے اور ایک بُرا اور ایک اور ہے جو نہ اچھا ہے نہ بُرا اور جو نہ اچھا ہے نہ بُرا وہ بھی اچھا ہے۔ مگر یہ کہ جو زیادہ اچھا ہے وہ زیادہ پاک ہے۔ اسی کے مناسب ارشاد فرمایا۔ حضرت رسالت پناہ علیہ السلام والتحیات کے حضور میں ایک حبشی آیا بالکل کالا اور بدصورت، اس کو دیکھ کر سب ہنسنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی بہت توقیر کی اور اپنے پاس بٹھایا جب حبشی واپس چلا گیا تو سب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ نے اس میں کیا چیز ملاحظہ فرمائی جو اس کی اتنی تعظیم و توقیر فرمائی؟ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے صرف اس کی ظاہری شکل وصورت کا عیب دیکھا تم کو کیا معلوم کہ اس میں کیسی نفاست و لطافت تھی۔ صحابہؓ نے دریافت کیا کہ حضور کیا لطافت تھی؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے سفید دانت جو دونوں سیاہ ہونٹوں کے بیچ میں سے دکھائی دے رہے تھے وہ نہایت لطیف وخوبصورت معلوم ہوتے تھے۔ اس کے بعد بندگی مخدوم ذکرہ اللہ بالخیر والسعادۃ نے یہ شعر پڑھا:

گر باعیبی عیب نجوئی نیکی
ور بد باشی بدی نہ گوئی نیکی

(معیوب ہونے کے باوجود اگر تم دوسروں کی عیب جوئی نہیں کرتے تو درحقیقت تم نیک ہو اور برے ہونے کے باوجود تم برائی نہیں کرتے تو اچھے ہو)

اور یہ حدیث مبارکہ پڑھی ''اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدٍ خَیْراً بَصَّرَہُ بُعیوبِ نَفْسِہٖ''، یعنی اللہ عزوجل جب کسی بندے کو نیکی عطا فرمانا چاہتا ہے تو اس کو اس کے

عیوب دکھا دیتا ہے۔ اس کے بعد مولانا حافظ سے دریافت فرمایا کہ تمہارا کیا نام ہے۔ انھوں نے کہا نور الدین۔ حضرت مخدوم نے فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ تم نور دین بنو گے۔ اس کے بعد خواجہ نے محمد خادم سے فرمایا کہ حافظ کا سر مونڈیں (حلق کریں) اور بندے سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم بھی جاؤ اور ان کی مدد کرو اور مولانا نور الدین کے سر پر پانی ڈالو۔ وہ حلق کرا کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی اور کلاہ مبارکہ کے شرف سے مشرف ہوئے۔

شیخ نے مولانا نے نور الدین کو تین، چار گانے (چار رکعتیں) ایمان کی حفاظت اور اوّابین اور چاشت کے وقت پڑھنے کے لیے تعلیم فرمائے پہلے چار گانہ میں پہلی رکعت میں الحمد کے بعد انا فتحنا دوسری میں انا ارسلنا تیسری میں انا انزلنا اور چوتھی رکعت میں انا اعطینا۔ اور دوسرے چار گانے میں ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی ایک بار اور قل ھو اللہ تین بار۔ اور تیسرے چار گانے میں ہر رکعت میں الحمد کے بعد الم نشرح ایک بار اور قل ھو اللہ تین بار۔ اس کے بعد مولانا حافظ سے فرمایا کہ اطمینان رکھو انشاء اللہ تم کو برکتیں حاصل ہوں گی۔ یہ جو کچھ تم کو اس کے در سے حاصل ہوا بہت تھوڑا ہے درویشوں نے جو کچھ بیان فرمایا ہے اس پر عمل کرو تا کہ بہت خیر و برکت حاصل ہو۔ جس گھر میں برکت ہے اس کا تھوڑا بھی بہت ہے اور جس گھر میں برکت نہیں ہے وہاں کا بہت بھی تھوڑا ہے۔

اتوار ۳ر شوال ۷۳۲ھ

آج مولانا سدید الدین مذکور اور خواجہ نظام الدین فیروز مجموعدار کی ہمراہی میں سعادت جاودانی یعنی اس جنید ثانی کی قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ شیخ نے دریافت فرمایا کہ کہاں سے آرہے ہو اور کہاں جانے کا ارادہ ہے میں نے عرض کیا کہ گھر سے مخدوم کی قدمبوسی کو حاضر ہوا ہوں اور خواجہ نظام الدین اور مولانا

سدید الدین میرے ساتھ تھے (جو میرے گھر آئے ہوئے تھے) اس کے بعد حضرت نے اُس پریشانی کے بارے میں دریافت فرمایا جو خواجہ نظام الدین فیروز کو پیش آ گئی تھی۔ بندے نے عرض کیا کہ نظام الدین مخلوق کو پریشان کرتے ہیں اسی وجہ سے مخلوق اُن کو ایذ دیتی ہے۔

خواجہ نے یہ شعر پڑھا:

کار خلقے بر آر زانکہ ترا
اندریں راہ کارہا باشد

(تم کو مخلوق خدا کی حاجت روائی کرنی چاہیے کیونکہ اسی راستے سے تم کو اپنی بھی حاجتیں پوری کرنا ہیں)

اس کے بعد فرمایا کہ اگر کسی جگہ ہرن آ جائے تو لوگ نہ اس سے کچھ تعرض کریں گے نہ ڈریں گے لیکن اگر کسی گاؤں یا دیہات میں شیر دکھلائی دے جائے تو سب اس سے بھاگیں گے اور اس سے نفرت کریں گے خواہ اس نے کسی کو نقصان نہ بھی پہنچایا ہو۔ اور اگر کوئی آدمی ایسا ہوگا تو اسی طرح اس سے بھی سب ڈریں گے۔ اسی درمیان حضرت مخدوم نے مولانا سدید الدین مذکور سے فرمایا کہ تم ۳ ماہ سے وعظ کہہ رہے ہو ان کو بھی نصیحت کرو انھوں نے کہا کہ جی بہتر ہے۔ پھر شیخ نے فرمایا کہ اگر کوئی وعظ کہے اور قال اللہ اور قال رسول اللہ بیان کرے اور اس نیت سے منبر پر جائے کہ کسی کو نصیحت کرے یا کسی کا حق اسکو دلوائے اور بارہ مہینے وعظ کہے تو بہت ثواب ہے۔ اور اب بہت سے لوگ اپنی شہرت کی غرض سے منبر پر چڑھ جاتے ہیں اور تین مہینے سے بھی کم مدت میں مشہور ہو جاتے ہیں اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مفلس شخص تھا جس کو لوگ بینا کہتے تھے۔ وہ ایک سیدھا سادا آدمی تھا۔ ایک بار شیخ الاسلام فرید الدین قدس سرہٗ ونور اللہ قبرہٗ نے اس سے فرمایا کہ جاؤ وعظ کہو۔ وہ کچھ زیادہ پڑھا لکھا نہیں تھا۔ لیکن صرف شیخ کے حکم سے وہ منبر پر گیا اور ایک شعر یا کوئی اور چیز پڑھ کر نیچے اُتر آیا اور اس کے بعد وہ صرف اُتنا

وعظ کہہ دینے سے پکا واعظ بن گیا۔ اسی درمیان دستر خوان بچھایا گیا۔ کھانے کے دوران مخدوم نے فرمایا کہ شیخ الاسلام نظام الدین قدس اللہ سرہٗ فرماتے تھے کہ کافی عرصہ گزرا کہ دہلی میں سلطان معین الدین (قدس اللہ سرہٗ) نام کے ایک شخص تھے جو بالکل دیوانے تھے ایک بار حضرت امیر خسروؒ اپنے بچپن میں مسجد گئے اور کچھ پڑھنے لگے۔ سلطان معین الدین دیوانہ مسجد میں داخل ہوئے اور تھوڑا پان امیر خسروؒ کے منھ میں ڈال دیا۔ اس تھوڑے سے پان سے ان کو ایسی ایسی نعمتیں حاصل ہوئیں (جو بیان سے باہر ہیں) اور فرمایا کہ ایک بار ہمارے خواجہ شیخ الاسلام نظام الدین قدس اللہ سرہٗ اپنے ایام جوانی میں دہلی تشریف لائے مجھے معلوم نہیں کہ اس وقت آپ نے شیخ الاسلام فرید الدین گنج شکرؒ نور اللہ مضجعہ، سے بیعت کی تھی یا نہیں تو یہی سلطان معین الدین دیوانہ ہمارے خواجہ کے پاس آئے اور کہا ہم کو کچھ دیجیے یعنی دست سوال دراز کیا اتفاقاً ہمارے خواجہ کے پاس کچھ نہ تھا۔ خواجہ نے اپنا کرتا یا پگڑی اتار کر ان کو دی اور گروی رکھ کر مطلوبہ چیز ان کو دلائی۔ اور یہیں پر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دوسرا دیوانہ تھا جس کو سب آہو کہتے تھے ایک بار ہمارے خواجہ شیخ الاسلام قدس اللہ روحہ المبارک اس کے پاس سے گذرے اس نے کہا تم قاضی حمید الدین کا نام روشن کروگے۔ شیخ کے دل میں آیا کہ مجھ کو قاضی حمید الدین سے تو کوئی واسطہ نہیں ہے میں تو شیخ الاسلام فرید الدین قدس سرہٗ کا خادم ہوں یہ کیا کہہ رہا ہے بعد میں آپ نے جانا کہ وہ سماع کی وجہ سے کہتا تھا کیونکہ قاضی حمید الدین کو سماع کا بہت شوق تھا اور ہمارے خواجہ بھی سماع کے انتہائی شائق تھے۔ اسی درمیان بندۂ امیدوار نے مولانا سدید الدین مذکور کے رشتہ داروں کی مخالفت کا حال عرض کیا کہ وہ مولانا سدید الدین مذکور کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ آرام و اطمینان سے بسر ہوگی اس کے بعد بندے کی طرف رُخ کیا اور فرمایا کہ صلوٰۃ القُلاتُل دشمنوں کے شر کو دفع کرنے اور مرادوں کے پورے ہونے کے لیے بہت مؤثر ہے تم کو اجازت دیتا ہوں تم پڑھو۔ بندۂ امیدوار نے قدم بوسی کی (آداب بجالایا) اور عرض کیا کہ پڑھوں گا۔ اس کے بعد

مولانا سدید الدین سے فرمایا کہ مغرب اور عشاء کے درمیان نماز قُلا قُل پڑھیں اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد چاروں قل پڑھیں اور نماز کے بعد چھہتر بار "یا حَیُّ یا قَیُّومُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ" پڑھیں اور یہ ایسی چیز ہے کہ اگر اس کو کسی گولے یا گیند پر پڑھ کر دم کریں اور پہاڑ پر پھینک دیں تو پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دے۔ اسی جگہ فرمایا۔ پرانے زمانے میں مجھ سے ایک آدمی نے کہا گھوڑے جو گھاس کھاتے ہیں اس کو دیت کہتے ہیں اگر اس پر یہ تھوڑا سا منتر پڑھ کر سر پر (ٹوپی کے نیچے) رکھ لیں تو جس کسی کے سامنے جائیں وہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ بچپن میں میرے والد مجھ کو پڑھنے کے لیے تنبیہ کرتے تھے اور میں والد سے بہت ڈرتا تھا۔ میرے ایک (رشتے کے) چچا تھے جو دیوگیری میں رہتے تھے ان کے ایک بھائی تھے بہت طاقتور وتندرست قدوری، منظومہ اور متفق وغیرہ پڑھے ہوئے تھے اور بچوں کو پڑھاتے تھے اور ہر نماز کے بعد حوض (تالاب) کے کنارے جاتے اور دوستوں ساتھیوں (ہمراہیوں) کو کشتی پر بیٹھنے میں مدد کراتے۔ میں بھی بغرض تفریح ان کے ساتھ چلا جاتا اور میرے والد نہیں چاہتے تھے کہ میں شام کی نماز کے وقت کہیں باہر جاؤں۔ تو جب میں کشتی کے سیر تماشے کے بعد واپس آتا تو وہ منتر گھاس پر پڑھ کر سر پر ٹوپی کے نیچے رکھ لیتا۔ میرے والد باوجود اپنی سخت گیری کے مجھ سے کچھ نہ کہتے بلکہ بہت مہربانی سے پیش آتے اور پوچھتے تم کہاں تھے۔ اب سوچ لو کہ منتر جس میں صرف چند کلمات ایک دوسرے کے مشابہ ہوتے ہیں اور لوگ اس پر عقیدہ رکھتے ہیں وہ تو ایسا موثر ثابت ہوتا ہے اور آج کل کے لوگ تو ایسے ہیں کہ دعا اور کلام الٰہی پر بھی اعتقاد نہیں رکھتے اور مشروع چیزوں پر بھی عمل نہیں کرتے ہیں۔ اسی مناسبت سے یہ حکایت بیان فرمائی کہ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے زمانے میں ایک شخص تھا جس کے دونوں پیر اور ایک ہاتھ کاٹ ڈالے گئے تھے۔ وہ اپنا ہاتھ لے کر امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں (کسی کے ساتھ) حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ کی بزرگی اور کرامت سے یہ ممکن ہے کہ میرا ہاتھ دوبارہ جڑ جائے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنا دست مبارک اس کی

آستین میں ڈالا اور اس کا کٹا ہوا ہاتھ ہاتھ پر رکھ کر جوڑ دیا۔ ہاتھ ٹھیک ہو گیا۔ اس شخص نے پوچھا کہ آپ نے کیا پڑھ کر دم کیا تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ تم کو اس سے کیا مطلب، یہ مت پوچھو ورنہ تم کو نقصان ہوگا۔ اس نے بہت اصرار کیا کہ مجھے بتا دیجئے تو آپ نے فرمایا کہ سورہ فاتحہ پڑھی تھی اس نے کہا بس خالی سورہ فاتحہ۔ جیسے ہی اس کی زبان سے یہ بات نکلی اس کا ہاتھ دوبارہ کٹ کر گر پڑا۔

اسی درمیان میں ایک عزیز کی طبیعت کے بارے میں بات نکلی فرمایا کہ اس کو کبھی خوش دیکھا ہے۔ بندۂ امیدوار نے عرض کیا کہ بچپن میں مجھے انھوں نے بہت اچھی طرح رکھا ہے۔ حضرت شیخ مسکرائے اور فرمایا کہ ہاں تم نے بہت اچھی بات کہی۔ میں نے امیر حسن رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ ایک بار امیر حسن نے ان کو پریشان کیا تھا جب انھوں نے امیر حسن سے پوچھا کہ اس حالت میں کیا کھانا چاہیے امیر حسن نے یہ لطیفہ بیان کیا۔ (یہ لطیفہ کسی بھی صورت سے سمجھ میں نہ آیا نہ عبارت نہ اشارت ۱۲ منہ) اس کے بعد فرمایا کہ کبھی وہ ایسے خوش مزاج تھے۔

اتوار ۱۰ ر شوال ۷۳۲ھ

قدم بوسی کے بعد ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریاؒ سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ جو بھی ورد میں نے کسی سے سنا اس کو کرنے کی پوری کوشش کی لیکن ایک چیز ایسی تھی کہ میں کر نہیں پایا وہ یہ کہ میں نے ایک شخص کے بارے میں سنا تھا کہ وہ صبح کی نماز اور ختم قرآن ساتھ ساتھ کرتا ہے۔ میں نے بہت کوشش کی لیکن میں یہ نہیں کر پایا۔ اس کے بعد فرمایا کہ ہمارے خواجہ کا ایک مرید ہے جو ایک لقمہ پر ۳ بار سورۂ یٰسین پڑھتا ہے پھر لقمہ منھ میں رکھتا ہے اور مخدوم کے ارشاد فرمانے سے میں نے یہ اندازہ لگا لیا کہ یہ مرید اور کوئی نہیں آپ خود ہیں مگر چھپانے کی خاطر اپنا نام نہیں لیتے۔ اسی جگہ بیان فرمایا کہ آج کل کے لوگ ایسے ہیں کہ جو کچھ وظیفے وغیرہ سنتے ہیں اس پر عمل تو کرتے ہیں لیکن اس

لیے کہ ان کی عبادت وریاضت کا چرچا مخلوق میں ہونے لگے یا اس کے ذریعے دنیا حاصل ہو۔ اس کے بعد فرمایا۔ ایک پہلوان یعنی کشتی لڑنے والا ایسا تھا کہ کبھی کشتی میں اس کی پیٹھ زمین سے نہیں لگی تھی۔ اس نے ایک دن اپنے دل میں سوچا کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں پھر کہا میں تو ایک باورچی کا شاگرد ہوں اور بہت برا آدمی ہوں۔ پھر اس کے دل میں خیال آیا کہ تعلیم سے بہتر کوئی کام نہیں۔ ایک عرصے تک تحصیل علم میں متوجہ رہا۔ آخرکار دانشمند فاضل بن گیا۔ پھر اس نے غور کیا کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں پھر یہ جانا کہ میں بے وقوف ہوں جس مجلس میں بھی جاتا ہوں دوسرے کو الزام دیتا ہوں اور تکلیف پہنچاتا ہوں اور اپنی برتری کا خواہاں ہوں۔ پھر سوچا کہ اس سے بہتر کوئی کام کرنا چاہیے۔ دل میں آیا کہ تصوف اچھی چیز ہے چنانچہ ایک شیخ نامدار وصوفی قوی حال کی خدمت میں آیا اور عبادت وریاضت میں مشغول ہو گیا۔ تھوڑے عرصے کے بعد پھر سوچا کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں۔ دل میں آیا کہ میں ایک بدبخت اور سیاہ رؤ اور ناقص انسان ہوں۔ پھر اس جگہ شیخ نے فرمایا کہ جب انسان کسی فن میں کمال کو پہنچتا ہے تو اپنے عیوب سے آگاہی حاصل ہوتی ہے اور یہی کمال کی دلیل ہے اور ان ہی معنوں میں فرمایا۔ میں نے اپنے خواجہ (حضرت خواجہ نظام الدینؒ) نور اللہ مضجعہٗ وطیب اللہ ثراہ کی زبان مبارک سے سنا کہ جب حضرت سلطان العارفین خواجہ ابراہیم ادہم بلخی قدس اللہ سرہٗ وروحہٗ نے بادشاہی ترک کی تو کبھی مزدوری کرتے اور کبھی لکڑی فروخت کرتے اور اس سے جو کچھ حاصل ہوتا آدھا راہ خدا میں صدقہ کر دیتے اور آدھے سے کھانے کا انتظام کرتے۔ پھر اس کھانے میں سے بھی آدھا راہ خدا میں دے دیتے اور باقی بچے کو پانی کے ساتھ نگل لیتے اور روتے اور کہتے کہ اے خدا! اس کھانے کو میرے لیے حلال بنا دے۔ اور اسی مقام پر بیان فرمایا کہ میں نے اپنے خواجہ قدس اللہ سرہٗ وروحہٗ کی ایک تحریر دیکھی ہے جس میں لکھا ہے کہ ایسا آدمی جو پانچ دن کے فاقے سے ہو اور خلق کے سامنے اظہار کر دے اس کا توکل درست نہیں ہو سکتا۔ اور اسی

مناسبت سے ارشاد فرمایا۔ خواجہ ابراہیم ادہم بلخیؒ ایک بار روزہ سے تھے اور افطار کے وقت کچھ موجود نہ تھا۔ اس رات انھوں نے چار سو رکعات نفل پڑھیں اور عرض کیا کہ اے خدا یہ اس چیز کا شکرانہ ہے کہ تو نے مجھے افطار کے وقت کچھ نہ دیا۔ یہاں تک کہ چھ راتیں مسلسل اسی طرح کرتے رہے اس کے بعد ہاتھ پیروں میں طاقت نہ رہی۔ انھوں نے عرض کیا کہ بار خدایا شاید اب تو مجھے کچھ عطا کرنے والا ہے۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ خواجہ! میرے گھر تشریف لے چلیں آپ کی دعوت ہے۔ خواجہ اس کے گھر تشریف لے گئے۔ افطار کے بعد اس آدمی نے اپنا تمام مال واسباب خواجہ کے سامنے لا کر رکھ دیا اور عرض کیا کہ یہ سب آپ کا ہے۔ خواجہ ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً نے دریافت فرمایا کہ کیسے، اس نے عرض کیا کہ میں آپ کا غلام ہوں۔ خواجہ نے یہ بات سنی اور اس کو آزاد کر دیا اور وہ سب مال واسباب اسی کو بخش دیا اور گھر سے باہر نکلے اور منہ آسمان کی طرف کیا اور فرمایا کہ الٰہی میں تجھ سے دوسرے کی مدد کی درخواست نہیں کرتا۔ اسی جگہ حضرت بابرکت مخدوم ادام اللہ برکاتہٗ وانفاسہٗ نے یہ شعر زبان مبارک سے پڑھا:

کار تر دامنانِ رعنا نیست
سنگِ زیرین آسیا بودن

(چکّی کے نیچے کا پاٹ بننا نازک بدن اور نازک مزاج آدمی کے بس کی بات نہیں)

اور فرمایا کہ یہ شعر شیخ سعدیؔ کا ہے اور میں نے اپنے شیخ کی زبان سے ایک بار سنا ہے جب میں شیخ کے دولت خانے پر حاضر تھا۔ شیخ نے چاشت کی نماز پڑھی اور فرمایا کہ مولانا برہان الدین کو بلاؤ جب میں حاضر ہوا تو دیکھا مخدوم شیخ مشغول تھے اگرچہ بظاہر کچھ نہیں پڑھ رہے تھے لیکن باطن میں ایسے مشغول بحق تھے کہ آپ کے رخسارہ مبارک بالکل سرخ تھے۔ میں نے دیکھا کہ آہستہ آہستہ دل میں کچھ پڑھ رہے ہیں۔ ایک بار آپ نے بلند آواز سے پڑھا تو میں نے سنا یہی دو مصرع تھے لیکن آپ اس طرح پڑھ رہے تھے:

کارِ نازک تنا و رعنا نیست
سنگ زیرین آسیا بودن

(چکّی کے نیچے کا پاٹ بننا نازک بدن اور نازک مزاج آدمی کے بس کی بات نہیں)

اور ایک بار اور میں حضرت مخدوم شیخ قدس اللہ روحہ کی خدمت میں دہلیز خانے میں بیٹھا ہوا تھا۔ مجھ کو بلوایا اور کچھ آہستہ آہستہ پڑھ رہے تھے۔ اچانک ایک بار بلند آواز سے مجھ کو سنانے کے لیے پڑھا۔ وہ بھی یہی دونوں مصرعے تھے۔ اس کے بعد حضرت مخدوم نے فرمایا کہ دو تین روز ہوئے ایک دوست نے اسی جگہ پوچھا کہ آپ نے ذکر شاہد کیا ہے اس کے کیا معنی ہیں۔ اس کو سمجھانے کے لیے ایک بات بتاتا ہوں (اور وہ یہ ہے کہ) اولیاء اللہ اور بزرگوں کی ارواح مقدسہ حاضر ہوتی ہیں اور وہ بہت لطیف اور خوبصورت ہوتی ہیں جب تک آنکھ اور دل و جسم پاک نہ ہوں ان کی شناخت ممکن نہیں اور جب کوئی ایسا ہو جاتا ہے جو ان کی صحبت کی طرف راغب ہو جائے تو یقیناً اگر ہزار شاہد بھی اس کے پاس بیٹھیں تو وہ ان کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا ہے۔ اسی جگہ ارشاد فرمایا۔ صاحب منظومہ آدمیوں کو تعلیم دیتے تھے اور جب آدمی پڑھ کر چلے جاتے تو جنات کو پڑھاتے۔ اسی طرح جب کتاب ختم ہو جاتی تو وہ لوگ بطور شکریہ کے نذرانہ پیش کرتے۔ ایک بار ان کے حجرے کو سونے (مال و دولت) سے بھر دیا اور کہا کہ ہم شکرانہ خدمت میں لائے ہیں۔ صاحب منظومہ نے کہا میں اس کا کیا کروں گا تم لوگ میری ایک بات بطور شکرانہ قبول کرو وہ یہ کہ رسول اکرمؐ کی امت میں کسی کو بھی تکلیف نہ دینا۔ انھوں نے قبول کیا کہ ہم آپ اور آپ کے تابعین کو کبھی تکلیف نہ پہنچائیں گے اور عہد نامہ لکھ لیا گیا۔ اور وہ عہد نامہ میرے والد کے گھر میں موجود تھا اور اس میں تحریر تھا کہ جو اس کو پڑھے گا یا اپنے ساتھ رکھے گا اس کو کوئی تکلیف نہ ہوگی اور ایک بہت طویل دعا لکھی تھی جو کوئی اس دعا کو پڑھے گا تو پڑھنے کے وقت وہ (جنّات) حاضر ہو جائیں گے۔ اس کے بعد عفو و درگذر کے بارے میں گفتگو ہونے لگی فرمایا کہ جو شخص حاکم یا بادشاہ ہو اگر وہ مخلوق خدا کے ساتھ عفو و درگذر سے کام لے اور

پریشان حال کی مدد کرے تو مشکلات میں اس کی مدد کی جاتی ہے یعنی وہ چیز اسی کے کام آتی ہے۔ اسی مقام پر ارشاد فرمایا کہ ہمارے خواجہ رحمۃ اللہ علیہ واسعۃ نے فرمایا کہ ایک بار ایک شخص شیخ الاسلام فریدالدین قدس روحہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ مجھ کو فلاں آدمی سے کام پڑا ہے اگر حضور سفارش فرمادیں (تو کام ہوجائے) شیخ نے خود بھی اس سے کہا اور اس کے پاس کہلایا بھی لیکن اس نے نہ سنا۔ شیخ الاسلام فریدالدین نے اس سے فرمایا کہ شاید تو نے بھی کسی کی سفارش نہیں سنی ہے کیونکہ آدمی جیسا کرتا ہے ویسا ہی اس کو پیش آتا ہے۔ پھر شیخ الاسلام نے یہ مصرعہ پڑھا:

ع: ہم کردۂ تو بہ پیشت آرند
(تیرا عمل ہی آیندہ تیرے سامنے لایا جاتا ہے)

جمعہ ۲۷/ذی قعدہ ۷۳۲ھ

آج دست بوسی وقدمبوسی کی سعادت کی دولت حاصل ہونے کے بعد دسترخوان بچھایا گیا اور اصحاب مجلس کھانے میں مشغول ہوگئے۔ خواجہ مبارک غوری کھانا نہیں کھا رہے تھے اور کہا کہ میں روزے سے ہوں۔ جب دسترخوان اٹھایا گیا تو خواجہ مبارک قدموں پر گر پڑے اور عرض کیا کہ مجھ سے غلطی ہوئی معاف فرمائیں۔ حضرت شیخ نے اپنے عام لطف وکرم سے معاف فرمایا۔ اسی جگہ ارشاد فرمایا ایک بزرگ تھے جن کو خواجہٗ سگان کہتے تھے وہ اس وجہ سے کہ چالیس کتے ہر وقت ان کے ساتھ رہتے تھے اور وہ بہت مقبول بارگاہ دیوانے (مجذوب) تھے۔ جب بازار جاتے تو کتے ان کے ہمراہ ہوتے۔ وہ کسی دوکان میں بیٹھ جاتے جب کوئی بزرگ ادھر سے گذرتے تو کہتے ان بیچاروں کے لیے ناشتے کا انتظام کر دیجئے چونکہ وہ مقبول بارگاہ الٰہی تھے اور ان کو قبولیت ازلی حاصل تھی کوئی ان کی بات رد نہ کرتا اور ان کی دعا بھی کبھی رد نہ کی جاتی تھی۔ ایک بار رمضان کے مہینے میں شیخ الاسلام وہاں

سے گذرے۔ وہ دیوانہ عادت کے مطابق بیٹھا ہوا تھا۔ بولا ان کتوں کے ناشتے کا
انتظام کر دیجئے۔ شیخ الاسلام نے انتظام کر دیا۔ ان بزرگ نے کہا کہ تم بھی بیٹھ جاؤ
کھالو۔ شیخ الاسلام اس کے پاس بیٹھے اور کھایا۔ اس نے کہا مکہ جانا مبارک ہو اور
اس کو خود اس بات کی خبر نہ ہوئی۔ شیخ الاسلام کو لوگوں نے جو کھاتے ہوئے دیکھا تو
فوراً حاکم تک خبر پہنچائی اور عالموں نے حاکم سے کہا یہ اچھی بات نہیں اس سے مخلوق
گستاخ و بے ادب ہو جائے گی۔ ان کو یہاں سے ہٹا دینا چاہیے۔ شیخ الاسلام نے
فرمایا کہ میں نے کتابوں میں روزے کی قضاء اور کفارے کے بارے میں پڑھا ہے
میں قضا رکھوں گا اور کفارہ ادا کروں گا لیکن اولیاء اللہ اور مردان خدا کی باتوں کا
انکار کرنا اس کا کوئی کفارہ اور قضا نہیں ہے۔ حاکم نے ان سے کہا کہ جائیے مکہ
تشریف لے جائیے (اور ان کے جانے کا انتظام کر دیا) یہ اس بات کی برکت ہے
کہ آپ نے مردان خدا کی بات رد نہ کی۔ چنانچہ دوسرے ہی دن مکہ شریفہ جانے
کی سعادت حاصل ہوئی۔ اور انہی معنوں میں مخدوم شیخ ذکرہ اللہ بالخیر والسعادۃ
نے فرمایا ایک بار دو بزرگوار کھانا نوش فرما رہے تھے ایک آدمی آیا انھوں نے کہا آؤ
ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ۔ اس آنے والے نے کہا میں روزے سے ہوں۔ ایک
بزرگ نے کہا ایک ہفتے کے روزوں کا ثواب تجھ کو ملے گا اس نے نہ کھایا۔ دوسرے
بزرگ نے کہا ایک مہینے کے روزوں کا ثواب ملے گا کھالو پھر بھی اس نے نہ کھایا۔
تب ان بزرگوں نے کہا سبحان اللہ کل بازار میں ترا ہاتھ کاٹا جائے گا اس واسطے کہ
آج تو نے ہمارے پیالہ میں ہاتھ نہیں ڈالا۔ دوسرے دن اس شخص کو کسی جُرم کی
پاداش میں لوگوں نے پکڑ لیا اور بازار میں اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ پھر حضرت مخدوم شیخ
نے خواجہ مبارک غوری کی سمت دیکھا اور فرمایا کہ جس بستی میں تم رہتے ہو وہاں
اگر تم سے کوئی کہے کہ کھالو (روزے کی حالت میں) تو مت کھانا بلکہ اس حالت
میں کہنے والے کو دیکھنا چاہیے کہ کیسا ہے۔ اس کے بعد فرمایا۔ ایک بار ایک مسافر
ایک فقیر کے گھر میں آیا۔ صاحب خانہ نے کھانا پانی اس کی خدمت میں پیش کیا اس

نے کہا یہ سب کیا پیش کرتے ہوا پنی بیٹی کو پیش کرو۔ وہ میری خدمت کرے وہ فقیر حیران رہ گیا سچ بات یہ ہے کہ اس گروہ (صوفیاء) کے لباس میں بہت سے بیہودے لوگ بھی چھپے ہوتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ شیخ الاسلام نظام الدین قدس روحہ کی زبان مبارک سے میں نے سنا ہے کہ ایک بار ایک مسافر لنگر خانے میں آیا۔ لنگر خانے کی منتظم ایک جوان اور خوبصورت عورت تھی۔ اس نے کھانا اور پانی پیش کیا۔ مسافر نے کہا یہ کیا پیش کرتی ہو اپنے کو پیش کرو۔ عورت نے کہا میں تو حاضر ہی ہوں عجلت کیوں کرتے ہو۔ کھانے پینے سے فارغ ہو لو رات پڑی ہے اور یہ کام رات ہی میں درست ہو گا۔ چنانچہ اس نے کھانا وغیرہ کھایا جب رات ہوئی تو وہ عورت بغیر مسافر کے بلائے خود ہی اس کی خواب گاہ میں پہنچ گئی اور مسافر کے پاس بیٹھ گئی۔ ہر چند مسافر نے نفس پرستی کی کوشش کی مگر قادر نہ ہوا اس عورت نے اس کو مضبوط پکڑ لیا اور کہا تم نے دعویٰ کیا تھا اب جب تک دعویٰ پورا نہ کرو گے میں نہیں چھوڑوں گی وہ بیچارہ عاجز ہو گیا اور اسی وقت عورت کے سامنے توبہ کی۔ اور اس عورت کا مرید و عقیدت مند بن گیا۔ اسی جگہ فرمایا۔ افغانستان کے قریب ایک قبیلہ ہے وہاں کے رسم و رواج کے مطابق جب کوئی مسافران کے گھر میں آتا ہے تو کھانا پانی پیش کرتے ہیں اور ایک گوشہ میں خوابگاہ آراستہ کرتے ہیں اور جو عورت بھی موجود ہوتی ہے خواہ بیوی ہو یا بیٹی یا ماں یا لونڈی ان میں سے کسی ایک عورت کو رات کے وقت مسافر کے پاس بھیجتے ہیں اور اس کو پہلے سے سمجھا دیتے ہیں کہ مسافر کو اپنے اوپر پورا اختیار دے دینا۔ صبح کو اس سے پوچھتے ہیں اگر مسافر نے اس کو اپنے پاس آنے نہ دیا ہوتا تو کہتے ہیں کہ کچا ہے اپنے اوپر بھروسہ نہیں رکھتا اور اگر رات بھر عورت اس کی خدمت میں رہے اور اس کو کوئی توجہ نفسانی اس عورت کی طرف نہ ہو تو کہتے ہیں کہ یہ حقیقتاً مرد ہے اور اپنے نفس پر مکمل قابو اور قدرت رکھتا ہے اور اگر نعوذ باللہ نفس پرستی کرتا ہے تو صبح کو کپڑا و مال و دولت اس کو دیتے ہیں اور وہاں سے دوسرے گھر میں مہمانی کرتے ہیں۔ نتیجتاً تین روز کے بعد وہی کپڑا اس کا

کفن بن جاتا ہے یعنی اس کو قتل کر کے ویسے ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ اسی جگہ فرمایا۔
ایک فقیر کی بیوی بہت حسین و جمیل تھی اور وہ آدمی خود بہت ہی محتاج تھا۔ اس عورت سے اس کی شادی دھوکہ سے ہوگئی تھی وہ عورت ہر وقت اس کو طعنے دیتی کہ میں اتنی خوبصورت ہوں سیکڑوں لوگ میرے طلب گار تھے مگر میں کیا کروں تیرے گھر میں بھوکی مر رہی ہوں۔ ایک دن فقیر نے اس سے کہا کہ اچھا جہاں تیرا دل چاہے چلی جا۔ عورت نے سر پر چادر ڈالی اور تمام شہر میں گھومتی رہی کسی نے اس کی طرف نہ دیکھا مگر ایک آدمی آیا اور اس کے سر سے چادر کھینچ لی۔ جب عورت گھر واپس آئی تو بہت مغموم تھی۔ فقیر کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ فقیر نے پوچھا کہ کیا ہوا۔ اس نے کہا کہ کسی نے میری طرف توجہ نہ کی مگر ایک آدمی آیا اور میری چادر سر سے کھینچ لی۔ فقیر نے کہا ہاں میں نے بھی ایک بار ایک عورت کے سر سے چادر کھینچی تھی۔ اس کے بعد ارادت کے بارے میں گفتگو ہونے لگی حضرت شیخ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ارادت کیا ہے۔ اَلْاِرَادَۃُ تَرْکُ الْاِرَادَۃِ۔ ارادت اپنی خواہش کو ترک کر دینا ہے یعنی مرید کی اپنی خواہش باقی نہ رہے بلکہ پیر جس صورت سے چاہے کرے اور مرید کو اپنے اوپر کوئی اختیار نہ رہے۔ اسی جگہ مشائخ کے تحمل و برداشت کا ذکر نکلا۔ شیخ نے اسی کے مناسب چند واقعات بیان فرمائے۔ ایک درویش تھے بہت بزرگ۔ ایک بار اچانک بادشاہ ان سے ناراض ہوگیا اور ان کو قید کر دیا اور ایک حبشی ظالم سپاہی ان پر مقرر کر دیا جب وہ بزرگ نماز پڑھتے اور سجدے میں جاتے حبشی ان کے ڈنڈا مارتا۔ ان بزرگ کا ایک مرید دوسرے شہر میں رہتا تھا۔ اتفاقاً وہ اپنے پیر کی زیارت کے لیے آیا لوگوں نے اس سے کہا کہ تیرے پیر کو بادشاہ نے قید کر دیا ہے۔ مرید اس جگہ پہنچا جب حبشی کی بے ادبی دیکھی تو اس کی طرف دیکھا۔ حبشی مر کر گر پڑا۔ پیر نے کہا اے خونی تم یہاں کب آئے کیونکہ مجھے معلوم نہیں ہوا کہ کب اس کا کام تمام ہوگیا۔ مرید نے کہا کہ میں اپنی ذات کے لیے برداشت کر سکتا ہوں لیکن آپ کی ذات کے لیے یہ برداشت نہیں کر سکتا۔ پیر نے کہا کہ جب تجھ کو حضرت حق کے بارگاہ میں

حضوری حاصل ہے تو میرا یہ پیغام پہنچا دینا کہ اگر اس حبشی کی طرح تمام مخلوق مجھ پر مسلط کر دے اور پوری دنیا کی زنجیریں اور بیڑیاں میری گردن میں ڈال دے تب بھی میں اپنی بات سے نہ پھروں گا۔ مرید نے کہا کہ وہ بات کیا ہے۔ کہا میں نے ایک بار کہا تھا: الٰہی میں تجھے دوست رکھتا ہوں۔ پھر حضرت مخدوم ذکرہ اللہ بالخیر والسعادۃ نے یہ شعر زبان مبارک سے ارشاد فرمایا:

زاہدی چیست ترک بد گفتن
عاشقی چیست ترک خود گفتن

(زُہد کا مطلب بدگوئی ترک کرنا ہے اور عاشقی اپنی ذات کو ہی ترک کر دینا ہے)

اسی جگہ ارشاد فرمایا کہ ابدال تین چیزوں سے ابدال بنتے ہیں۔ قلۃ الطعام و قلۃ المنام وقلۃ الکلام۔ یعنی کم کھانا کم سونا اور کم بولنا۔ لیکن وہ چیز جس سے مرد کامل کمال کو پہنچتا ہے وہ لوگوں کو برداشت کرنا ہے یعنی جو کچھ بھی اس کو اپنے بھائیوں اور لوگوں سے پہنچے اس کو برداشت کرے کیوں کہ مرد کامل وہی ہے جو سب کچھ برداشت کرنے کی طاقت رکھتا ہو۔ اس کے بعد فرمایا کہ تم نے اچھا کیا جو آج میرے پاس آگئے۔ اب یہاں سے کہاں جاؤ گے؟ خواجہ حمّاد نے عرض کیا کہ بدوسرائے جانا چاہتا ہوں فرمایا نہیں۔ یہاں سے سیدھے گھر جاؤ تا کہ یہ برکت تمہارے گھر پہنچے۔ اس مقام پر دعا کی برکت کی بات نکلی فرمایا۔ ایک سوداگر کے پاس ایک غلام تھا۔ ایک بار غلام نے چاہا کہ سوداگر کو ہلاک کر دے اور تمام مال و اسباب حاصل کر لے۔ ایک رات جب سوداگر سو رہا تھا غلام آیا اور اس کو ذبح کر دیا اور خود جا کر سو گیا۔ جب صبح ہوئی تو سوداگر صحیح وسلامت اٹھا اور غلام کو جگایا۔ غلام بہت متعجب ہوا کہ میں نے تو اس کو ذبح کر دیا تھا پھر یہ کیسے زندہ ہے۔ دوسری رات اس نے اس کا پیٹ چاک کر دیا جب صبح ہوئی تو پھر سوداگر صحیح سلامت اٹھا۔ تیسری رات غلام ایک بڑا پتھر لایا اور اس کے سر پر اس زور سے دے مارا کہ اس کا بھیجہ باہر نکل آیا۔ پھر جب دن ہوا تو سوداگر صحیح وسلامت اٹھا۔ غلام آیا اور اس کے

قدموں پر گر پڑا اور کہا میں نے تین بار ایسا ایسا کیا آپ کیسے بچ گئے۔ سوداگر نے کہا میں ہر رات سوتے وقت جو دعا پڑھتا ہوں اس کی برکت سے حق تعالیٰ نے میری حفاظت فرمائی۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ اس دعا کی برکت سے حق تعالیٰ ایک فرشتہ سوداگر کی شکل میں بھیج دیتا تھا۔ غلام اسی کو خواجہ سمجھ کر اپنی دانست میں قتل کر دیتا تھا۔ اس کے بعد فرمایا کہ وہ دعا مجھ کو یاد ہے۔ بندۂ امیدوار کے بھائی خواجہ حماد نے عرض کیا کہ اگر حضرت حکم فرمائیں تو وہ دعا میں بھی لکھ لوں۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ وہ دعا بہت لمبی ہے اور مجھے یاد ہے اور یاروں میں کسی ایک کو یاد ہونا ہی کافی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ فرصت کے وقت لکھوا دی جائے گی۔ اسی مناسبت سے ارشاد فرمایا کہ ایک بادشاہ کا ایک دشمن تھا ایک بار اس نے بادشاہ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا اور چند آدمیوں کو اس کے لیے تیار کیا کہ رات میں اس کو قتل کر دیں جب وہ لوگ بادشاہ کی خوابگاہ میں آئے تو اس کو نہ پایا۔ دوسری رات پھر گئے دیکھا کہ بادشاہ کا آدھا جسم تخت پر پڑا ہے۔ ان لوگوں نے آپس میں کہا کہ چلو اچھا ہوا ہم سے پہلے ہی کسی نے اس کو قتل کر دیا اور مطمئن ہو کر واپس لوٹ گئے۔ جب صبح ہوئی تو بادشاہ کو صحیح وسلامت پایا۔ اس دشمن نے رات کا واقعہ بادشاہ سے بیان کیا۔ بادشاہ نے کہا میں روز رات کو سورۂ یٰسین پڑھ کر سوتا ہوں اس سے حق تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان ایک حجاب ڈال دیتا ہے۔ آج رات میں نے آدھی سورۃ پڑھی تھی۔ اسی لیے تم کو میرا آدھا جسم تخت پر نظر آیا۔ اس کے بعد مشغولی کے بارے میں بات نکلی فرمایا کہ شیخ الاسلام خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ کی مشغولی (استغراق) بہت سخت ہوتی تھی اور آپ ہمیشہ مراقبہ میں رہتے تھے اگر کوئی آنے والا آتا تو خادم آپ کو مشغولی سے ہوشیار کر دیتا اس طرح جیسے کوئی سونے والا جگایا جاتا ہے اور آپ کے چہرۂ مبارک سے بھی ایسے ہی ظاہر ہوتا (جیسے سو کر اٹھے ہوں) اور آنے والے سے دو ایک نصیحت آمیز باتیں کرتے اور اس کے بعد رخصت کرتے اور فرماتے کہ اگر تم کو یہاں اچھا لگے تو ٹھہرو ورنہ جاؤ اور اتنا کہہ کر پھر مراقبہ میں

چلے جاتے اور خادم اس آنے والے کو خُرما یا روٹی یا پھول دے کر رخصت کرتا اور آپ کے یہاں دستر خوان کا رواج نہ تھا۔ دستر خوان کا رواج ہمارے خواجہ شیخ الاسلام نظام الدین قدس اللہ روحہٗ کے زمانے سے شروع ہوا اگرچہ شیخ الاسلام فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ واسعۃً کا بھی دستر خوان تھا لیکن ہمارے خواجہ کا دستر خوان بہت وسیع تھا۔ فرماتے تھے کہ جب شیخ الاسلام قطب الدین سفر میں ہوتے اور کہیں بھی قیام فرماتے تو آنکھ بند کر کے یادِ حق میں مشغول ہو جاتے یہاں تک کہ جب حالت سکر میں آپ کا سر مبارک دیوار سے لگتا تو آپ آنکھیں کھول دیتے اور روانہ ہو جاتے۔ پھر تھوڑی دیر چلتے اور پھر رُک کر اسی طرح مشغولی کرتے۔

اور اسی مناسبت سے ارشاد فرمایا۔ ایک بار ایک بزرگ نے شیخ الاسلام جلال الدین تبریزیؒ کی مع آپ کے تین ساتھیوں کے دعوت کی اور آپ کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگوں کو بلایا۔ لیکن ان چار بزرگوں کے لیے چار گوشوں میں الگ انتظام کیا تھا اور چار آدمی ان چاروں کے ہاتھ دھلانے کے لیے مقرر کیے جو شخص شیخ الاسلام جلال الدین تبریزیؒ کے ہاتھ دھلانے گیا وہ ایک حسین لڑکا تھا۔ جب اس نے شیخ کو مشغول دیکھا تو ہاتھ دھلانے کے بجائے واپس آ گیا۔ جب دستر خوان بچھایا گیا تو سب کے آگے ایک ایک پیالہ رکھا گیا مگر اس لڑکے نے جب شیخ کو مشغول پایا تو ادباً ٹھہرا رہا۔ شیخ الاسلام نے اپنے ہاتھ سے اس لڑکے کے منہ میں ایک لقمہ دیا۔ اسی وقت وہ لڑکا صاحب نعمت (بزرگ) ہو گیا۔ اور اس کے بعد خواجہ نے شیخ الاسلام جلال الدین تبریزیؒ کے مناقب و محامد بیان کیے اور فرمایا کہ ایک بار شیخ الاسلام راستے سے گزر رہے ایک جوان مسجد کے دروازے کے پاس کھڑا تھا جب شیخ کی نظر اس پر پڑی تو فرمایا کہ اسی مسجد میں بیٹھ جا۔ وہ جوان مسجد میں بیٹھ گیا اور فتوحات حاصل ہونے لگے اور وہ شیخ قوی حال بن گیا حالانکہ وہ ان کا مرید بھی نہ تھا تب بھی ایسی نعمت اس کو عطا کی۔ اس کے بعد فرمایا شیخ الاسلام جلال الدین تبریزیؒ بہت فیّاض اور سخی تھے اور آپ کے مریدین میں زیادہ تر سب غریب تھے۔ یہاں پہنچ کر

کرامت کی بات ہونے لگی فرمایا۔ ایک زبان دراز مسافر جنگل میں پہنچا وہاں ایک فقیر رہتا تھا۔ مسافر کو معلوم ہوا کہ یہاں ایک فقیر رہتا ہے اس نے کہا کہ اگر یہ فقیر صاحب کرامت ہے تو دہی کھلائے گا۔ اور جب اس فقیر کے سامنے پہنچا تو بولا کہ اگر صاحب کرامت ہو تو مجھے دہی کھلاؤ۔ فقیر نے کہا چند قدم آگے جاؤ تم کو دہی ملے گا جب وہ چند قدم آگے بڑھا تو ایک صحرا میں پہنچا جو پورا دہی کا بنا ہوا تھا۔ اسی مناسبت سے ارشاد فرمایا۔ ایک بار ایک مسافر شہر میں آیا اور دروازے کے سامنے ایک بڑھیا کا جھونپڑا تھا۔ مسافر نے تہبند اٹھائی اور چھپّر پر پیشاب کرنے لگا اور کہتا جاتا کہ میں آگ بجھا رہا ہوں۔ اسی رات اس شہر میں آگ لگ گئی ایسی کہ کوئی عمارت یا چھپّر باقی نہ بچا جو جل نہ گیا لیکن اس بڑھیا کے چھپّر میں آگ نہ لگی۔ اس جگہ مجاہدہ کے بارے میں بات ہونے لگی۔ فرمایا: ایک بار ایک مسافر شیخ الاسلام نظام الدین قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا شیخ کھانا نوش فرما رہے تھے وہ بھی دسترخوان پر بیٹھ گیا۔ شیخ نے دریافت فرمایا کہ تم نے اس سفر میں کتنے درویش دیکھے وہ ہر ایک کا نام اور صفت بتاتا کہ فلاں درویش ایسا دیکھا جو کبھی آرام نہ کرتا اور فلاں درویش ایسا اور ایسا دیکھا اور ایک درویش میں نے ایسا دیکھا جو نہ کبھی سیر ہو کر کھاتا اور نہ کبھی نیند بھر سوتا۔ جب مسافر نے یہ بات کہی تو حضرت خواجہ لقمہ بنا کر منھ میں رکھنے جا رہے تھے فوراً آپ نے لقمہ واپس رکابی میں رکھ دیا اور نوش نہ فرمایا الحمد للہ۔

بدھ یکم محرم ۷۳۳ھ

قدمبوسی کے بعد معلوم ہوا کہ آج ہی خواجہ صدر الدین سر خطیب سیونہہ خواجہ حمّاد کے ساتھ اس ارادے سے حاضر ہوئے تھے کہ بیعت کریں اور بزرگان مخدوم کے سلسلے میں داخل ہوں۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ عرض کرتے حضرت شیخ نے یہ اشعار پڑھے:

اے برسر چہ نشستہ برہ می طلبی بادیدۂ پُر غبار رہ می طلبی

ز اینجا ہمہ عاشقان سر بازانند داری سرِ آن کہ تو کلہ می طلبی

(اے کنویں کے کنارے بیٹھ کر پان کی خواہش کرنے والے تم دھول بھری آنکھوں سے راستہ طے کرنا چاہتے ہو۔ یہاں سب سر کٹے عاشق ہیں اور تم کُلاہ چاہتے ہو اس کا مطلب تمہارا سر سلامت ہے)

اس کے بعد فرمایا کہ سعادت مند وہ شخص ہے جو کسی درویش سے بیعت ہوجائے تاکہ اگر اس کو خود بزرگی نہ بھی حاصل ہو تو کم از کم ان بزرگ کی خدمت کی سعادت تو حاصل ہوگی۔ اسی جگہ فرمایا کہ ایک آدمی ایک بزرگ کی طرف سے بداعتقادی رکھتا تھا اور ان بزرگ کے سات حُجرے تھے اور ہر حُجرے میں ایک حرم تھی۔ جب وہ بدعقیدہ شخص آیا تو ان بزرگ نے کہا کہ میں حُجرے کے اندر جارہا ہوں تم باری باری ہر حجرے میں جا کر دیکھو وہ شخص جس حُجرے میں بھی گیا وہاں ان بزرگ کو دیکھا۔ جب وہ بزرگ باہر آئے تو انھوں نے کہا کہ اب تمہاری بداعتقادی درست ہوئی۔ وہ شخص ان کے قدموں پر گر پڑا اور فوراً مرید ہوا۔ اس کے بعد حضرت مخدوم قدس سرہٗ نے خواجہ حماد سے پوچھا کہ یہ تمہارے دوست کس ارادے سے آئے ہیں؟ خواجہ حماد نے عرض کیا کہ بیعت ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ یہ خیال ان کے دل میں کہاں سے پیدا ہوا۔ خواجہ حماد نے پھر عرض کیا کہ ہم ایک ساتھ رہتے ہیں اسی صحبت کی وجہ سے ان کو بھی شوق پیدا ہوا ہے۔ اس کے بعد صدرالدین مذکور نے بیعت کی اور خرقہ سے مشرف ہوئے۔ اس جگہ مشائخ کے اخلاق کا ذکر ہونے لگا۔ خواجہ نے فرمایا کہ بیعت لینا اور مرید کرنا ایسے شخص کے لائق ہے جو بندگانِ حق کا خیر خواہ ہو مثلاً اگر کوئی آدمی کسی فقیر کے پاس جائے اور وہ فقیر اس سے بھاگے اور اچانک اس کے راستے میں کنواں آجائے تو یہ اس کے پیچھے پیچھے دوڑے اور وہ فقیر کنواں پھلانگنے کے بعد اپنا منہ گھما کر اس شخص سے کہے کنواں سامنے ہے سنبھل کر، کہیں گر نہ جانا۔ یعنی ایسے شفیق آدمی کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ

دے تو درست ہے۔ اس کے بعد یہ اشعار زبان مبارک سے ارشاد فرمائے۔

ہر کہ پایت برید سر بخشش   وانکہ سیمت نداد زر بخشش

ہر کہ از تو برد بدو پیوند   وانکہ زہرہ دہد بدو دہ قند

تا شوی در جہان وصل و فراق   دفترے از مکارم اخلاق

(جو تیرا پیر کاٹے اس کو سر بخش دے۔ اور جس نے تجھ کو چاندی نہیں دی اس کو سونا دے اور جو تجھ سے کٹ جائے تو اس سے رشتہ جوڑ لے، اور جو تجھ کو زہر دے تو اس کو شکر دے تاکہ اس وصل و فراق کی دنیا میں تو حسن اخلاق کا ایک دفتر بن جائے)

اس کے بعد فرمایا کہ جس وقت کوئی شخص مرید ہونے آئے اور پیر کو معلوم نہ ہو کہ اس مرید کا انجام کیا ہوگا تو ایسے وقت مرید کرنا حرام ہے۔ اسی مناسبت سے فرمایا کہ بیوہ عورتوں کو جو سوت کاتنے کے لیے دیا جاتا ہے تو سب جانتے ہیں کہ وہ اسکی ڈوری کیسے بنائیں گی تو کیا مردانِ خدا یہ نہیں جانتے کہ مرید سے کیا کام وجود میں آئے گا اور اس کا انجام کیا ہوگا۔ اسی جگہ ارشاد فرمایا کہ شیخ ایسا ہونا چاہیے جو یہ تین صفتیں رکھتا ہو۔ عشق میں کامل ہو، وعدہ میں پکّا اور بہت بڑا عالم۔

ایک بار میں نے حضرت خواجہ سے پوچھا کہ سلطان الاولیاء بایزید بسطامیؒ نے علم حاصل کیا تھا تو حضرت خواجہ نے یہ الفاظ فرمائے کہ ان کا علم کسبی کچھ زیادہ نہ تھا۔ واللہ اعلم۔

بدھ ۸ محرم ۷۳۳ھ

آج بندے کی والدہ صاحبہ اور بھائی خواجہ بُرہان الدین اور خواجہ مجد الدین بیعت کی غرض سے حاضر ہوئے اور حضرت مخدومؒ نے اپنے کرم سے ان کی درخواست قبول فرمائی اور بیعت و خرقہ سے مشرف فرمایا اس کے بعد فرمایا کہ مناجات میں جو اس طرح کہتے ہیں کہ ''الٰہی بحرمت نیک زنان و نیک مردان'' اور نیک عورتوں کو نیک مردوں پر مقدم رکھتے ہیں یہ اس وجہ سے ہے کہ دنیا میں نیک

عورتیں تھوڑی ہیں اور نیک مرد بہت ہیں۔ اس کے بعد زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ آج بہت خوب ہوا کہ تمہاری والدہ شیخ الاسلام نظام الدین کی بیٹی بن گئیں۔ اسی جگہ فرمایا کہ ایک عورت بزرگوارہ تھی جس کے بارے میں شیخ الاسلام فریدالدینؒ نے متعدد بار فرمایا کہ یہ عورت در حقیقت مرد ہے۔ حق تعالیٰ نے اس کو عورت کی صورت میں دنیا میں بھیجا ہے یعنی اس کے عمل مثل مردان خدا کے ہیں اس کے بعد فرمایا پیر ہریٰ کا قول ہے کہ

> "جس کو بلند کرنا چاہتے ہیں اسے ہمارے سلسلہ میں داخل کر لیتے ہیں اور جسے اپنی سمت کھینچا چاہتے ہیں اسے ہماری طرف کھینچ لاتے ہیں۔"

پھر فرمایا کہ میں نے بھی اسی طریقے کی ایک بات کہی ہے وہ یہ کہ جس کو بلند کرنا چاہتے ہیں اس کو اس کی ماں کے ساتھ بلند کرتے ہیں اس کے بعد میری والدہ اور بھائیوں خواجہ برہان الدین اور خواجہ مجد الدین کو رخصت فرما دیا اور مجھے اور خواجہ حمّاد کو روک لیا اور نماز ظہر کے وقت طلب فرمایا اور خواجہ حمّاد کو حکم دیا کہ یہ ۳ اشعار لکھ لیں۔

عاشقے را یکے فسردہ بدید | کہ ہمی مُرد و خوش ہمی خندید
گفت اے خواجہ وقت جاں دادن | چیست خندیدن و خوش ایستادن
گفت خوباں چو پردہ برگیرند | عاشقان پیشِ شان چنیں میرند

(ایک افسردہ آدمی نے ایک عاشق کو موت کے وقت خوب ہنستے دیکھ کر کہا کہ اے خواجہ! تم موت کے وقت ہنس رہے ہو بھلا ایسے وقت کوئی ہنستا ہے؟ اس نے جواب دیا جب معشوق پردہ اٹھا دیتا ہے تو عاشق اس کے سامنے ایسے ہی جان دیتے ہیں)

اس کے بعد فرمایا کہ یہ اشعار مجھے یاد آ گئے ہیں اگر تم کو اچھے لگیں تو لکھ لو خواجہ حمّاد نے لکھ کر یاد کر لیے۔ یہاں پر ادب کے بارے میں بات ہونے لگی۔ فرمایا کہ حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ کے زمانے میں ایک شیخ کی بہت شہرت ہوئی اور

مخلوق نے اس کی طرف رجوع کرنا شروع کیا۔ خواجہ جُنیدؒ بھی اس کو دیکھنے تشریف لے گئے۔ جب خواجہ اس کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ وہ قبلہ کی سمت تھوک رہا تھا۔ خواجہ وہیں سے واپس ہو گئے اور فرمایا کہ یہ جانور کسی کا تربیت یافتہ نہیں ہے یعنی کسی سے بیعت نہیں ہے اگر یہ کسی کا مرید ہوتا تو ہرگز قبلہ رُخ ہو کر نہ تھوکتا۔ پھر ارشاد فرمایا: ایک فقیر کے پاس ایک بلّی تھی جب دستر خوان بچھایا جاتا تو بلی بیچ میں کھڑی ہو جاتی اور چراغ اس کے سر پر رکھ دیتے۔ اگر کوئی اس کے آگے لقمہ ڈال دیتا تو جب تک چراغ سر پر رہتا لقمہ نہ کھاتی کہ چراغ بجھ نہ جائے۔ حضرت شیخ نے فرمایا۔ ایک شخص کے پاس ایک بلی تھی اور خادم کو حکم تھا کہ روزانہ بلی جتنی آوازیں دے اتنے لوگوں کا کھانا تیار کرنا۔ ایک دن بلی نے سات آوازیں دیں اور آٹھ مسافر آئے خادم نے عرض کیا آج کیا بات ہے کہ بلی نے سات ہی آوازیں دیں اور آدمی آٹھ آئے۔ شیخ نے کہا کہ تم کو اس سے کیا غرض تم کھانا لگاؤ۔ جب وہ سب مسافر کھانا کھانے لگے تو آٹھویں آدمی نے جیسے ہی لقمہ اٹھایا بلّی نے جھپٹا مارا اور لقمہ چھین لیا۔ جب دو تین بار ایسا ہوا تو وہ مسافر اٹھا اور اور بولا کہ تیس سال سے میں فقراء کے ساتھ ہوں کسی نے مجھ کو نہیں پہچانا لیکن آج اس جانور نے مجھ کو رسوا کر دیا۔ یہ کہہ کر خرقہ اُٹھایا تو اس کے نیچے زُنّار موجود تھا اس نے زُنّار توڑ ڈالا اور شیخ کے سامنے مسلمان ہو گیا۔ الحمدللہ رب العالمین۔ یہاں پر شیخ نے یہ شعر ارشاد فرمایا۔

هم یار بدست آمد هم کار فراهم شد
کُفرش همه ایماں شد تا باد چنیں بادا

(یار بھی مل گیا اور کام بھی بن گیا۔ اس کا کفر ایمان بن گیا۔ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہے)

ان شیخ نے فرمایا کہ اے درویش! یہ جانور ہے جس نے تجھے رسوا کر دیا ورنہ مردان خدا کسی کو رسوا نہیں کرتے ہیں۔ اس کے بعد یہ ذکر نکلا کہ اگر کوئی مصیبت مال و دولت پر پڑے تو رنجیدہ نہیں ہونا چاہیے۔ اسی مناسبت سے فرمایا۔ حضرت سلیمان پیغمبر علیہ السلام کے پاس ایک شخص آیا اور کہا مجھے بلّی کی بولی سکھا

دیجئے۔ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ تجھ کو اس سے نقصان ہوگا مت سیکھ اس نے کہا کوئی بات نہیں آپ سکھا دیجئے اور بہت اصرار کیا۔ آپ نے سکھلا دی۔ ایک بار وہ آدمی اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا۔ پڑوسی کی بلّی آئی اور اس کی پالتو بلّی سے بولی کہ میری دعوت کرو اس نے کہا صبر کرو کل خواجہ کا بیل مر جائے گا تب تمہاری دعوت کروں گی۔ اس آدمی نے سن لیا اور فوراً بیل بیچ دیا۔ دوسرے دن پھر وہ بلّی آئی اور اس نے کہا تم نے میری دعوت کیوں نہیں کی اس نے کہا کیا کروں خواجہ نے بیل ہی بیچ دیا اب کل تک صبر کرو کل آنا کل خواجہ کا گھوڑا مرے گا تب تمہاری دعوت ہوگی۔ پھر اس آدمی نے سن لیا اور گھوڑا بھی بیچ دیا۔ تیسرے دن بلّی پھر آئی اور اس نے کہا کب تک مجھ سے وعدے کرتی رہوگی اس نے کہا کیا کروں خواجہ نے گھوڑا بھی بیچ دیا۔ خیر اب کل شام کو آنا خواجہ خود تمہاری دعوت کرے گا۔ خواجہ نے جب یہ بات سنی تو حیرت زدہ رہ گیا اور کوئی بہانہ نہ بنا پایا۔ اس کے بعد حضرت شیخ ذکرہ اللہ بالخیر والسعادۃ نے فرمایا کہ اس پر بلا آنے والی تھی جو پہلے بیل پر آئی جب اس نے بیل بیچ دیا تو وہ گھوڑے پر آئی پھر جب اس نے گھوڑا بھی بیچ دیا تو وہ بلا اسی پر آ گئی۔ اگر مال پر مصیبت آپڑے تو پریشان نہیں ہونا چاہیے کیونکہ جان سلامت رہتی ہے۔ اس کے بعد مولانا یوسف سلمہ اللہ تعالیٰ کے مناقب کے بارے میں گفتگو ہونے لگی فرمایا ایک بار مولانا یوسف سلمہ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کے ساتھ گھر میں داخل ہونے لگے تو دہلیز پر ایک کتا بیٹھا ہوا تھا اس نے مولانا کی طرف دیکھا۔ مولانا نے سمجھ لیا کہ یہ کتا بھوکا ہے۔ بازار گئے اور اپنی پگڑی گروی رکھ ثرید لائے اور کتے کے سامنے ڈال دی اور خود کھڑے رہے۔ کتا بہت بھوکا تھا اس نے اپنی بھوک بھر کھالیا پھر مولانا نے اس کے سامنے پانی رکھ دیا اس نے پیا اور زمین پر لوٹا گویا شکریہ ادا کیا اور واپس لوٹ گیا۔ اور ان کے اخلاق پسندیدہ اور مناقب حمیدہ کے بارے میں یہ واقعہ بھی بیان فرمایا کہ مولانا یوسف سلمہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک گھوڑی تھی۔ ایک بار وہ بیمار ہوئی اور کمزور ہوگئی۔ ہر ایک نے یہی کہا کہ یہ مر جائے

گی اس کو گھر سے باہر نکال دیجئے تا کہ کہیں باہر جا کر مرے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ آدھی رات کے بعد مولانا کے دل میں خیال آیا کہ اے ناانصاف تو نے ایک مدت تک اس کی پشت پر سواری کی ہے اور وہ جب تک تندرست رہی اور اس کے بدن میں طاقت رہی تب تک تیرے ساتھ وفاداری کرتی رہی اب تو نے ایسی حالت میں اس کو گھر سے باہر نکال دیا اگر اس کو درندے کھا گئے یا سردی سے مرگئی تو کل تو اس کو کیا منہ دکھائے گا۔ اسی وقت اٹھے اور اس کو تلاش کرنے نکلے ایک جگہ پایا۔ اپنی پگڑی اس کی گردن میں ڈالی اور اس کے قدموں پر گر پڑے اور کہا میں نے اچھا نہیں کیا میں نے بہت برا کیا مجھے معاف کر دے اس کے بعد اس کو گھر لائے اور اس کا علاج کیا۔ اسی دوران بات نکلی کہ میں ایک بار اپنے خواجہ شیخ الاسلام نظام الدین نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اتفاقاً کوئی دوسرا موجود نہ تھا۔ شیخ نے فرمایا کہ مولانا برہان الدین! چند یار آ گئے ہیں اور چند راستے میں ہیں وہ بھی پہنچ جائیں تو میں حق کی جانب سفر کروں۔ حضرت مخدوم (خواجہ برہان الدین) نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا کہ ایک مرتبہ شیخ بہاؤ الدین زکریاؒ اور شیخ صدر الدین علیہ الرحمۃ بیٹھے تھے۔ شیخ بہاؤ الدین نے فرمایا کہ یہ کچھ اشرفیاں جو مجھ پر قرض ہیں یہ ادا ہو جائیں تو میں دنیا سے چلا جاؤں۔ شیخ صدر الدین نے عرض کیا کہ انشاء اللہ ہرگز آپ کا قرض ادا نہ ہوگا تا کہ آپ ہمارے بیچ موجود رہیں۔ لیکن چوں کہ یہ بات ہمارے خواجہ کے مذاق کی نہ تھی لہٰذا آپ خاموش رہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ شیخ بہاؤ الدین کو اس سے پہلے مولانا کہتے تھے اور وہ خود بھی اپنے کو مولانا کہتے۔ ایک بار انھوں نے اپنے احباب سے فرمایا کہ آج سے مجھ کو شیخ کہا کرو کیونکہ آج رات کو مجھ سے فرمایا گیا ہے کہ تم شیخ ہو گئے ہو اور شیخ کا لفظ کہا گیا۔ اس دن سے ان لوگوں نے ان کو شیخ کہنا شروع کر دیا۔ اسی جگہ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ میں خدا کے نزدیک شیخ ہوں اور رسولؐ کے نزدیک شیخ ہوں اور اپنے شیخ (نظام الدین اولیاءؒ) کے نزدیک شیخ ہوں۔ یہ اس وجہ سے تھا کہ ان دنوں آپ کی طبیعت کچھ

سست تھی۔ آپ نے اس سے اُس بات کی طرف اشارہ کیا۔ اس کے بعد بندہ نے عرض کیا کہ میں ہر نماز بعد دس بار یا شیخ برہان الدین کہتا ہوں اور دس بار مولانا برہان الدین۔ اس سوچ میں پڑ گیا ہوں کہ مخدوم کا نام لفظ مولانا کے ساتھ کہنا کیسا ہے۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ مرید کو اپنے پیر کے نام کے ساتھ شیخ، خواجہ اور مخدوم کے علاوہ نہ کہنا چاہیے، اگر چہ لفظ مولانا شیخ سے بڑا لفظ ہے لیکن مرید کے لیے ان کے علاوہ کچھ کہنا بے ادبی ہے۔ اس کے بعد سے بندہ نے لفظ شیخ لازم کرلیا۔ پھر آپ نے مولانا زین الدین حسین داؤد شیرازی کے بارہ میں دریافت فرمایا کہ کیسے ہیں اور بیعت ہو جانے سے شرمندہ تو نہیں ہیں اور ان کے رشتہ داروں کا اس بارہ میں کیا خیال ہے۔ بندہ نے عرض کیا کہ مخدوم کی برکت سے وہ بہت خوش ہیں اور بہت ذوق وشوق پیدا ہو گیا ہے۔ ان کے بھائی بھی آپ کے غلاموں میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ ان ہی معنوں میں فرمایا کہ جو کوئی نیک کام میں پیش قدمی کرتا ہے خواہ کسی کی صحبت کی وجہ سے خواہ غلطی سے اور وہ کام اسے اچھا معلوم ہو اور سمجھے کہ میں نے بڑا اچھا کام کیا ہے اور کسی کی صحبت کی وجہ سے کیا ہے تو اس کا شمار بھی نیکوں میں ہوگا۔

بدھ ۱۵ ر محرم ۷۳۳ھ

آج جب بندہ حاضر خدمت ہوا تو حضرت شیخ ارشاد فرمارہے تھے کہ ہمارے خواجہ (نظام الدین اولیاءؒ) نے ایک رات سیر عروجی کرنا چاہی، ہر بار آپ زمین سے اٹھتے تھے اور چھت تک پہنچ پاتے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ کوئی شخص آدھا تنکہ بے وقت نذر کر گیا تھا اور وہ حضرت کی گرہ میں تھا وہ ہر بار آپ کا دامن پکڑ کر کھینچتا تھا۔ جب دن نکلا تو آپ نے وہ آدھا تنکہ نکال کر پھینک دیا اور فرمایا کہ اس نصف تنکہ نے مجھے ایک بڑی نعمت کے حصول سے روک دیا۔ پھر حضرت خواجہ غریبؒ نے فرمایا کہ حضرت شیخ الاسلام نظام الدینؒ فرماتے تھے کہ اُس زمانہ میں

آدھا تنکہ میرا دامن گیر ہو گیا تھا اور آج اگر روئے زمین کے سارے خزانے میری ملکیت ہو جائیں تو میرے لیے کوئی رکاوٹ نہ ہوں گے۔

پھر حضرت شیخ نظام الدینؒ کی کرامت کے سلسلے میں گفتگو ہونے لگی تو آپ نے یہ قصہ بیان فرمایا کہ ایک سپاہی نے ایک ہرن کے تیر مارا۔ ہرن نے غور سے اس سپاہی کو دیکھا۔ فوراً اس کا بازو خشک ہو گیا۔ سپاہی حیرت میں پڑ گیا کہ کیا کرے اُسی جنگل میں ایک درویش کو دیکھا وہ آیا اور کہا آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا اور اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر پھیرا اس کا ہاتھ ٹھیک ہو گیا جب وہ سپاہی شہر میں آیا تو اس نے اپنے ایک دوست سے یہ قصہ بیان کیا۔ اس کا دوست اس کو ہمارے شیخ کی خدمت میں لایا جیسے ہی سپاہی کی نظر آپ پر پڑی بولا یہ تو وہی درویش ہیں جنھوں نے اپنا ہاتھ پھیر کر میرا بازو ٹھیک کیا تھا۔ اسی کے مناسب یہ فرمایا کہ ایک بڑھیا کا لڑکا کھو گیا۔ وہ شیخ الاسلام فریدالدین قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ شیخ نے فرمایا کہ جاؤ ایک بدھنی پانی اور دو روٹی روزانہ صدقہ کر دیا کرو وہ بڑھیا روز ایک بدھنی پانی اور دو روٹی شیخ کے پاس لاتی تھوڑے دن کے بعد بڑھیا کو لڑکا مل گیا تو اس نے پوچھا کہ تو کھاتا پیتا کہاں سے تھا اس نے کہا کہ ایک آدمی روز ایک بدھنی پانی اور دو روٹی مجھے دے جاتا تھا۔ اس بڑھیا نے کہا آ میں تجھے شیخ الاسلام فرید الدین کی خدمت میں لے چلوں۔ جب آپ کی خدمت میں پہنچے تو لڑکے نے کہا یہ تو وہی آدمی ہیں جو مجھ کو پانی و روٹی پہنچاتے تھے۔ نیز شیخ الاسلام فریدالدینؒ کی بزرگی کے بارے میں فرمایا۔ کہ ایک بار ہمارے خواجہ شیخ الاسلام نظام الدین نوراللہ قبرہٗ شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کے پاس بیٹھے سبق پڑھ رہے تھے کہ ایک سوداگر حاضر خدمت ہوا۔ اس کے بیٹھنے سے پہلے ہی شیخ الاسلام فریدالدینؒ نے ارشاد فرمایا کہ عجیب لوگ ہیں کہ کشتی دریا میں ڈوب رہی ہے اور کہتے فرید سے ہیں کہ اگر کشتی ڈوبی تو ہم آپ کا دامن پکڑیں گے۔ جب وہ سوداگر شیخ کے پاس سے اٹھ کر چلا گیا تو ہمارے خواجہ بھی اٹھ کر اس کے پیچھے پیچھے باہر آئے اور اس سے

پوچھا کہ حضرت شیخ نے یہ کیا ارشاد فرمایا۔ سوداگر بولا کہ یہ ارشاد مجھ بدنصیب کے بارے میں ہوا۔ میں کشتی میں تھا اور کشتی ڈوبنے لگی۔ میں نے کہا ہمارا رُخ ہندوستان کی طرف ہے اگر کشتی ڈوبی تو شیخ الاسلام فرید الدین آپ کا دامن پکڑیں گے۔ فوراً میں نے آپ کو اپنی کشتی میں دیکھا اور آپ نے ہم کو صحیح وسلامت کنارے تک پہنچا دیا۔ اسی کی مناسبت سے فرمایا کہ ایک بار ایک مسافر شیخ الاسلام فرید الدین نور اللہ مضجعہٗ کی خدمت میں آیا اور اس نے ایک درویش کے اوصاف بزرگی بیان کیے اور کہا کہ خراسان میں ایسے ایک بزرگ ہیں۔ شیخ الاسلام فرید الدین اس مسافر کے سامنے سے غائب ہو گئے، تھوڑی دیر بعد ظاہر ہوئے تو آپ کے جوتوں پر گرد بھی نہیں تھی اور فرمایا کہ میں نے اس بزرگ کو دیکھا جس کی بزرگی کا تم ذکر کر رہے تھے وہ تو ایسا نہیں جیسا تم نے کہا۔ اس کے بعد حضرت مخدوم نے فرمایا کہ میں نے اپنے خواجہ سے بیعت کرنے سے پہلے ایک خواب دیکھا تھا کہ میں ایک خندق میں گر پڑا ہوں اور بہت کوشش کے بعد بھی باہر نہیں نکل پا رہا ہوں۔ حضرت شیخ نے اپنا دست مبارک بڑھایا اور مجھے خندق سے باہر نکال لیا۔ پھر جب میں آپ کے غلاموں میں داخل ہو گیا تو میں نے یہ خواب عرض کیا آپ نے فرمایا ہاں ہم نے اسی دن تمہاری طرف ہاتھ بڑھا دیا تھا۔ یہاں پر بندہ نے عرض کیا کہ کئی روز پہلے میں نے ایک خواب دیکھا اگر اجازت ہو تو عرض کروں فرمایا کہو۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے یہ دیکھا کہ مخدوم چارپائی پر بیٹھے ہیں۔ مجھ سے ارشاد فرمایا کہ میرے پیر دباؤ اور میں یہ مصرع پڑھ رہا ہوں۔

ایں کہ می بینم بہ بیداریست یارب یا بہ خواب

(یہ میں جاگتے میں دیکھ رہا ہوں یا سوتے میں) اسی جگہ مخدوم نے فرمایا کہ میں نے بھی ایک بار اپنے خواجہ کو خواب میں دیکھا کہ جیسے وہ تشریف فرما ہیں، میں حاضر خدمت ہوا۔ اس سے پہلے کہ میں سلام عرض کروں خواجہ نے زمین پر سر رکھ دیا۔ میں جا کر آپ کے قدموں پر گر گیا۔ آپ بھی گویا میرے ساتھ سر بہ سجود ہیں۔ ایسا

ہی خواب ایک مرتبہ ہمارے شیخ نظام الدین اولیاءؒ نے بھی دیکھا تھا کہ حضرت شیخ الاسلام فرید الدینؒ بالا خانہ پر تشریف فرما ہیں۔ جب ہمارے خواجہ حاضر ہوئے تو شیخ فرید الدینؒ اُٹھے اور ہمارے خواجہ کے قدموں میں گر گئے اور خواجہ سے معذرت کرنے لگے، خواجہ وہاں سے واپس ہوئے اور شیخ الاسلام فرید الدینؒ ان کے پیچھے پیچھے آنے لگے۔ جب جب ہمارے خواجہؒ مڑ کر پیچھے دیکھتے تو شیخ الاسلامؒ زمین پر سر رکھ دیتے تھے۔ پھر حضرت غریبؒ نے فرمایا کہ یہ جو میں نے تجھے خواب میں پیر دبانے کا حکم دیا ہے یہ محبت و اخلاص کی وجہ سے ہے جس کو دوست رکھتے ہیں اسی سے ایسا کرواتے ہیں۔ تو نے جو خواب دیکھا اس کی تعبیر یہی ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک شخص ایک فقیر کی زیارت کو روانہ ہوا اور وہ فقیر دوسرے شہر میں تھا جب اس جگہ کے قریب پہنچا تو خواب میں دیکھا کہ اس کی وفات ہوگئی۔ اس شخص نے سوچا کہ اتنا سفر جو میں نے کیا سب بیکار رہا۔ اب جب یہاں تک آ ہی گیا ہوں تو چل کر زیارت تو کر ہی لوں۔ تین چار دن کے بعد جب وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ فقیر زندہ ہے۔ یہ آدمی پریشان ہوگیا کہ میں نے آج تک جو بھی خواب دیکھا وہ سچا ہوا۔ یہ خواب کیسے جھوٹا ہوگیا۔ اسی فکر میں اس فقیر کی خدمت میں پہنچا وہ باہر نکلا اور کہا تیرا خواب سچا تھا۔ ایک وقت کی نماز مجھ سے چھوٹ گئی یعنی میں جماعت میں شریک نہ ہوسکا تو ندا کر دی گئی کہ فلاں شخص ختم ہوگیا۔ والسلام

بدھ ۲۹ محرم ۷۳۳ھ

آج قدم بوسی کے بعد مولانا شہاب الدین باغبانؒ کی کرامت و بزرگی کے بارے میں گفتگو ہونے لگی فرمایا کہ ایک طالب علم مولانا شہاب الدین باغبان کے پاس گیا اور ان سے بحث کرنے لگا۔ جو کچھ مولانا شہاب الدین فرماتے وہ نہ مانتا جب بہت بحث ہو چکی تو مولانا نے فرمایا کہ اچھا تھوڑی دیر صبر کرو اور آنکھیں بند کر لیں۔ پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھ لیا جیسا

میں کہہ رہا ہوں ویسا ہی ہے۔ وہ طالب علم بہت بیوقوف تھا اس نے کہا تم بھی تھوڑی دیر صبر کرو اور آنکھیں بند کر لیں اور بولا میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیا جیسا میں کہہ رہا ہوں ویسا ہی ہے۔ مولانا شہاب الدین باغبان نے فرمایا کہ اگر تو سچا ہے تو تجھے اس کا پھل ملے گا۔ تیسرے دن اس شاگرد کا جنازہ نکالا گیا۔ یہاں پر مریدین کے اعتقاد کے بارے میں فرمایا کہ ایک بزرگ تھے جن کے سو مرید صاحب سجادہ وخرقہ تھے۔ ایک بار وہ بزرگ خلق کے ہجوم اور آیند و روند کی کثرت سے پریشان ہو کر شہر سے باہر نکلے۔ سب مریدین شیخ کے پیچھے پیچھے چلے۔ شیخ نے ان کو بھگانے کے لیے کوئی چیز اپنی بغل کے نیچے رکھ لی جس سے بار بار آواز نکلتی تھی اور جیسے جیسے اس میں سے آواز ہوتی ایک ایک کر کے سارے مرید واپس ہوتے گئے اور بولے کہ شیخ دیوانہ ہو گیا ہے۔ چنانچہ سوا ایک مرید کے سارے مرید چلتے بنے۔ شیخ نے اس کی طرف دیکھ کر کہا کہ اے خونی! تو کیوں نہیں جاتا اس نے کہا یہ سب مرید ہوا (اپنی مطلب وخواہش) کے لائے ہوئے تھے۔ ہوا ان کو لے گئی۔ مجھے ہوا نہیں لائی تھی۔ اس کے بعد مخدوم ذکرہ اللہ بالخیر والسعادۃ نے فرمایا کہ یہ فقیروں کے ہتھیار ہیں جس کے ذریعے وہ نااہلوں کو بھگاتے ہیں۔ اسی کے مناسب بیان فرمایا کہ ایک بار ایک بزّاز (کپڑا فروش) کو شیخ الاسلام خواجہ قطب الدین بختیار اوشیؒ سے عقیدت پیدا ہوئی اور وہ بہت آنے لگا۔ آپؒ اس سے متنفر تھے۔ آپ نے اس کو اپنے سے دور کرنے کے لیے یہ کیا کہ جب بھی وہ بزاز آتا شیخ اس سے کپڑا قرض لیتے کئی بار ایسا ہوا۔ پھر وہ بزاز پلٹ کر نہیں آیا۔ اور مریدین کے اعتقاد کے سلسلے میں ہی یہ بھی فرمایا۔ ایک بار خواجہ جہان کے بیٹے احمد عیاض کو سنگ مثانہ کی تکلیف ہو گئی چار پانچ دن پیشاب نہیں ہوا اور وہ قریب المرگ ہو گئے۔ شیخ الاسلام ہمارے خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شیخ نے پانی پر کچھ دم کر کے پلایا فوراً اسی وقت مثانہ کی پتھری باہر نکل پڑی اور انھوں نے صحت پائی۔ یاروں نے حضرت شیخ سے پوچھا کہ حضور نے کون سی دعا

پڑھی تھی۔ آپ نے فرمایا میں نے دعا تو کوئی نہیں پڑھی تھی ہاں تین بار شیخ الاسلام فریدالدین قدس سرہٗ کا نام پڑھ کر دم کر دیا تھا اسی کی برکت سے ان کو صحت ہوگئی۔ الحمدللہ رب العالمین۔

جمعرات ۱۵ر صفر ۷۳۳ھ

آج بعد قدم بوسی کے معلوم ہوا کہ سعدالدین دبیر بیعت کی غرض سے حاضر ہوئے تھے۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ گھر میں ٹوپی تو ہے نہیں اور بیعت کی تکمیل تین چیزوں پر منحصر ہے۔ (۱) قصر یا حلق (۲) خرقہ اور (۳) اقرار۔ اسی لیے اگر کوئی شخص قصر کروا کر بیعت ہو جائے اور خرقہ پہن لے مگر اقرار نہ کرے تو بیعت درست نہیں ہوتی۔ مشائخ کا ارشاد ہے کہ بیعت کرنے کے لیے زبان سے اقرار کرنا ایک ضروری شرط ہے۔ سعدالدین دبیر کے دل میں یہ خیال ہوا کہ جب کُلاہ موجود نہیں تو اگر کوئی کپڑا ہی مل جائے تو میرے لیے کافی ہے۔ حضرت مخدوم نے اپنے نور باطن سے دریافت کر لیا اور فرمایا کہ اگر کوئی شخص شیخ سے کُرتا، پگڑی یا کوئی اور کپڑا حاصل کرے اور کُلاہ نہ پائے تو بیعت درست نہ ہوگی۔ اس واسطے کہ خرقہ سے مراد (یہاں) کُلاہ ہے۔ اسی درمیان یہ بھی فرمایا کہ اگر کوئی صائم الدہر قائم اللیل زائر الحرمین اور فقیہ و محدث ہو لیکن کسی کا مرید نہ ہو تو فقرا اس کو پسند نہیں کرتے اس لیے کہ وہ کسی کی پناہ میں نہیں اور اگر نعوذ باللہ منہا وہ ڈگمگا جائے تو جب اس کا پیر ہی نہیں تو اس کی دستگیری کون کرے گا۔ اور اگر کسی کا مرید ہوگا اور اس سے لغزش ہو جائے تو اس کا پیر اس کی دست گیری کرے گا اور اگر پیر میں طاقت نہیں تو پیر کا پیر اسی طرح تا آخرِ سلسلہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک، اس کے بعد فرمایا اس بات کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے۔ ایک بار خواجہ احمد نُہاوندیؒ کو بادشاہ وقت نے قاصد بنا کر مغلستان (ترکستان) بھیجا تا کہ وہ ترکستان کی شہزادی کا پیغام دیں جو حسن و جمال میں بے مثال و مشہور تھی۔ خواجہ احمد نُہاوندیؒ جب وہاں پہنچے اور

شہزادی کو دیکھا تو وہ خود اس پر عاشق و فریفتہ ہو گئے۔ ع

ترسم کہ رسول من ز من عاشق تر

(میں ڈرتا ہوں کہ کہیں میرا قاصد مجھ سے بڑا عاشق نہ بن جائے)

جب اُن آتش پرستوں کو یہ خبر ہوئی تو انھوں نے خواجہ سے کہا کہ تمہارا دین اور ہے اور ہمارا دین اور۔ اگر ہمارا دین قبول کر لو تو ہم لڑکی کا نکاح تمہارے ساتھ کر دیں۔ خواجہ نے قبول کیا۔ اور مہر کے بدلے میں ان کو ایک سال سُور چرانے کو دیئے۔ وہ دن بھر سُور چراتے اور شام کو ان کو ایک جگہ باندھ دیتے۔ جتنے بھی مرید خواجہ کے ساتھ تھے سب اِدھر اُدھر ہو گئے اور کسی نے ساتھ نہ دیا۔ صرف ایک مرید رہ گیا وہ دن بھر محنت کرتا اور شام کو کچھ کھانا پانی خواجہ کے لیے لاتا۔ یہاں تک کہ مقررہ مدت کے پورا ہونے میں صرف ایک دن باقی بچا۔ رات میں وہ مرید الگ ایک جگہ سو رہا تھا کہ اس نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپؐ جلدی جلدی کہیں تشریف لے جا رہے ہیں وہ حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا احمد نُہاوندی کی حضرت رب العالمین سے صلح کرانے جا رہا ہوں۔ جب مرید بیدار ہوا تو فوراً وضو کیا اور دو رکعت شکرانہ ادا کیا اور خواجہ کے پاس آیا۔ خواجہ کو دیکھا کہ سجدے میں پڑے ہیں اور سارے سور خواجہ کے پیچھے سجدے میں پڑے ہیں۔ خواجہ نے اس کے پیروں کی آواز سنی۔ سر اٹھایا اور کہا تم کہاں تھے۔ مرید نے کہا آج رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا میں احمد نُہاوندی کی حضرت حق جل وعلا سے صُلح کرانے جا رہا ہوں۔ خواجہ احمد نہاوندی نے فرمایا اچھا تم نے بھی دیکھا۔ اس کے بعد حضرت شیخ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ احمد نہاوندی کے پیران سلسلہ جمع ہوئے اور حضرت رسول اللہؐ سے عرض کیا تب ہی ایسا ممکن ہوا۔ یعنی حضورؐ نے ان کی حضرت حق سے صلح کرائی۔ اس کے بعد دوستوں کی موافقت کا

ذکر نکلا۔ فرمایا ایک بار دو فقیر ترکستان گئے۔ ان میں سے ایک، ایک عورت پر عاشق ہوگیا۔ آتش پرستوں نے کہا کہ اگر ہمارا دین قبول کرو تو عورت ہم تمہیں دے دیں۔ وہ فقیر بازار گیا تاکہ زُنار خریدے۔ دوسرے فقیر نے اس کو دیکھا پوچھا زُنار کا کیا کرو گے اس نے پورا واقعہ بیان کیا۔ دوسرے فقیر نے کہا اچھا ایسا کرو۔ دو زُنّار خریدو تاکہ میں بھی تمہارا ساتھ دوں۔ یہ فقیر جب عورت کے پاس گیا تو اس نے دو زنّار دیکھ کر سوال کیا کہ دو کیوں خریدے۔ اس نے کہا ایک اپنے دوست کے لیے لایا ہوں کیونکہ وہ بھی میرا ساتھ دے گا۔ جب اس عورت نے یہ حال دیکھا تو کہا جب تمہارا دین ایسا دین ہے تو پھر مجھے بھی مسلمان کرلو اور وہ بھی مسلمان ہوگئی۔ اسی جگہ فرمایا دو دوست تھے ان میں آپس میں بہت محبت تھی۔ ایک ہمیشہ شراب نوشی اور بُرے کاموں میں مشغول رہتا تھا اور دوسرا اس کی وجہ سے رنجیدہ اور پریشان و غمزدہ رہتا۔ ایک دن دونوں کی ملاقات ہوئی تو پہلے نے دوسرے سے پوچھا تم کیوں اس قدر پریشان و رنجیدہ ہو۔ مجھ سے بتاؤ اس نے نہیں بتایا جب بہت پوچھا تو اس نے کہا اس وجہ سے کہ تم ہر وقت فسق و فجور میں مبتلا رہتے ہو۔ جب میرا دوست اس حال میں ہو تو میں کیسے خوش رہ سکتا ہوں اور کیونکر مجھ کو آرام و آسائش ہوگی۔ حضرت خواجہ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا اللہ کے لیے محبت یہی ہوتی ہے یعنی دوست یہ نہیں چاہتا کہ اس کے دوست سے کوئی غیر شرعی یا بُرا کام صادر ہو اور جو اللہ کے لیے محبت کرتا ہے وہ ایسا ہی ہوتا ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی محبت نہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ شعر میں نے حضرت شیخ الاسلام نظام الدین قدس اللہ سرہٗ کی زبان مبارک سے سنا ہے۔

صد جان بمیانجی دہ یارے بمیان آور
کاقبال کمر بندد چون یار پدید آمد

(قاصد کے اوپر سو جان سے صدقے ہو جاؤ اور کسی طرح دوست کو منا لو کیونکہ دوست کے راضی ہو جانے سے اقبال مندی حاصل ہوتی ہے)
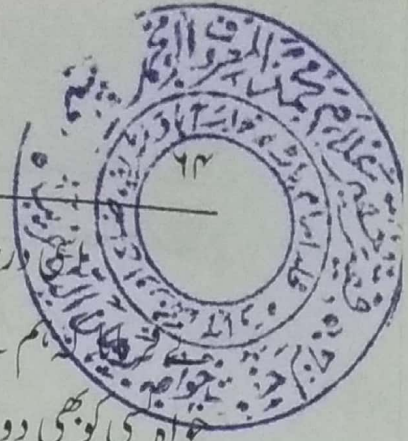
[illegible] درمیان ایک یار حاضر خدمت ہوا اور دس کُلاہ پیش کیں۔ حضرت شیخ [illegible]ہم نے ایک مانگی دس عطا کی گئیں۔ پیر ہریؒ کا قول ہے۔ ایک ہی دو خواہ کسی کو بھی دو۔ اس کے بعد فرمایا۔ یہ بات بھی بہت عمدہ ہے۔ سخی کون ہے اور کنجوس کون ہے؟ کنجوس وہ ہے جو دوست کو (بھی) مہمان نہ بنائے اور سخی وہ ہے جو مہمان کو دوست رکھے۔ اس جگہ گناہ کے بارے میں بات نکلی فرمایا گناہ کبیرہ۔ ''وَاَکبَرُ مِنَ الکَبَائِرِ خَمْسَة ''یعنی کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑے گناہ پانچ ہیں ''اَلشِّرکُ بِاللّٰهِ وَالْعُقُوقُ بِالْوَالِدَینِ وَالْفِرَارُ مِنَ الزَّحْفِ وَقَتْلُ النَّفْسِ بِغَیْرِ حَقٍّ وَالْقَسَمُ بِاللّٰهِ'' (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، (۲) ماں باپ کی نافرمانی، (۳) جنگ کے میدان سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا جب کہ جنگ چھڑی ہو اور مسلمان اللہ کے لیے تلوار چلا رہے ہوں اور کوئی مسلمان اپنی جماعت کو چھوڑ کر وہاں سے بھاگ جائے، (۴) ناحق کسی کو قتل کرنا (۵) جھوٹی قسم کھانا۔ وَاَکْبَرُ الْکَبَائِرِ الْجمعُ بَینَ الصَّلَاتَینِ وَقْتاً لَا یَجُوزُ ''اور کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ایک نماز کے وقت دو نمازوں کا جمع کرنا ہے۔ اس کا مطلب ہے نماز قضا کر کے پڑھنا جس کا کوئی کفارہ نہیں ہوتا نہ ہی روزہ رکھنے سے اور نہ ہی غلام آزاد کرنے سے۔ حالانکہ ہر کبیرہ گناہ کا کفارہ ہوتا ہے لیکن اس گناہ کا کوئی کفارہ نہیں۔ اس بیان کے بعد سعد الدین دبیر بیعت ارادت کی سعادت سے مشرف ہوئے اور کُلاہ عطا ہوئی۔ بندے نے بھی تجدید بیعت کی اور کُلاہ پائی اور اسی دن میرے بھائی خواجہ حمّاد کو اس سرور عالمیان کی جناب سے کنگھی بطور تبرک عطا ہوئی۔ الحمد للہ رب العالمین۔

بدھ ۵ ربیع الاول ۷۳۳ھ

آج بندہ مولانا زین الدین سلمہ اللہ تعالیٰ اور خواجہ مبارک معروف کے ساتھ حاضر ہوا تھا۔ حضرت خواجہ نے مولانا زین الدین کے بھائی مولانا فضل اللہ کے بارے میں دریافت فرمایا کہ آج کل کیا کر رہے ہیں۔ مولانا زین الدین نے

عرض کیا کہ قرآن پڑھتے ہیں اور اسی کی تعلیم دیتے ہیں۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ ایک بار ایک فقیر ایک گلی سے گزر رہا تھا۔ ایک مکان میں چنگ بجا رہے تھے۔ فقیر کھڑا ہو گیا اور بولا اے چنگ! اگر تو جان لے کہ تو کیا کہہ رہا ہے تو تیرا ایک ایک تار ٹوٹ جائے۔ فوراً چنگ کے سارے تار ٹوٹ کر، گر پڑے۔ اس سے پوچھا کہ چنگ سے کیا آواز آ رہی تھی۔ اس نے کہا ایک تار سے یا رحمٰن اور دوسرے تار سے یا رحیم کی آواز آ رہی تھی۔ پھر فرمایا کہ بعض لوگ قرآن پڑھتے ہیں اور ان کو خبر نہیں ہوتی کہ کیا پڑھ رہے ہیں۔ مولانا زین الدین نے عرض کیا کہ یہ کس طرح معلوم ہوتا ہے۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ یہ عطا و بخشش الٰہی ہے۔ پھر انھوں نے عرض کیا کہ اس کی کوئی وجہ بھی ہوتی ہے۔ فرمایا کہ اولیاء اللہ کی صحبت سے بھی یہ بات حاصل ہوتی ہے۔ پھر جب آدمی اس مقام تک پہنچ جاتا ہے تو وہ دیکھتا ہے جو دیکھنا چاہیے اور وہ سنتا ہے جو سننا چاہیے۔ نہ دیکھنے اور نہ سننے کا یہی سبب ہے ''وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْکُمْ وَلٰکِنْ لَّا تُبْصِرُوْنِ'' (ہم تم میں سب سے زیادہ اس سے قریب ہیں لیکن تم دیکھتے نہیں) اور دوسری آیت مبارکہ ''وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ'' (ہم شہ رگ سے زیادہ اس سے قریب ہیں) اس کے بعد ایک دوست حاضر ہوا خواجہ نے اس کو مرید کیا اور نماز چاشت تعلیم فرمائی اور فرمایا کہ چاشت کی نماز سنت ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فرض تھی اور اس کی پابندی کرنا بھی حضورؐ کے لیے ہی فرض تھا اس کے بعد یہ حدیث بیان فرمائی ''ثلاث کُتِبَ عَلَیَّ وَلَمْ یُکْتَبْ عَلَیْکُم الْوِتْرُ والضُّحٰی وَالاضحیٰ'' (تین چیزیں وتر، چاشت اور قربانی مجھ پر فرض کی گئیں اور تم پر نہیں کی گئیں) حضرت مولانا زین الدین نے عرض کیا کہ اس اضحیٰ سے کیا مراد ہے، قربانی کرنا فرمایا ہاں قربانی کرنا۔ پھر پوچھا کیا قربانی ہم پر فرض نہیں؟ اس لیے کہ حدیث میں ''لَمْ یُکْتَبْ عَلَیْکُم'' ہے۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ اس حدیث میں حضور کا مخاطب فقراء ہیں یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ اغنیا پر فرض ہے فقرا پر نہیں۔ اس کے بعد فرمایا

جس کو قربانی میسر نہ ہو وہ یہ دوگانہ ادا کرے اور ہر رکعت میں الحمد ایک بار اور انسا اعطینا پانچ بار پڑھے۔ قربانی کا ثواب پائے گا اور اگر کوئی قربانی کرے اور یہ نماز بھی پڑھے تو بہت زیادہ ثواب ہے۔ پھر فرمایا کہ سنت سے مراد روش و سیرت ہے اور ہر ایک کی روش ہی اس کی سنت کہلاتی ہے۔ اور چوں کہ رسول علیہ السلام نے ہمیشہ چاشت اور اشراق کی نمازیں پڑھی ہیں تو وہ سنت ہیں لیکن سنت موکدہ نہیں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتیں بہت طرح کی ہیں۔ ایک سنت یہ بھی ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتا آپ اس کو کچھ عطا فرماتے اور کچھ کھلاتے۔ اس کے بعد فرمایا اللہ کی سنت بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ جو خود کو شہرت دیتا ہے اللہ اس کو بے نام ونشان کر دیتا ہے اور جو خود کو چھپاتا ہے اللہ اس کو مشہور کر دیتا ہے۔ پھر فرمایا حضرت خواجہ ابوالحسن نوریؒ (جو حضرت جنید بغدادیؒ کے زمانے میں تھے) ایک بار دریائے دجلہ کے کنارے گذر رہے تھے۔ ایک ماہی گیر جال ڈالے بیٹھا تھا۔ خواجہ ابوالحسن نوریؒ نے فرمایا کہ نیت کر کہ اگر حسن نوریؒ اولیاء اللہ میں سے ہیں تو دو من مچھلی میرے جال میں پھنسے گی جب اس نے جال باہر نکالا تو اتنی ہی مقدار میں موجود تھی جو انھوں نے فرمایا تھا۔ یہ بات جب حضرت جنیدؒ کو معلوم ہوئی تو فرمایا اگر حسن نوریؒ کو سانپ کاٹ لیتا (یعنی مر جاتے) تو اس سے بہتر ہوتا کہ انھوں نے اپنے کو ظاہر کر دیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ شیخ الاسلام نظام الدین اکثر فرماتے ''یہ ہمارے شیخ کی سنت ہے'' اور ''ہمارے شیخ کی سنت یہی ہے''۔ اس کے بعد حضرت مخدوم نے فرمایا کہ جس زمانے میں پُل کے دروازے کے پاس مسجد میں امامت کیا کرتا تھا ایک بار میں بیمار تھا اور اسی مسجد میں سماع سن رہا تھا۔ مولانا عماد الدین تیر گر کا ایک مرید آیا اور پوچھا کیا حال ہے آپ بیمار معلوم ہوتے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ سماع سن رہا تھا اس نے کہا شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے عوارف المعارف میں سماع سننے سے منع کیا ہے۔ میں نے کہا میں اس خاندان کے خدمتگاروں اور غلاموں کا بھی معتقد ہوں لیکن اس مسئلے میں میں اپنے شیخ کی

اقتدا کرتا ہوں۔ پھر اسی جگہ ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ بہاء الدین زکریاؒ فرماتے تھے کہ میں اپنے شیخ کے مذہب کے مطابق چلتا ہوں۔ لوگوں نے کہا آپ کے شیخ کا کوئی الگ مذہب نہیں فرمایا مذہب سے یہاں مراد روش ہے۔ اس کے بعد ایک عزیز حاضر ہوا۔ حضرت شیخ نے اس کو چند چھوہارے عطا فرمائے۔ خواجہ مبارک معروف نے عرض کیا کہ جو کچھ شیخ سے ملتا ہے وہ ہم دوسروں کو بھی بطور تبرک دیتے ہیں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا ایسی نیت پر صدقہ کا ثواب بھی ملتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا شیخ کے لیے مناسب ہے کہ ہر ایک (مرید) کو اپنا یار نہ بنائے اور جس کو یار بنائے اس کو بقدر استعداد فیضیاب کرے۔ اسی مناسبت سے ارشاد فرمایا ایک بار میں حضرت شیخ الاسلام نظام الدین قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمایا کُلاہ جو مرید کو دی جاتی ہیں وہ دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک کلاہ ارادت اور دوسری کلاہ اصلی۔ یہ ہر ایک کو نہیں دی جاتی۔ میں اس بات سے اندیشہ میں پڑ گیا کہ آپ نے ہم مریدوں کو کلاہ اصلی عطا فرمائی ہے یا نہیں۔ پھر حضرت شیخ نے حاضرین مجلس سے فرمایا۔ میں نہیں چاہتا کہ کوئی مجھ سے پوچھے پھر خود فرمایا کہ ایک بار میں شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا بندے نے وہ کُلاہ پائی ہے یا نہیں۔ ہمارے خواجہ نے فرمایا جب وقت آئے گا تو بتاؤں گا اور نہیں بتایا۔ چنانچہ میں (حضرت غریبؒ بھی) یہی سوال کرتا اور خواجہ یہی جواب دیتے۔ پھر ایک بار دہلی میں میں بیمار پڑا۔ میں نے سنا خواجہ تشریف لا رہے ہیں۔ میں نے کہا اپنی والدہ کی مزار کی زیارت کرنے تشریف لا رہے ہوں گے۔ لوگوں نے کہا نہیں تمہاری ملاقات (عیادت) کو تشریف لائے ہیں اور میں اس وقت مجنون لیلیٰ پڑھ رہا تھا۔ حضرت شیخ فوراً آ پہنچے اور مجھ سے پوچھا مولانا کیا کر رہے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ مجنون لیلیٰ پڑھ رہا تھا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کون کون سے اشعار پڑھ رہے تھے اور کس جگہ پر پہنچے تھے۔ اسی درمیان خواجہ نے فرمایا کہ کھانے کا وقت ہو گیا ہے۔ میں نے ایک پُرانا کپڑا ایک دوست کے ذریعے بازار بھیجا کہ اس کو

فروخت کر کے کچھ کھانے کو لے آؤ لیکن حضرت کھانا اپنے ساتھ لائے تھے
دستر خوان بچھانے کا حکم دیا۔ کھانے کے بعد آپ نے اپنی آستین سے ایک کُلاہ
نکالی اور فرمایا لو یہ وہی کلاہ ہے۔ اس وقت میرے پاس (نذر کے لیے) کچھ نہ تھا۔
میں نے اپنی پگڑی پھاڑ کر اس میں سے ایک گز کپڑا آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔
آپ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا یہ تم نے کیا کیا۔ پھر فرمایا کہ یہ دستر خوان حضرت خواجہ کا
تبرک ہے۔ جو اس دن مجھے کُلاہ کے ساتھ عطا ہوا اور یہ کبھی کم نہ ہو گا۔

جمعرات ۱۳ / ربیع الاول ۷۳۳ھ

آج قدم بوسی کے بعد حضرت مخدوم نے فرمایا کہ مولانا زین الدین
قدس سرہٗ کہتے ہیں میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ پھر فرمایا کہ پہلے زمانے میں لوگ
وسط ماہ میں ایام بیض کے روزے رکھتے تھے (یعنی ۱۳، ۱۴، ۱۵) اور مولانا زین الدین
پہلی اور آخری تاریخ اور وسط ماہ میں تین دن روزے رکھتے ہیں۔ مولانا نے عرض
کیا کہ حضرت کیا حکم فرماتے ہیں صرف وسط ماہ میں روزہ رکھوں یا پہلی اور آخری
تاریخ بھی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تین دن وسط ماہ میں روزہ رکھو تو ایام بیض پورے
ہو جائیں گے اور اگر پہلی اور آخری تاریخوں میں بھی رکھ لو تو اور نفع و ثواب ہے۔
پھر فرمایا میں نے امیر حسن رحمۃ اللہ علیہ سے ایک لطیفہ سنا تھا۔ ایک بار دو مفلس فقیر
یکجا ہوئے۔ ایک نے دوسرے سے پوچھا اس سال رمضان میں تم نے کتنے
روزے رکھے۔ دوسرے نے بہت دیر سوچنے کے بعد جواب دیا مجھے یاد پڑتا ہے کہ
ایک روزہ رکھا پھر اس نے پہلے فقیر سے پوچھا تم نے کتنے رکھے۔ اس نے کہا تم
نے ایک روزہ مجھ سے زیادہ رکھا۔ پھر تراویح کے بارے میں بات نکلی کیونکہ
حضرت شیخ ہر دوگانہ کے بعد کچھ پڑھتے تھے۔ فرمایا ایک بار میں اور مولانا محمود
اودھی (چراغ دہلی) ادام اللہ برکاتہٗ یکجا ہوئے۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم
تراویح میں ہر دوگانہ کے بعد کیا دعا پڑھتے ہو میں نے کہا میں یہ شعر پڑھتا ہوں۔

ہر کس ز در تو حاجتے می خواہد
من آمدہ ام از تو ترا می خواہم

(ہر شخص تیرے دروازے پر اپنی حاجت طلب کرنے آتا ہے لیکن میں تجھ کو تجھی سے مانگنے آیا ہوں)

پھر میں نے مولانا محمود سے پوچھا کہ آپ کیا پڑھتے ہیں انھوں نے کہا میں یہ دعا پڑھتا ہوں ''اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفُوَ فَاعْفُ عَنِّی وَعَنْ جَمِیْعِ الْمَخْلُوْقِیْنِ وَالْمَخْلُوْقَاتِ'' (اے اللہ! تو معاف فرمانے والا معافی پسند کرنے والا ہے۔ تو مجھے اور تمام مخلوق مرد اور عورتوں کو معاف فرمادے) اسی درمیان حضرت مخدوم نے بندے کی طرف رُخ کیا اور فرمایا کہ یہ اچھا سا شعر سنو۔

برخاستۂ ز جان و تن می باید
سیر آمدۂ ز خویشتن می باید

(اپنے جسم و روح (یعنی اپنی ذات) سے فارغ رہنا چاہیے۔ بلکہ اپنے سے ہر وقت سیر رہنا چاہیے۔)

اور یہ اس وجہ سے ہوا کہ بندے کے دل میں یہ خیال آیا کہ آج ترک و تجرید اور ترک خدمت بادشاہ اور حلق کرنے کے لیے عرض کروں گا۔ آپ نے نورِ باطن سے دریافت فرمالیا اور بندے کے عرض کرنے سے پیشتر ہی یہ شعر پڑھ دیا اور پھر اس بارے میں فرمایا جس کو گھر بار و والدین و اولاد کی فکریں ہوں وہ خدا تک کب پہنچ سکتا ہے۔ اس کے بعد بندے نے قاضی منہاج الدین کاشانی کا حال عرض کیا کہ وہ دھار چلے گئے ہیں اور اگر وہ دوبارہ مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوں تو کیا ان پر توجہ فرمائیں گے۔ آپ نے ان ہی معنوں میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ ایک شخص نے ایک درویش سے سفر کی اجازت چاہی درویش نے رخصت نہ کیا۔ اس نے کہا میں جانا چاہتا ہوں پھر بھی درویش نے اجازت نہ دی۔ وہ شخص بغیر اجازت چلا گیا اور تھوڑے (آدھے) راستہ سے واپس آ گیا۔ درویش نے کہا تم تو چلے گئے تھے

واپس کیوں آ گئے۔ اس نے کہا راستہ میں گدھا رینکنے لگا مجھ کو بد فال معلوم ہوئی لہٰذا واپس آ گیا۔ ان درویش بزرگوار نے فرمایا کہ اس کی گردن پکڑ کر باہر نکال دو کیونکہ یہ درویش کی ذات کو گدھے کی آواز سے کمتر سمجھتا ہے۔ اسی درمیان ایک مسافر آیا اور فضول باتیں کرنے لگا۔ حضرت شیخ نے اپنے اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ کے مطابق مولانا محمد خادم سلمہ اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے اس کی مناسبت سے یہ واقعہ بیان فرمایا۔ ایک بار شیخ الاسلام نظام الدین قدس سرہٗ دہلی میں کہیں تشریف لے جا رہے تھے اور محمود قاضی (جو محمد کبیر کے اقربا میں سے تھے) آپ کے ساتھ تھے اچانک ایک بار بردار بیل دکھائی دیا اس سے پہلے اس کو کبھی شہر نہیں لائے تھے۔ جب اس نے مخلوق (ہجوم) کو دیکھا سامان پھینک دیا اور اِدھر اُدھر بھاگنے لگا۔ محمود قاضی نے پوچھا کہ اس کو کیا ہو گیا ہے۔ ہمارے خواجہ قدس اللہ سرہٗ نے فرمایا کہ یہ پہلے کسی کی صحبت میں نہیں رہا تھا اور مجاہدہ و اصلاح نہیں ہو سکی۔ پھر فرمایا جو گروہ (لوگ) بزرگوں کی محفلوں میں بے ادبی کی باتیں کرتے ہیں وہ ایسا ہی ہے کیونکہ وہ بھی کسی کے صحبت یافتہ اور ادب آموختہ نہیں ہوتے۔ اسی دوران خواجہ محمد خادم نے عرض کیا کہ جو کچھ مخدوم نے فرمایا۔ یہ فقیر سمجھ نہیں سکا۔ آپ نے اس بات کے مطابق یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک بار ہمارے خواجہ کی خدمت میں شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی کے دو اصحاب آئے۔ خواجہ نے اقبال کو حکم دیا کہ ان کو کچھ درم دے دو ان میں سے ایک نے درم لے لیے اور دوسرے نے بہت اصرار کے باوجود نہیں لیے۔ حق جلّ وعلا نے رزق کے دروازے اس پر بند کر دیئے۔ جہاں بھی جاتا مایوس اور ناامید واپس آتا۔ یہاں تک کہ نوبت فقر و فاقہ تک پہنچ گئی۔ تب وجہ اس کی سمجھ میں آئی۔ ناچار حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا حال بیان کیا۔ آپ نے سکوت فرمایا جب واپس ہوا تو فتوحات حاصل ہونے لگے اور اسی کے مناسب ارشاد فرمایا کہ ایک بار ایک طالب علم ہمارے خواجہ شیخ الاسلام

نظام الدین اولیاء کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اقبال کو حکم دیا کہ اس کو کپڑا دے دو اس نے نہ لیا اقبال نے عرض کیا کہ وہ نہیں لے رہا ہے۔ خواجہ نے سختی (غصہ) سے فرمایا لے لو لیکن پھر بھی اس نے نہ لیا وہ وہیں کا باشندہ تھا۔ جب وہ اپنے گھر پہنچا تو اس کو ایسی مشکلات درپیش ہوئیں کہ بالکل محتاج ہو گیا کبھی بھی اس کو اچھے کپڑے نصیب نہ ہوئے۔ پھٹے بلکہ تار تار کپڑے پہنتا آخر کار اسی حالت میں ختم ہوا۔ نعوذ باللہ منہا۔

بدھ ۱۰ ربجمادی الاولی ۷۳۳ھ

آج بوقت قدمبوسی بندۂ امیدوار سے دریافت فرمایا کہ تم نے خاقانی کی تحفۃ العراقین پڑھی ہے۔ عرض کیا پڑھی ہے۔ آپ نے اپنی زبان گہر بار سے یہ اشعار ارشاد فرمائے۔

مرد از پئے سیم و زر نپوید طفلست کہ سرخ وزرد جوید
در کیسۂ ہر کہ زر فروشد چوں کیسہ طناب در گلوشد
خاقانی را ز روئے ہستی دیدارِ زراست بُت پرستی

(مرد وہ ہے جو سونے چاندی کی تلاش میں نہ رہے کیونکہ جو لال پیلے کے چکر میں پڑ گیا وہ بچہ ہے۔ جس کی تھیلی سونے چاندی سے بھر گئی اس کے گلے میں پھندا کس گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ خاقانی کے لیے تو مال و دولت کا دیدار ہی بُت پرستی کے برابر ہے)

پھر اس بارے میں بات نکلی کہ جو لوگ درویشوں کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں وہ سب دنیاوی اغراض و مقاصد کے حصول کے لیے آتے ہیں۔ خالصاً للہ کم ہی کوئی آتا ہے۔ اسی مناسبت سے فرمایا، ایک آدمی لکھنوتی سے ہمارے خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے دریافت فرمایا کس کام سے آئے ہو۔ کہا دعا کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ پھر پوچھا اس نے پھر یہی جواب دیا غرض تین چار دن وہ آدمی خانقاہ میں رہا۔ آپ بار بار یاروں کے درمیان اس کو طلب فرماتے اور

پوچھتے وہ یہی کہتا کہ میں دعا کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ خواجہ کو یہ بات پسند آئی۔
ایسے ہی ایک اور واقعہ یہ بیان فرمایا کہ مولانا وجیہہ الدین یوسف، چندیری سے خواجہ شیخ الاسلام نظام الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا مولانا وجیہہ الدین تم نے کسی کو کبھی خالصاً للہ آتے دیکھا ہے۔ انھوں نے کہا ایک بار میں نے اپنے گھر میں ایک شخص کو فاتحہ کے لیے بلایا۔ ہر چند کہ میں نے اس سے کہا بیٹھ جاؤ کچھ کھالو، وہ نہ بیٹھا جب میں فاتحہ پڑھ چکا تو وہ لوٹ گیا۔ اس جگہ مخدوم نے فرمایا اس کا آنا خالصاً للہ تھا۔ پھر بندے کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ یہاں ایک شخص کئی دن سے مہمان تھا۔ آج اس کو رخصت کیا گیا۔ وہ چند باتیں لکھی چھوڑ گیا ہے۔ وہ یہ کہ مہمان کی تعظیم اس طرح کرتے ہیں اور ایسے اس کی خدمت کی جاتی ہے۔
میں نے اس کا جواب لکھنے کا ارادہ کیا تھا لیکن پھر خیال آیا کہ وہ برداشت نہ کر سکے گا تو میں نے نہ لکھا، اور میں یہ لکھنا چاہتا تھا ''اَلْفَقْرُ خَلُوا الْيَدِمِنَ الْمَالِ وَ خَلُوا الْقَلْبِ مِنَ الْمَالِ'' (ہاتھ اور دل دونوں سے دولت کا نکل جانا فقر ہے) یعنی فقیر وہ ہے جس کے دل میں شک کی کوئی گنجائش نہ ہو کہ اگر میں ایسا کروں تو ایسا ہو جائے بلکہ خود کو حق کے سپرد کردے۔ حق جو چاہے کرے۔ اور ایک اور بہت اعلیٰ بات میں لکھنا چاہتا تھا وہ یہ ہے ''اَلْفَقِيْرُ لَايَسْأَلُ مِنَ اللّٰهِ اسْتِحْيَاءً وَمِنَ النَّاسِ استكشافاً''، یعنی فقیر بوجہ شرم کے حق جلّ وعلا سے سوال نہیں کرتا کہ میں نے کون سے نیک عمل کیے ہیں کہ حضرت عزّت سے کچھ طلب کروں۔ اور نیک مردوں سے اس لیے سوال نہیں کرتا کہ وہ کون ہیں اور بھلا کیا دینے کی طاقت رکھتے ہیں، پھر فرمایا میں چالیس سال حضرت شیخ الاسلام نظام الدین قدس سرہٗ کی خدمت میں رہا۔ اس عرصے میں میں نے اپنے لیے صرف چار یا پانچ بار دعا کی درخواست کی۔ ایک بار میری آنکھ میں کچھ تکلیف ہوگئی میں نے عرض کیا حضرت مخدوم اپنا دست مبارک میری آنکھ پر پھیر دیں۔ اسی طرح ایک بار میرے

ہاتھ میں ورم ہو گیا تھا اور میں وضو نہیں کر پاتا تھا میں نے شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کی درخواست کی اور یہ شعر پڑھا۔

طبیبم تو باشی علاج از کہ خواہم　　اسیر تو باشم خلاص از کہ جویم

(میرا طبیب تو تو ہے، میں علاج کس سے کراؤں۔ میں تو تیرا قیدی ہوں خلاصی کس سے مانگوں)

پھر جیسی کہ اس برگزیدہ بارگاہ الٰہی کی بلند اخلاقی تھی (اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور سب کو ان کی عظمت کا مشاہدہ کرائے) فرمایا ایک ہمت یہ ہے کہ آدمی جاہ و مرتبہ و مال و دولت چھوڑ دے یا کسی کو دے دے اور ایک ہمت یہ ہے کہ دنیا چھوڑ دے اور یہ سب کم ہمتی ہے بلند ہمتی یہ ہے: اَللّٰھُمَّ اعْطِنِیْ ھِمَّۃً عَالِیَۃً حَتّٰی لَا اَسْاَلُ مِنْکَ اِلَّا لَکَ" (اے اللہ مجھے ایسی بلند ہمتی عطا کر کہ میں تجھ سے تیرے سوا کچھ نہ مانگوں) یہ دعا مانگے۔ حضرت مولانا زین الدین سلمہ اللہ تعالیٰ نے عرض کیا کہ اس دعا کو میں اپنا ورد بنالوں۔ فرمایا وِرد یہ ہے کہ اگر کوئی کچھ سنے اور اس کو وہیں پڑھ کر یاد کرلے اور اس پر عمل کرے۔ ورنہ ایسا ہو گا کہ کسی کے ہاتھ میں تیز تلوار دی جائے اور وہ اس کا استعمال نہ کرے۔ پھر اسی مناسبت سے یہ حکایت بیان فرمائی۔ ایک شخص تلوار فروخت کر رہا تھا۔ ایک آدمی نے تلوار دیکھی اور پوچھا یہ کس کام آتی ہے۔ اس نے کہا کہ یہ چور کو مارتی ہے۔ اس آدمی نے خرید لی اور گھر لے گیا۔ ایک بار اچانک اس کے گھر میں چور آیا۔ اس آدمی نے چلانا شروع کیا اے تلوار! چور آیا ہے اس کو مار ڈال۔ پھر آپ نے یہ مصرعہ پڑھا "بردست مخنّث چہ کند تیغ بجنگ" (اگر ہیجڑے کے ہاتھ میں تلوار دے دی جائے تو وہ بھلا کیا جنگ کر سکے گا) اور اسی دوران فرمایا نیکی اور نیک بختی کی نشانی یہ ہے کہ جو کچھ علم حاصل کرے اس پر عمل کرے کیونکہ عمل نہ کرنے سے علم کا کیا فائدہ۔ حق جل وعلا جب کسی کو علم حاصل کرنے کی توفیق بخشتا ہے تو اس کو عمل کے قریب کر دیتا ہے۔ پھر یہ شعر پڑھا۔

ہرچند بآبِ صاف اندر نگری　　سودت نکند چو برنگیری نخوری
(صاف پانی کو خواہ کتنا ہی دیکھو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ یعنی جب تک خود ہاتھ میں نہ لوگے پی نہ سکو گے)

پھر درویشی کے بارے میں بات نکلی تو فرمایا، ایک بار ایک مرید حضرت شیخ الاسلام فرید الدین قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قینچی نذر کی۔ شیخ نے فرمایا یہ کاٹنے کی چیز ہے میرے لیے سوئی لاؤ کیونکہ سوئی جوڑنے کی چیز ہے اور میں جوڑنے والا ہوں (نہ کہ کاٹنے والا) پھر ایک شخص حاضر ہوا۔ حضرت مخدوم نے اس سے پوچھا تم کیا کام کرتے ہو اس نے کہا پہلے میں کپڑا بیچتا تھا اور اب بڑھئی گیری کرتا ہوں۔ اس جگہ فرمایا کہ ایک آدمی راتوں میں آہ وزاری کیا کرتا تھا کہ چار سال بعد میں کیا کھاؤں گا۔ شاید اس نے کچھ جمع کر رکھا تھا اور حساب لگایا تھا کہ چار سال کافی ہوگا۔ پھر آپ نے فرمایا یہ تو ٹھیک ہے لیکن عمر کا کیا کرے گا۔ اور یہ شعر زبان مبارک سے ارشاد فرمایا۔

غم جان خور کہ غم نان خورد است　　تالب گور گرد برگرد است
(جان کی فکر کرو کیونکہ نان (روٹی) کی فکر اس کے مقابلے بہت چھوٹی ہے اور قبر کے کنارے تک مٹی ہی مٹی ہے)

حضرت مولانا زین الدین نے درخواست کی یہ شعر مجھ کو لکھوا دیں۔ حضرت شیخ نے فرمایا بار بار پڑھنا مشکل ہے ایک بار میں یاد کر لینا چاہیے۔ پھر خاکسار کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ قاضی رفیع متعلم نے چند روز قبل ایک حکایت بیان کی تھی۔ کہ ایک بار شمس الملک قدیم نے کہا کہ میں ایک شعر پڑھوں گا شرط یہ ہے کہ تم میں کوئی ایسا ہو جو اُسے یاد کر لے کیوں کہ میں دوبارہ نہیں پڑھوں گا۔ ہمارے خواجہ بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ انھوں نے فرمایا میں یاد کر لوں گا۔ شمس الملک عبد الرحمان نے یہ شعر پڑھا۔

دولت چہ کنم دولت تو دولت ماست　　نعمت چہ کنم نعمت تو نعمت ماست

(میں دولت کا کیا کروں گا۔ تیری دولت ہی میری دولت ہے۔ اور میں نعمت کا کیا کروں گا تیری نعمت ہی میری نعمت ہے)

پھر حضرت نے شیخ نجیب الدین متوکلؒ کا قصہ بیان فرمایا جو حضرت شیخ فرید الدین گنج شکرؒ کے بھائی تھے ایک بار ان پر قرض بہت ہو گیا تھا۔ انھوں نے اس کی ادائی کے واسطے سورہ انعام کا ختم یعنی اکتالیس مرتبہ پڑھنا شروع کیا اور ایک مسجد میں جا کر بیٹھ گئے اور عمل شروع کیا اور یہ سورہ تقریباً ایک پارے کے برابر ہے۔ جب ختم کے قریب پہنچے تو ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ میں خالصاً للہ نہیں پڑھ رہا ہوں بلکہ ادائِ قرض کی غرض سے پڑھ رہا ہوں۔ بہت شرمندہ ہوئے اور بطور عمل پڑھنا ترک کر دیا۔ پھر باقی بچا ہوا خالص اللہ کے لیے پڑھا۔ تھوڑے ہی دن میں اللہ جلّ وعلا نے ان کا قرض ادا کروا دیا۔ پھر فرمایا کہ اگر کوئی شخص خدا کے لیے عمل کرے تو دنیاوی امور اس کے طفیل میں خود ہی انجام پا جاتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی دنیاوی امور کو اس پر مقدم رکھے تو اس کی نحوست سے دونوں کام بگڑ جاتے ہیں۔ والموفق ہو اللہ۔ (توفیق عطا فرمانے والا تو اللہ ہی ہے)

اتوار ۱۳ ر جمادی الثانی ۷۳۳ھ

مولانا زین الدین نے عرض کیا کہ جس طرح نبی کی متابعت امت پر واجب ہے مگر صرف نبوت کے خاص امور میں کیا اسی طرح پیر کی متابعت بھی مرید پر واجب ہے۔ (دعا گو کے دل میں یہ خیال آیا کہ اب حضرت مخدوم کی مجلس میں جو بھی چیز دیکھوں گا اس کی متابعت کروں گا جیسے فاتحہ اور نمک دان اور کھانے کی دعا) حضرت شیخ نے فرمایا ایسا ہی ہے ''اَلشَّیۡخُ فِیۡ قَوۡمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیۡ اُمَّتِہٖ '' (شیخ اپنی قوم میں ویسا ہی ہے جیسا نبی اپنی امت میں) پھر زبان گہر بار سے ارشاد فرمایا کہ نمک سنت ہے اور فاتحہ دعا ہے اور شکرُ اللہ سوا شیخ کی مجلس کے اور کہیں نہیں کہتے (کیونکہ ادب کے خلاف ہے) اور ادب یہ ہے کہ جب شیخ کی مجلس میں

حاضر ہو تو خادم کی طرح آئے آستاں بوسی کرے، سلام کرے شیخ کے سامنے مودب کھڑا رہے، اللہ کا شکر ادا کرے، فاتحہ و دعا پڑھے الٹے پاؤں واپس جائے شیخ کی طرف پیٹھ نہ کرے۔

اور یہ مشائخ کے مستحسنات میں سے ہے اور اسی طرح سر منڈانا یا بال کتروانا یا نیلے کپڑے پہننا یہ بھی استحسان ہے یعنی مشائخ کو یہ پسند تھا۔ اور نیلے کپڑوں میں حکمت یہ ہے کہ وہ میلے کچیلے کم ہوتے ہیں اور جلد جلد دھونے کی ضرورت نہیں پڑتی اور سُرخ اور دوسرے رنگ جو مشائخ نہیں پہنتے اس کا سبب یہ ہے۔

جامۂ صوفیان چرا ست کبود تو چہ دانی دریں چہ معنی بود
زانکہ ایں قوم صاحب اسرار اند ماتم عُمر خویش می دارند

(صوفیا کا لباس نیلا کیوں ہے؟ تم کیا جانو کہ اس میں کیا حکمت ہے۔ اس لیے کہ یہ قوم صاحب اسرار الٰہی ہے اور اپنی حیات فانیہ کا ماتم خود ہی کیے ہے)

اس جگہ فرمایا کہ کپڑوں کا چھوٹا کرنا آیت قرآنی سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''وَ ثِیَابَکَ فَطَهِّر اَی فَقَصِّر'' (اور اپنے کپڑے پاک صاف رکھو یعنی چھوٹے رکھو) مولانا زین الدین نے عرض کیا اور اس آیت 'لَا تُسْرِفُوا'' (اور فضول خرچی مت کرو) سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا میں نہیں جانتا ''اسراف'' کیا ہوتا ہے۔ مولانا موصوف نے عرض کیا میں نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ جو غیر محل میں خرچ کیا جائے وہ اسراف ہے۔ شیخ نے فرمایا، شیخ جلال الدین تبریزی قدس اللہ سرہٗ بہت فیاض و سخی تھے۔ ایک بار خواجہ بہاؤ الدین نے ان کو ایک کاغذ پر لکھ کر بھیجا ''لَا خَیرَ فِی الْاِسْرَافِ'' (فضول خرچی میں بھلائی نہیں ہے) شیخ جلال الدین نے جواب میں لکھا ''لَا اِسرَافَ فِی الْخَیر'' (بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنا فضول خرچی نہیں ہے) اور انہی معنوں میں فرمایا، ایک بار ایک بزرگ ایک درویش کے گھر مہمان ہوئے۔ اس درویش نے انواع و اقسام کی نعمتیں مہیا کیں اور بھینسا اور گدھا ذبح کیا۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ تم نے گدھا

کیوں ذبح کیا۔ اس نے جواب دیا۔ مخدوم کے کوچہ کے کتوں کے لیے۔ ایک بار خواجہ ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ سرہٗ نے ایک دعوت کا انتظام کیا اور مجلس میں بجائے انگیٹھی کے تنور گرم کر کے لایا گیا اور لوبان و کافور و مشک وعود اس میں ڈالے گئے اور بہت سی شمعیں روشن کی گئیں۔ ایک مدعی بھی مجلس میں موجود تھا اس نے کہا یہ اسراف ہے بس تھوڑا عود کافی تھا یہ لوبان وغیرہ کیوں سلگایا گیا ہے۔ خواجہ ابوسعید نے جواب دیا اس لیے کہ پورا شہر معطر ہو جائے اور سب کو خوشبو پہنچے۔ پھر مدعی بولا کہ دو شمعیں کافی تھیں اٹھارہ بلاوجہ جلائی گئی ہیں۔ خواجہ نے فرمایا کہ یہ شمعیں اللہ کے لیے جلائی گئی ہیں اگر تجھے یقین نہیں تو جا کوئی ایک شمع بجھا دے۔ مدعی نے شمع بجھانے کے لیے جیسے ہی پھونک ماری اس کی داڑھی میں آگ لگ گئی اور داڑھی جل گئی۔ خواجہ ابوسعید نے یہ دیکھ کر یہ شعر پڑھا:

چراغے را کہ ایزد بر فروزد   کسے گرفف زند ریشش بسوزد

(جس چراغ کو حق تعالیٰ خود روشن کرتا ہے۔ اگر کوئی اس میں پھونک مارتا ہے تو اس کی داڑھی جل جاتی ہے)

اسی دوران بات نکلی کہ کسی دوسرے کے مال میں طمع نہیں کرنا چاہیے۔ فرمایا، ایک بار ایک طالب علم ہمارے خواجہ کی خدمت میں آیا۔ خواجہ نے اس کو کھانا کھلایا پھر خادم سے فرمایا کہ نصف روپیہ اس کو دے دو۔ خادم نے عرض کیا کہ موجود نہیں ہے۔ خواجہ نے فرمایا کہیں سے لے کر دے دو لیکن مل نہ سکا۔ ایک بیل وہاں بندھا ہوا تھا۔ فرمایا بیل بیچ دو۔ بیل کو بازار لے گئے لیکن بک نہ سکا۔ کیوں کہ بازار کا وقت ختم ہو گیا تھا واپس لے آئے۔ اس نے خادم سے کہا یہی بیل مجھے دے دو۔ اس بیل کی قیمت چار پانچ روپیہ تھی اور خواجہ نے نصف روپیہ کے لیے فرمایا تھا۔ مبارک خادم حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ وہ ایسا ایسا کہہ رہا ہے۔ ہمارے خواجہ نے فرمایا دے دو اور سب سے بتا دو پھر فرمایا کہ کسی کے مال میں طمع کرنا حرام ہے۔ اور ایسی حالت میں اگر صاحب مال طمع کرنے والے کو بخش دے

تب بھی حرام رہے گا۔ اور فرمایا یہی طالب علم ایک بار ضیاء الدین رومی کے پاس گیا وہ ایک بڑی دستار سر پر باندھے ہوئے تھے۔ اس نے کہا یہ دستار مجھے عطا کر دیجیے۔ ضیاء الدین رومی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے تین چار بار مانگی۔ انھوں نے کہا تمھیں کیا دوں۔ اسی دوران ایک دوسرا آدمی مجلس میں آیا۔ انھوں نے اس طالب علم کے سامنے اس آدمی کو دستار دے دی اور اس کو صرف اس لیے نہ دی کہ اس کی طمع کی وجہ سے وہ دستار اس پر حرام ہوگئی تھی۔ پھر فرمایا ہمارے خواجہ شیخ الاسلام نظام الدین قدس اللہ سرہٗ جب اجودھن سے واپس تشریف لا رہے تھے تو قافلے کے ساتھ تھے۔ اثناء راہ میں آپ نے ایک کملی پڑی دیکھی کھڑے ہو گئے اور اس کی حفاظت فرماتے رہے یہاں تک کہ پورا قافلہ گزر گیا۔ صرف اس لیے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی دوسرا اٹھا لے اور حق دار کا حق مارا جائے۔ پھر فرمایا، دہلی میں ایک درویش خواجہ ظہیر کے گھر میں محفل تھی۔ پہلوان نمدگر بھی اس محفل میں گئے۔ خواجہ ظہیر نے گویّوں (قوالوں) کو حکم دیا کہ کچھ گاؤ۔ انھوں نے کچھ نہ گایا۔ خواجہ نے دوبارہ کہا پھر بھی وہ خاموش رہے۔ پہلوان نمدگر بولے اگر درویشوں کی محفل میں کوئی کچھ کہے تو یہ قابل قبول نہیں (بے ادبی ہے) خاموش رہنا چاہیے۔ اور انھی پہلوان نمدگر کے بارے میں فرمایا، ایک بار یہ کسی شخص کی محفل میں گئے اور اس کو نصیحت کی اس نے نہ سنی۔ یہ فوراً خاموش ہو گئے اور پھر جتنی دیر محفل میں رہے خاموش ہی بیٹھے رہے اور کسی سے کچھ کلام نہ کیا۔ جب ہمارے خواجہ کو یہ بات بتائی گئی تو آپ نے اس کو بہت پسند کیا اور فرمایا ''مرد ایسا ہی ہونا چاہیے'' نیز انھی پہلوان نمدگر کے سلسلے میں ارشاد فرمایا ایک بار کہیں محفل سماع منعقد تھی پہلوان بھی جا پہنچے۔ لوگوں نے دیکھا کہ انھوں نے جلدی جلدی کانپتے ہاتھوں سے اپنا کرتا اتارا اور قوالوں کو دے دیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ جب آپ قوالوں کو کرتا دے رہے تھے تو کانپ کیوں رہے تھے اور عجلت کیوں کر رہے تھے۔ کہا میں نے ارادہ کر رکھا تھا کہ کرتا قوالوں کو دے دوں گا۔ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ سوا اس کے میرے پاس

دوسرا نہیں ہے اور میں برہنہ رہ جاؤں گا۔ میں ڈرا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان راہ پا جائے اور یہ کرتا ان لوگوں کو نہ ملے۔ کیونکہ پہلا خیال الہام ربّانی تھا اور دوسرا وسوسہ شیطانی۔ اور اسی سے مناسب یہ قصہ بھی ارشاد فرمایا ایک بار جب سلطان ناصر الدینؒ نے لاہور اور ملتان کے سفر کا ارادہ کیا تو پہلے حضرت شیخ الاسلام فرید الدین کی زیارت کے لیے مع اپنے امراء و روساء کے اجودھن روانہ ہوا۔ جو رئیس حضرت شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے نذر دی کسی نے ہزار تنکہ کسی نے پانچ سو تنکہ نذر کیے۔ اور پچاس سے کم کسی نے نہ کیے۔ سلطان خود بھی شیخ کی زیارت کو حاضر ہوا اس کا امام بھی اس کے ساتھ تھا۔ اور امام نذر کے لیے پانچ کھوٹے سکے لایا تھا۔ جب شیخ کی خدمت میں پہنچا اور دیکھا کہ کوئی ہزار اور کوئی پانچ سو نذر دے رہا ہے۔ وہ شرمندہ ہو کر ایک گوشہ میں بیٹھ گیا تاکہ خلوت ہو جائے۔ اور وہ تھوڑے سے درم سامنے رکھے سوچتا رہا کہ نذر کروں یا واپس لے جاؤں۔ اسی فکر میں تھا کہ خلوت ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں ایک سوال ڈال دیا۔ وہ شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ الہام ربّانی اور وسوسہ شیطانی کو کیسے پہچانا جاتا ہے (دونوں میں فرق کیسے کیا جاتا ہے)؟ شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ الہام ربانی یہ ہے کہ کوئی کسی درویش کی نذر کے لیے پانچ کھوٹے سکے لائے اور وسوسہ شیطانی یہ ہے کہ وہ نذر دیئے بغیر سکے واپس لے جائے۔ پھر فرمایا جب سلطان غیاث الدین بلبن نے بیگ بوس کو معزول کر دیا تو اس نے فوراً ایک تیز رفتار اونٹنی سوار کے ذریعے شیخ الاسلام فرید الدینؒ کی خدمت میں چالیس اشرفی بطور نذر بھیجیں اس نے شیخ کو نذر کر دیں۔ شیخ نے فرمایا کہ جاؤ آرام کرو اور یہ نذر اپنے پاس ہی رکھو ایک ہفتہ کے بعد شیخ نے اس کو طلب فرمایا۔ اتنے میں ایک دوسرا اونٹنی سوار آ پہنچا اس نے کہا دہلی سے یہاں تک پہنچنے میں مجھے ایک ہفتہ لگ گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب پہلا سوار شیخ کی خدمت میں پہنچا تھا تبھی سلطان نے اس کو بحال کر دیا تھا۔ پھر فرمایا کہ ہمارے خواجہ قدس اللہ سرہٗ کی ایسی کرامات بہت تھیں لیکن آپ ان کا

اظہار نہ فرماتے بلکہ ان کو چھپاتے تھے۔ اسی طرح یہ واقعہ بیان فرمایا کہ ایک بار میں شیخ الاسلام نظام الدین قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا میرے پاس جو دستار تھی وہ بہت میلی کچیلی تھی اس میں پانی اور تیل وغیرہ لگا ہوا تھا اور مٹ میلی ہوگئی تھی۔ میرا دل چاہا کہ یہ دستار شیخ کو نذر کروں پھر یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ اس لائق نہیں۔ یہ میلی اور تیل پانی لگی ہوئی کیسے نذر کروں۔ جب کئی بار یہ خیال ذہن میں آیا تو میں شیخ کے پاس گیا اور اس امام کا واقعہ جو شیخ الاسلام فرید الدین کی خدمت میں پانچ کھوٹے سکے لایا تھا عرض کیا اور پگڑی اتار کر شیخ کے سامنے رکھ دی۔ حضرت خواجہ نے فرمایا آؤ آؤ میرے ہاتھ سے لے لو (یعنی دوبارہ ان ہی کو عطا فرمادی) پھر فرمایا ایک دن میں تالاب کے کنارے کھڑا تھا اور دستار میرے سر سے گر گئی حالانکہ اس سے قبل کبھی دستار گم نہ ہوئی تھی۔ پھر ملنے کے بعد آپ نے مُبشّر کو وہ دستار دی اور فرمایا جاؤ دھو کر یہاں لے آؤ تاکہ میں دوبارہ اپنا ہاتھ اس پر رکھ دوں۔

جمعہ ۲۰/ذی قعدہ ۷۳۴ھ

بندہ تھوڑے عرصے کے لیے دہلی گیا ہوا تھا۔ واپس آنے کے بعد جب آج خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا کہ دہلی میں کسی درویش کو دیکھا۔ بندہ نے جن درویشوں کو دیکھا تھا ان کا حال بیان کر دیا۔ اس بارے میں آپ نے فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام نظام الدینؒ کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ ایک درویش کا لڑکا اس کے پاس آیا اور کہا میں اس شہر کے درویشوں کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ درویش نے کہا بیٹے! کیا دیکھنا چاہتے ہو۔

هم مشک تنت داری و هم عنبرِ تر
ای جان پدر سوی دگر کس منگر

(جان پدر! تم ہی اپنے اندر مشک ہو اور تمہیں عنبر تر ہو اپنے سوا کسی کو مت دیکھو)

پھر فرمایا کہ ایسا ہی ایک شعر مجھے بھی یاد ہے جو میں نے حضرت شیخ سے نہیں سنا ہے۔

یک دوست بسندہ کن چو یک دل داری
گر مذہب مردمان عاقل داری

(اگر تم عقل مند ہو تو سمجھ لو۔ جب تمہارے پاس ایک ہی دل ہے تو دوست بھی ایک ہی کافی ہونا چاہیے)

ان باتوں سے بندے کے دل میں خوف و ہراس پیدا ہوا کہ حضرت مخدوم نے نور باطن سے معلوم کر لیا کہ میں درویشوں کی جماعت کے پاس دنیا و آخرت کے مقاصد کے حصول کے واسطے نہ گیا تھا بلکہ ان کی عظمت وجلال و بزرگی کی وجہ سے اور اپنے شیخ کی اُن پر برتری ثابت کرنے کے لیے گیا تھا لیکن جب یقین ہو گیا کہ یہ بات آپ دوسرے حاضرین مجلس کے حق میں فرما رہے ہیں تو دل کو اطمینان ہو گیا۔

دوشنبہ یکم ذی الحجہ ۷۳۴ھ

آج بوقت حاضری ایک دانشمند نے عرض کیا کہ میں قدم بوسی کا مشتاق تھا اور بہت عرصہ سے یہ تمنا تھی کہ حضرت کے غلاموں کی فہرست میں شامل ہو جاؤں اور اسی طرح کی بہت سی باتیں عرض کیں۔ آپ نے فرمایا بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو کہتے ہیں میں یہ کروں گا اور یہ کروں گا اور کرتے کچھ نہیں اور بہت سے ایسے ہوتے ہیں جو کہتے کچھ نہیں اور بس کر دیتے ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ مرد جب تک کر نہیں دیتے کہتے نہیں ہیں۔ اسی جگہ فرمایا ہانسی کے ایک واعظ نے ایک بار بیت اللہ جانے کا ارادہ کیا۔ قاضی کے پاس آیا اور کہا میں خانہ کعبہ جانا چاہتا ہوں۔ قاضی نے اس سے کہا تم کہاں جا رہے ہو خلقِ خدا تمہارے وعظ سے فائدہ اٹھاتی ہے۔ اور اس کو کچھ دے کر روک لیا۔ کچھ دن کے بعد پھر وہ قاضی کے پاس

آیا اور کہا میں بیت اللہ کی زیارت کو جاتا ہوں۔ قاضی نے کچھ رقم دے کر پھر اس کو روک لیا۔ تیسری یا چوتھی بار پھر وہ اسی طرح آیا۔ قاضی نے کہا۔ خواجہ عشق میں مشورہ نہیں لیا جاتا اگر عاشق ہو تو بار بار مشورہ لینے کیوں آتے ہو۔ پھر حضرت شیخ نے فرمایا جب میں پُل کے دروازے والی مسجد میں رہتا تھا تو ایک دوکان کی چھت پر بیٹھتا تھا اور بار بار اپنا ہاتھ اپنے چہرے پر پھیرتا پھر اپنے نفس سے کہتا کہ تجھ کو کمزور و عاجز کر کے ماروں گا۔ سالوں ایسا ہوتا رہا لیکن میں اس کو مار نہ پایا۔

گفتی کہ رہ سپارم گردے برآرم از راہ — نے تو رہے سپردی نے گرد راہ کردی

مرداں ہزار دریا خوردند و تشنہ رفتند — تو مست از چہ گشتی چوں جرعۂ نخوردی

(تو دعویٰ کرتا تھا کہ میں سفر کروں گا اور راستہ کی گرد اور محنت و مشقت اٹھاؤں گا لیکن نہ تو تو نے سفر کیا نہ ہی کوئی مشقت برداشت کی۔ مردوں نے ہزار دریا پی لیے مگر پھر بھی پیاسے ہی رہے۔ تو نے تو ایک گھونٹ بھی نہیں پیا پھر کیسے مست ہو گیا؟)

اس کے بعد فرمایا کہ بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ متعدد بار ہتھیار پہن چکے ہوتے ہیں لیکن جب وقت پڑتا ہے تو ہتھیار چلا تک نہیں سکتے اور بعض تو ایسے ہوتے ہیں کہ ہیبت سے کھڑے بھی نہیں ہو سکتے (یعنی پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے ہیں) پھر فرمایا حضرت شیخ الاسلام نظام الدینؒ کے یاروں میں سے ایک یار فرماتے تھے کہ ایک جنگ میں کچھ ایسی ہوا چلی جس کی ہیبت سے گھوڑے کی لگام میرے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ جنگ میں مقابل کی ہیبت ایسی ہی طاری ہوتی ہے۔ لیکن جس وقت ملک الموت کا سامنا ہوتا ہے تو ایسے مقابل کی ہیبت کیسی ہوتی ہو گی۔ پھر فرمایا رسالۂ قشیریہ میں لکھا ہے کہ ایک نیک مرد پر شام کے وقت غشی طاری ہوئی۔ شام کی نماز سے پہلے انھوں نے آنکھ کھولی، عزرائیل کو کھڑا دیکھا پوچھا عزرائیل! کیسے آئے ہو ملاقات کرنے یا روح قبض کرنے۔ عزرائیل نے کہا روح قبض کرنے۔ نیک مرد نے کہا تم بھی حکم الٰہی کے پابند ہو اور میں بھی۔ تھوڑا انتظار

کرو میں وضو کر کے نماز پڑھ لوں۔ پھر شام کی نماز پڑھی اس کے بعد عزرائیل نے ان کی روح قبض کر لی۔ پھر آپ نے یہ شعر پڑھا۔

از بہر تو عاشقاں چناں جاں بد ہند
کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز

(تیرے لیے عاشق اس طرح جان دیتے ہیں کہ ان کی راہ میں ملک الموت بھی رکاوٹ نہیں بنتے)

بدھ یکم محرم الحرام ۷۳۵ھ

آج بوقت حاضری مولانا روم کا ذکر ہونے لگا۔ آپ نے فرمایا میں نے کچھ اس طرح ان کا حال سنا ہے کہ جب ان کو ذوق وشوق پیدا ہوتا تو ان کے خرقہ کے اندر سے ایک چڑیا اُڑ کر نکل جاتی تھی پھر جب وہ چڑیا خرقہ میں واپس آ جاتی تو وہ اپنا سر باہر نکالتے تھے۔

اسی جگہ فرمایا، ایک بار ایک خرقہ پوش درویش ایک مسجد میں داخل ہوا۔ وہاں لڑکے پڑھ رہے تھے۔ ان میں ایک لڑکا بہت حسین وجمیل تھا۔ درویش کی نظر اس لڑکے پر جو پڑی تو وہ اس پر فریفتہ ہو گیا اور اس لڑکے کو بھی اندازہ ہو گیا۔ جب سب لڑکے اپنے اپنے گھر لوٹ گئے تو وہ لڑکا درویش کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کیا اس وقت درویش مسجد کے ایک گوشے میں بیٹھا ہوا تھا وہ لڑکا اپنی حسن عقیدت کے ساتھ دست بستہ کھڑا ہو گیا درویش نے خرقہ میں سے سر باہر نکالا۔ لڑکے کو دیکھا تو فوراً اس کے سر پیر اور رُخساروں کو بوسہ دیا اور کہا تیری قسم تو میرا ہو گیا۔ یہ کہا اور خرقہ سے غائب ہو گیا۔ اور خرقہ اسی طرح خالی رہ گیا۔ اور لڑکا اپنی جگہ ساکت کھڑا رہا۔ جب ایک دن گزر گیا تو اس کے ماں باپ نے اسے ہر جگہ تلاش کیا نہ پایا اچانک وہ اس مسجد میں پہنچے دیکھا لڑکا مسجد میں کھڑا ہے۔ وہ اس کو گھر لے گئے لڑکا خرقہ کو بھی بہت تعظیم کے ساتھ گھر لے گیا اور بار بار یہی کہتا کہ یہ

میرے پیر کا خرقہ ہے۔ یہاں تک کہ مجلس سماع منعقد کی گئی اور خرقہ کو درمیان میں رکھا گیا تو خرقہ میں جنبش پیدا ہوئی اور وہ درویش اس میں سے نمودار ہو گیا۔ پھر فرمایا یہ گروہ مجاذیب اولیاء اللہ کا ہے۔ لیکن وہ صوفیا جو بیعت کرتے ہیں اور بندگان خدا کی دستگیری کرتے ہیں وہ ایسا نہیں کرتے۔ اور اگر وہ ایسا کریں تو فتنہ کھڑا ہو جائے۔ پھر فرمایا کہ میں نے خواجہ اقبال سے سنا ہے کہ شیخ الاسلام نظام الدین قدس اللہ سرہٗ نے وصیت کی تھی کہ میرے جنازے کو تین روز تک رکھے رہیں اور سماع ہوتا رہے لیکن اقبال نے یہ وصیت کسی پر ظاہر نہ ہونے دی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ شیخ اُٹھ بیٹھیں اور فتنہ برپا ہو جائے۔ پھر حضرت مخدوم نے فرمایا کاش اقبال اس وصیت پر عمل کرتے تو سب یار دیکھتے کہ کیا ہوتا۔ اسی کے مناسب فرمایا حضرت شیخ شہاب الدین سُہروردی قدس اللہ سرہٗ کے زمانے میں ایک گورکن قبر کھود رہا تھا۔ جب نیچے پہنچا تو ایک قبر ظاہر ہوئی۔ خدا جانے کتنی پرانی تھی۔ اس کا مُردہ صحیح و سلامت تھا نہ کہیں سے بوسیدگی کے آثار تھے اور نہ کچھ ٹوٹا پھٹا تھا۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی سویا ہے۔ جب یہ قصہ حضرت شیخ شہاب الدین سُہروردیؒ کو معلوم ہوا تو انھوں نے اس مردے کو منگوایا اور سماع کا حکم دیا جب سماع شروع ہوا تو اُس مردے میں حرکت پیدا ہوئی۔ شیخ نے فرمایا اس کو دفن کر دو ورنہ فتنہ کھڑا ہو جائے گا۔ اسی جگہ فرمایا ایک درویش تھا جس کی عادت تھی کہ جب اذان سنتا کھڑا ہو جاتا۔ یہاں تک کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ جب غسّال اس کو نہلا رہا تھا تو اذان ہونے لگی۔ درویش اسی تختہ پر اٹھ بیٹھا اور کھڑا ہو گیا۔ جب اذان ختم ہو گئی تو پھر تختے پر لیٹ گیا (مُردہ ہو گیا)۔ پھر فرمایا ایک دیوانہ تھا لوگ اس کا مذاق اُڑایا کرتے تھے۔ جب اس کا انتقال ہو گیا تو کچھ عرصے کے بعد ایک آدمی نے لوگوں سے آکر کہا کہ فلاں دیوانے کو میں نے فلاں جگہ بیٹھے دیکھا ہے۔ سب نے کہا وہ تو مر چکا ہے تم نے اس کو کہاں دیکھا؟ اس نے اگر میرا یقین نہیں تو خود جا کر دیکھ لو۔ جب لوگ گئے تو

دیکھا وہ ویسے ہی بیٹھا تھا۔ لوگ اس کو گدھے پر بٹھالائے اور پہلے کی طرح گھمانے لگے اور مذاق کرنے لگے پھر اس سے کہا کچھ کھالو۔ اس نے کہا اب ہم کھانے پینے سے فارغ ہو چکے ہیں اور دنیا کی چیزوں کو چھوڑ چکے ہیں۔ ہمارے خواجہ کی زبان مبارک سے ارشاد ہوا کہ ایک بقّال اپنی دوکان میں بیٹھ کر خرید وفروخت کرتا تھا ایک فقیر اسکی دوکان میں آتا تھا۔ بقال اس سے بہت محبت وخلوص سے پیش آتا فقیر اس کو پریشان کیا کرتا تھا۔ بقّال چوں کہ اس سے عقیدت رکھتا تھا گھبراتا نہیں تھا۔ جب اسی طرح کافی عرصہ گزر گیا تو فقیر نے بقّال سے کہا میں چاہتا ہوں کہ تم مجھ کو چھوڑ دو اور اگر نہیں چھوڑنا چاہتے تو پچھلی دیوار میں ایک چھوٹا دروازہ لگوالو تاکہ میں روز تمہارے پاس آیا کروں۔ بقّال نے ایسا ہی کیا۔ فقیر روز آتا اور ایک سپارہ کلام اللہ بقّال کے سامنے پڑھتا۔ پھر کچھ دن کے بعد فقیر کا انتقال ہو گیا۔ تیسرے دن ایک آدمی آیا اور دروازے کی کنڈی کھٹکھٹائی۔ بقال نے دروازہ کھولا دیکھا وہی فقیر آیا ہے۔ اس نے کہا میں یہیں رہتا ہوں جب تک بقّال زندہ رہا روز وہ فقیر آتا اور کلام اللہ کا وظیفہ پڑھتا۔

جمعہ ۱۰ ارمحرم ۷۳۵ھ

آج کے دن ایک طالب علم حاضر ہوا۔ شیخ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا تم اب بھی اُسی طرح بچوں کو تعلیم دیتے ہو۔ اس نے عرض کیا جی ہاں۔ پھر فرمایا کہ ہانسی میں ایک خطّاط تھے شہاب الدین نام تھا اور نغزی کہے جاتے تھے، بچوں کو خوشخطی سکھاتے تھے۔ مشہور تھا کہ جس نے ان سے خوش خطی سکھی وہ آخر کار صاحب مرتبہ ہوا۔ لیکن وہ نہایت گرم مزاج تھے۔ مسجد کی چھت پر مشق کراتے اگر شاگرد پر غصہ آتا تو تختی سے مارتے اور کبھی چھت سے نیچے پھینک دیتے لیکن شاگرد کو کچھ چوٹ یا تکلیف نہ پہنچتی۔ پھر فرمایا سرستی میں دو حافظ تھے ایک محمد بیھانی اور دوسرے محمد باہیا کہے جاتے۔ بچوں کو قرآن پڑھاتے اور محمد باہیا دن بھر مسجد میں رہتے اور

قرآن پڑھاتے اور ہر وقت باوضو رہتے ۔ نماز ظہر کے بعد جب محمد باہیا فارغ ہوئے تو شہر کے باہر ایک شہید کے مزار کی زیارت کے لیے گئے ۔ یہ ایک سنسان جگہ تھی جہاں کھانے پینے کا کچھ نہ ملتا تھا۔ لیکن وہاں شہید کی مزار تھی اور سات آٹھ گز لمبی تُربت تھی ۔ بہت مخلوق زیارت کو جاتی تھی ۔ یہاں پر شیخ نے فرمایا میں بھی ایک بار زیارت کو گیا ہوں خیر ۔ محمد باہیا کی دستار سر سے کنویں میں گر گئی ۔ کافی دیر وہ کوشش کرتے رہے لیکن نکال نہ سکے ۔ رومال سر پر باندھا اور روانہ ہوئے ۔ دس بیس قدم چلنے کے بعد کنویں سے آواز آئی: ''مولانا آؤ اپنی دستار لے لو'' مولانا پلٹے اور جب کنویں کے پاس پہنچے تو دیکھا دستار کنویں کی مینڈ پر رکھی تھی ۔ انھوں نے اٹھالی یعنی ان کی کرامت یہی تھی ۔ فرمایا حافظہ کروانا خوب ہے اگر کچھ شرائط ملحوظ رکھی جائیں ایک یہ کہ باوضو مسجد میں رہے اور کسی سے لڑے جھگڑے نہیں اور صحیح صحیح پڑھائے ۔

پھر بندے کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ وہ بہاٹ اور جوگی جن کو تم نوساری سے لائے تھے کہاں ہیں ۔ اور وہ کچھ بنا نہ پائے ۔ بندے نے عرض کیا کہ وہ بہاٹ لوٹ گیا اور جوگی ابھی یہیں ہے ۔ اور وقتاً فوقتاً میرے پاس آتا ہے ۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ یہ نہیں سوچتے کہ کل شرمندہ ہونا پڑے گا ۔ کچھ نہ ہونے کے باوجود کہتے ہیں کہ ہم یہ جانتے ہیں ۔ میں نے پھر عرض کیا کہ یہ لوگ دولت دنیاوی کے بہت حریص ہیں اگر ایک بار کام بن جاتا ہے تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے عمل سیکھ لیا حالانکہ جب دوبارہ کرتے ہیں تو کچھ نہیں ہوتا ۔ فرمایا ہاں ۔ دواؤں اور آنچ کی کمی بیشی کے سبب ایسا ہوتا ہے ۔ بندے نے عرض کیا بعض لوگ کہتے ہیں کہ ارواح اس علم پر موکل ہیں اور عمل کی خرابی انہی کی وجہ سے ہوتی ہے ۔ فرمایا نہیں دوائیں اور معجون وغیرہ کی وجہ سے خراب ہوجاتا ہے یہ کام رانگے کا ہے ۔ جوگی کہتے ہیں کہ جس عمل میں رانگہ صحیح نہیں ہوتا وہ خراب ہوجاتا ہے اور جو عمل صحیح ہوتا ہے وہ بھی اسی رانگہ ہی کی وجہ سے ہوتا ہے اور وہ ایسے ہے جیسے قلعی کرتے ہیں اور

اس میں کسی جڑی بوٹی کا عرق ڈالتے ہیں تو چاندی بن جاتی ہے۔اور اسی طرح پارے میں کسی چیز کا عرق ڈالتے ہیں تو وہ بندھ جاتا ہے۔لیکن اگر رانگہ کی ہی دوائیں اور مرکبات صحیح نہ ہوں تو بھلا کیا ہو پائے گا۔لیکن یہ گروہ کہتا ہے کہ پارہ تب بنتا ہے جب اس کی مائیت ختم ہوجائے۔جب سیماب سے آب (پانی) نکل گیا تو سیم (چاندی) بن گئی پھر اصحاب محفل سے مخاطب ہوکر فرمایا تم میرا حال نہیں جانتے اگر کوئی اور ہوتا تو جان لیتا کہ میں اس کام میں کامل ہوں۔ پھر بندہ نے عرض کیا اس گروہ کے بیشتر لوگ فقیر ہوتے ہیں۔آپ نے فرمایا کامل فقیر ہی ہوتا ہے۔اسی کی مناسبت سے فرمایا کہ بدایوں میں ایک شخص تھا جسے لوگ شمس الدین سیونہانی کہتے تھے۔وہ اس کام میں کامل تھا۔ایک چھپر ڈال رکھا تھا اس میں شاگردوں کو تعلیم دیا کرتا تھا۔چندروز کیمیا بنانے میں مصروف رہتا کچھ حاصل کرتا اور اسے خرچ کر دیتا پھر مفلس ہو جاتا۔پھر جب تک کیمیا دوبارہ تیار ہوتی۔ شاگردوں کو پڑھاتا رہتا۔وہ اس فن میں ایسا کامل تھا کہ اس کے پڑوسی نے ایک بار لوگوں سے کہا کہ اگر آج کی رات سیمیا بنائی جائے تو سب چاندی بن جائے گی انھوں نے یہ سنتے ہی کہ مولانا شمس الدین کا عمل ہے بغیر آزمائے ہوئے اس پر یقین کرلیا۔

پھر فرمایا میں نے حضرت شیخ الاسلام کی زبانی سنا ہے کہ خواجہ سہیل عیاض تستری کیمیا بنانے میں ماہر تھے۔جب ان کی وفات ہوئی تو ۶-۷ بوتل کیمیا سازی کا مسالہ موجود تھا۔انھوں نے وصیت کی تھی کہ ان کو توڑ دیا جائے لوگوں نے پوچھا آپ ایسا کیوں فرمار ہے ہیں؟ فرمایا کہ ۵۰، ۶۰ سال بعد امکان ہے کہ چاندی بن جائے گا۔

اس کے بعد حضرت خواجہ غریبؒ نے فرمایا کہ ایک زمانہ میں مجھے بھی ۶ ماہ تک کیمیا سازی کا شوق رہا لیکن اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور ایک قصہ سن کر اس کام سے توبہ کرلی وہ قصہ یہ ہے کہ ایک شہر میں ایک جوگی تھا جس کے بے شمار چیلے تھے۔

ایک کو اپنا منظور نظر بنا رکھا تھا مگر جب جب وہ اس کو اپنا خاص علم سکھانا چاہتا تھا تو دوسرے چیلوں کی موجودگی کی وجہ سے نہ سکھا پاتا، تنہائی کا موقعہ بھی نہ مل پاتا۔ وہ موقع کی تلاش میں رہا یہاں تک کہ ایک رات اس نے چیلے سے کہا کلہاڑی لو اور میرے ساتھ چلو۔ دوسرے چیلے سمجھے کہ شاید جنگل جا رہے ہیں جب شہر سے باہر نکلا تو ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا اور چیلے سے کہا آؤ اب تک تم کو انتظار کرنا پڑا آج وہ علم تم کو سکھاؤں۔ ایک آدمی شیر کے ڈر سے بھاگ کر درخت پر بیٹھ گیا تھا اور جوگی بآواز بلند اس چیلے کو سکھا رہا تھا۔ اس آدمی نے سن لیا۔ جب جوگی وغیرہ اپنے گھر چلے گئے تو وہ آدمی درخت سے اُترا اور اپنے شہر پہنچا اور عمل آزمایا اور اس سے خوب مال واسباب پیدا کیا۔ تھوڑے عرصے بعد شہر میں قحط پڑا۔ اس آدمی نے سوچا کہ جس شہر میں جوگی ہے اور وہ استاد ہے وہاں چل کر دیکھنا چاہیے کہ کیا حال ہے۔ اگر اس کو ضرورت ہو تو کچھ دے دوں۔ گائیں، غلّہ اور چاندی وغیرہ ساتھ لے کر اس شہر میں آیا اور پوچھتے پوچھتے جوگی کے گھر پہنچا جوگی کو دیکھا پریشان حال اور چیلے سب اِدھر اُدھر ہو گئے تھے اور نامرادی اس کے چہرے سے ظاہر تھی اور ایک چھپّر کے نیچے لیٹا تھا۔ یہ آدمی پہنچا اور آواز دی جوگی باہر آیا۔ اس نے جب جوگی کو اس حالت میں دیکھا تو اس کے قدموں پر گر پڑا اور جو کچھ لایا تھا اس کو دے دیا اور کہا میں آپ کا چیلہ ہوں اور یہ مال و دولت آپ ہی کا ہے قبول فرمائیے۔ جوگی حیرت زدہ رہ گیا اور کہا میں تجھ کو پہچانتا تک نہیں اور نہ تو نے مجھ سے کچھ سیکھا ہے پھر تو اپنے کو چیلہ کیسے کہہ رہا ہے۔ اس آدمی نے کہا کہ آپ جس درخت کے نیچے اپنے چیلے کو سکھا رہے تھے میں اس کے اوپر بیٹھا تھا میں نے سب سنا اور سیکھ لیا اور گھر جا کر عمل دوہرایا۔ یہ سب دولت اسی کی ہے۔ جوگی اٹھا اور اس آدمی کے پیروں پر گر پڑا اور بولا میں تیرا چیلہ ہوں اور تو میرا استاد۔ کیوں کہ میں نے خود یہ عمل کبھی نہیں کیا۔ صرف سنی سنائی بات تھی لیکن تحقیق تو تجھ سے ہوئی کیونکہ اس کو تو نے

آزمایا۔ پھر حضرت شیخ نے فرمایا۔ یہاں میرے دل میں خیال آیا کہ جس کو اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے وہ ان سب چیزوں سے دور رہتا ہے۔ سیکھنے اور کرنے میں بہت فرق ہے۔ پھر میں نے اس کام سے توبہ کی کہ اے بُرہان! اس کام میں غلو (مبالغہ) مت کر۔ پھر فرمایا۔ میرے اوپر حضرت شیخ نے جو نظر عنایت فرمائی یہ وہی ہے (یعنی وہ نظر ہی اصلی کیمیا ہے) اس کے بعد حاضرین کو رخصت فرمایا اور بندے کو حکم دیا کہ جماعت خانے میں رُک جائے۔ پھر ظہر کی نماز کے بعد بندے کو طلب فرمایا اور جیسا کہ آپ کی ذات مبارک اور آپ کے کرم جلی کا خاصّہ ہے نعمت فراوان اور مرحمت بے پایان عطا ہوئی یعنی آپ نے نمکدان عطا فرمایا اور فرمایا جو میں پڑھوں تم بھی پڑھتے جاؤ۔ اور بندے کو تلقین فرمایا۔ خواجہ محمد سلمہ اللہ تعالیٰ کچھ روٹیاں اور شکر لائے اور عرض کیا یہ بھی اپنے دست مبارک سے فلاں کو عطا فرمادیں۔ آپ خوش ہوگئے اور یہ بات مزید نوازش کا سبب ہے۔ پھر بندے کو جماعت خانے میں یہ حکم دے کر رخصت فرمایا کہ یہ جو کچھ تم کو اس فقیر (حضرت مخدومؒ) سے ملا اس کو وہاں تقسیم کر دینا اگرچہ آدھی روٹی ہو تو بھی دو تین لوگوں کو اس میں شریک کرنا۔ آج اللہ تعالیٰ نے بندۂ امیدوار کو ایسی سعادت عطا فرمائی۔ **الحمد لله علیٰ نعمائہٖ** ۔ پھر قاضی رفیع الدین کے بارے میں گفتگو ہونے لگی۔ فرمایا تم نے جوان کا آدھا سر مونڈ دیا ہے شاید غصے کی وجہ سے ہے۔ میں نے عرض کیا کہ نہیں بلکہ ایک بیماری کی وجہ سے ان کے بال کاٹ دیئے گئے تھے۔ لیکن انھوں نے بادشاہ کے مزاج کی خاطر دوبارہ بال بڑھا لیے۔ آپ نے فرمایا کہ جو اپنے شیخ کے سامنے حلق نہ کرے اور خالصاً للہ بھی اس کی نیت نہ ہو وہ کسی لائق نہیں۔ اسی کے مناسب فرمایا کہ سلطان علاؤ الدین خلجی کے زمانے میں ایک امیر تھا۔ سلطان نے اس کو خلعت عطا کیا لیکن وہ جو ٹوپی پہنے تھا اس نے نہ اُتاری سب نے کہا "یہ ٹوپی اُتار دو" یہ نہیں کہا کہ "یہ کلاہ نہ پہنو" خود بادشاہ نے بھی بہت کوشش کی

لیکن اس نے ایک نہ سنی۔ بلکہ کہا مجھ کو دستار بھی لادو۔ یہ بات بادشاہ کو معلوم ہوئی۔ بادشاہ نے کہا ٹوپی کیوں نہیں اُتار دیتے اس نے جواب دیا ''میں ٹوپی اُتارنے والوں میں سے نہیں'' بادشاہ نے کہا: اس کو لے جاؤ اور قتل کردو۔ اس پر کچھ اثر نہ ہوا بلکہ اسی طرح سزا کے لیے جانے لگا۔ بادشاہ نے اس کے پیچھے ایک آدمی بھیجا کہ دیکھو وہ کیا کہتا ہے۔ وہ وہی بات کہتا رہا۔ بادشاہ نے اس کو بلایا اور بہت نوازش کی۔ چوں کہ اس نے ایک پیر کے ہاتھ سے پائی تھی اس لیے اس کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔ اور اس کا مطلوب حاصل ہوا۔ اسی کے مناسب یہ بھی فرمایا ایک بار حضرت شیخ الاسلام نظام الدین قدس اللہ سرہٗ کی خدمت میں ایک دیوان (سرکاری عہدے دار) حاضر ہوا اور سماع پر اعتراض کیا۔ شیخ نے فرمایا میں بھی نہیں چاہتا کہ کوئی اس بارے میں کچھ کہے۔ جب اس نے بہت اصرار کیا تو آپ نے اس سے بحث کی اور آہستہ آہستہ اس کو قائل کر دیا اور وہ کوئی بہت زیادہ پڑھا لکھا نہ تھا۔ اتفاقاً دوران گفتگو اس کی زبان سے نکلا کہ بابا رضی اللہ عنہ ایسا کہتے تھے۔ ایک گدڑی پوش شیخ کی خدمت میں موجود تھا۔ اس نے کہنا شروع کیا اے فلاں! رضی اللہ عنہ صحابہ وتبع تابعین وغیرہ کے لیے کہتے ہیں۔ تمہارا باپ تابعی نہیں تھا۔ قصہ مختصر شیخ نے اس کو کچھ دے کر رخصت کر دیا۔ وہ پریشان ہو کر واپس لوٹ گیا۔ ہمارے خواجہ شیخ الاسلام نظام الدین قدس اللہ سرہٗ نے فرمایا۔ آخر میں اس جگہ کسی کے بٹھانے سے بیٹھا ہوں مگر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میں فضول میں بیٹھا ہوں۔ اسی کی مناسبت سے فرمایا کہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہٗ کی خدمت میں ایک خرقہ پوش قلندر تھا۔ شیخ نے اس سے فرمایا کہ یہ دوزخیوں کی علامت ہے اس کو اتار دو اس نے اُتار دیا۔ تھوڑے دن کے بعد ایک دوسرا قلندر آیا۔ شیخ نے اس سے بھی یہی فرمایا اس نے کہا میں نے اپنے پیر کے ہاتھ سے پہنا ہے میں نہیں اُتاروں گا۔ ہر چند شیخ نے اس سے فرمایا اس نے نہ اُتارا۔ آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! وہ کیسا آدمی تھا جس نے

ایک جھٹکے میں ہی خرقہ اتار پھینکا اور یہ کیسا آدمی ہے اور کیسا صاحب استقامت اس کا پیر ہے کہ یہ اپنی جگہ سے جنبش نہیں کرتا۔ اس کے بعد فرمایا۔ میں نے اپنے خواجہ قدس اللہ سرہٗ کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ ایک شخص کا شمس العارفین لقب ایسے ہوا کہ ایک بار وہ خانہ کعبہ کی زیارت کو گیا۔ لوگوں نے اس سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت بھی کرلو۔ اس نے کہا کعبہ کے طفیل میں تو ہرگز نہ کروں گا گھر واپس آیا اور دوبارہ یہاں سے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی نیت سے روانہ ہوا۔ جب روضۂ اطہر کے سامنے پہنچا تو اس میں سے آواز آئی السّلامُ علیکم یا شمسَ العارفین '' درحقیقت وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب فرمودہ ہے۔ اس سے پہلے اس کو کوئی شمس العارفین نہیں کہتا تھا۔ اسی جگہ شیخ (برہان الدین) نے فرمایا کہ ہمارے خواجہ کا لقب پہلے نظام الدین نہ تھا۔ ایک بار آپ بدایوں میں اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے پکارا مولانا نظام الدین۔ خواجہ نے سوچا میرا نام تو نظام الدین ہے نہیں اور گھر میں بھی کسی کا نام نہیں پھر یہ کسے پکار رہا ہے۔ جب گھر سے باہر نکلے تو جو بھی دیکھتا وہ کہتا السلام علیکم یا مولانا نظام الدین۔ اسی دن سے ہمارے خواجہ کا لقب نظام الدین ہوگیا۔ پھر فرمایا کہ اگر کسی کا لقب مستقیم ہوتا ہے تو وہ ضرور کسی کا عطا کردہ ہوتا ہے اور باقی جو لوگ اپنی حُسن رائے سے ملک المشائخ یا قطب الاولیاء وغیرہ کہتے ہیں اس میں استقامت نہیں ہوتی۔ اس کے بعد وفور مرحمت ونوازش سے بندے کو اپنی مستعملہ جاءنماز اور ٹوپی اور مسواک عطا فرمائی۔ اور اپنے دست مبارک سے کُلاہ اس امیدوار کے سر پر رکھی۔ الحمد للہ۔

جمعہ ۱۷ محرم ۷۳۵ھ

آج اس خورشید صدق وصفا کا مزاج مبارک بہت گرم تھا۔ جب بندہ

قدم بوس ہوا تو اس وقت بات یہاں تک پہنچی تھی کہ حضرت شیخ الاسلام قطب الدین قدس اللہ سرہٗ نے اس شعر پر جان جانِ آفریں کے سپرد کردی۔

کُشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگرست

(خنجر تسلیم کے شہیدوں کو ہر گھڑی غیب سے ایک نئی جان عطا کی جاتی ہے)

آپ نے بہت جوش سے فرمایا کہ (اے فلاں) سن لے جب تک تو اپنی خباثتِ نفس سے چھٹکارا نہ پائے گا خدا تک کیسے پہنچ سکے گا۔ میں نے حضرت شیخ الاسلام نظام الدینؒ کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ کون ایسا ہے جو اپنی خباثت نفس سے خلاصی حاصل کیے بغیر کمالِ نفس حاصل کر سکے۔ اسی دوران دستر خوان بچھایا گیا۔ حضرت شیخ نے فرمایا مولانا زین الدین کو بلاؤ۔ کاکا شاد بخت نے عرض کیا وہ نہیں ہیں۔ فرمایا جاؤ! ٹھیک سے تلاش کرو کہاں چلے گئے ابھی تو یہیں تھے۔ اس بات سے شیخ کا مزاج مبارک اور گرم ہوگیا کہ میں نے صبح کہہ دیا تھا کہ جماعت خانے میں بیٹھو پھر وہ کہاں چلے گئے۔ یہیں پر فرمایا حضرت خواجہ بدر الدین اسحٰق جو حضرت شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہٗ کے داماد تھے۔ وہ ہر وقت شیخ کے حجرے کے سامنے پیر پھیلائے بیٹھے رہتے تھے جب بھی حجرہ کا دروازہ کھلتا یہ شیخ کی خدمت میں جاتے تو دستار گردن میں ڈال کر کھڑے ہو جاتے۔ شیخ ان کو دیکھ کر فرماتے کچھ نہیں یہ پھر آ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ حضرت شیخ نظام الدینؒ فرماتے تھے کہ اگر میں ان لوگوں کے ساتھ شیخی اور پیری کا برتاؤ کردوں تو کوئی ایک بھی میرے پاس نہ ٹِک سکے گا۔ درویشوں کے یہاں ایک طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی کسی فقیر کی خدمت میں رہے تو اس کو وضو یا طہارت خانہ جانے کے لیے بھی اپنے پیر سے اجازت لینا چاہیے۔ پھر سب کھانا کھانے لگے اور کچھ لوگ روزہ سے تھے ان کو حکم ہوا کہ جو ساتھی کھانا کھا رہے ہیں ان کی خدمت کریں۔ پھر حضرت شیخ کاکا شاد بخت کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تم روزہ ہو یا کھانا کھاؤ گے۔ انھوں نے

عرض کیا کہ کھانا کھاؤں گا۔ شیخ نے فرمایا ایک آدمی تھا جو روز سحری کھاتا تھا لیکن روزہ نہیں رکھتا تھا لوگوں نے اس سے کہا جب تم روزہ نہیں رکھتے تو روز سحری کیوں کھاتے ہو۔ اس نے کہا اگر روزہ کا ثواب نہیں ملتا تو کیا ہوا سحری تو ملتی ہے۔ اس جگہ بندے نے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو دو شعر مجھے یاد آرہے ہیں پڑھ دوں۔ فرمایا پڑھو۔

اندر رمضاں روزہ اگر میخوردم   تاظن نبری کہ باخبر میخوردم
از گرمی روزہ روز من شب شدہ بود   پنداشتہ بودم کہ سحر میخوردم

(اگر میں نے رمضان میں دن میں افطار کر لیا تو تم یہ نہ سمجھو کہ جان بوجھ کر روزہ توڑا (بات یہ ہے کہ) روزہ کی گرمی سے میرا دن رات بن گیا تھا۔ میں نے اس کو سحر سمجھ کر کھالیا۔)

اسی مناسبت سے ارشاد فرمایا۔ ایک بار علی زنبیلی شیخ الاسلام نظام الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دستر خوان بچھایا گیا۔ کھانے کے دوران حضرت شیخ اس کے پاس آئے اور فرمایا میں جانتا ہوں کہ تم روزہ ہو اس نے کہا میں نے سحر کھائی تھی۔ شیخ الاسلام نے (مزاحاً) یہ شعر پڑھا

خواہی کہ تُرا ز روزہ رنجے نرسد
ہر روز سحر نماز پیشین میخور

(اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تم کو روزے کی سختی محسوس نہ ہو تو روزانہ سحر ظہر کے وقت کھاؤ)

اس کے بعد مولانا فرید الدین ادام اللہ برکاتہٗ (جو خود روزہ تھے) نے عرض کیا کہ حضور نے مہینے کی اول و آخر تاریخوں میں روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ لگاتار رکھوں۔ فرمایا بہتر ہے۔ لیکن سحری کھاتے ہو۔ عرض کیا نہیں۔ فرمایا سحر ضرور کیا کرو خواہ پانچ لقمے کھاؤ خواہ تین، خواہ تھوڑا پانی ہی پی لیا کرو۔ "تَسَحَّرُوْا وَلَوْ بِجُرْعَةِ مَاءٍ" (سحر ضرور کھاؤ اگرچہ ایک گھونٹ پانی ہی کیوں نہ ہو)۔ مولانا فرید الدین نے عرض کیا کہ اول شب میں کھانا چاہیے یا آخر

شب میں۔ حضرت شیخ نے یہ حدیث پڑھی "ثَلٰثٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِیْنَ تَعْجِیْلُ الْاِفْطَارِ وَ تَاخِیْرُ السُّحُوْرِ وَوَضْعُ الْیَمِیْنِ عَلَی الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَّۃِ فِی الصَّلٰوۃِ" (تین چیزیں انبیاء مرسلین علیہم السلام کی سنت ہیں۔ افطار میں عجلت کرنا، سحر کھانے میں تاخیر کرنا اور نیت باندھنے میں داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اوپر (ناف کے نیچے) رکھنا)۔ جب دسترخوان اٹھایا گیا تو ایک یار کو جس پر ابتداء مجلس میں خفا ہوئے تھے مسواک عطا فرمائی اور رخصت کیا۔ پھر فرمایا ایک بار شیخ کی خدمت میں ایک آدمی آیا جو بہت کنجوس تھا۔ شیخ نے اس کو ٹوپی عطا کی۔ جب وہ رخصت ہونے لگا تو اس کے پاس ایک چاندی کا سکہ تھا وہ اس نے نذر کر دیا۔ حضرت شیخ خوش ہوئے اور اقبال سے فرمایا یہ بیچارہ اچھا آدمی ہے اس نے یہ طریقہ کہاں سے سیکھا۔ اقبال نے عرض کیا یہ فلاں کی صحبت میں رہا ہے۔ شیخ نے فرمایا یقیناً جو کسی نیک آدمی کی صحبت میں رہتا ہے وہ نیک ہو جاتا ہے۔ پھر فرمایا ایک بار ایک یار حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اقبال سے کچھ بے ادبی کی لوگوں نے شیخ کو خبر کی کہ وہ مولانا برہان الدین کے پاس رہتا ہے۔ شیخ نے فرمایا مولانا برہان الدین سے کہہ دو کہ اس کو ادب سکھا دیں۔ پھر خواجہ مبارک معروف کی طرف متوجہ ہوئے (شاید ان کے ساتھ بھی دو یار ایسے آئے تھے جو حضرت شیخ کے مزاج کے موافق نہ تھے) اور فرمایا کہ اگر کوئی فقراء کے آداب و تمیز نہ جانتا ہو تو کسی ایسے کی صحبت میں رہے جو اس کو سکھا دے ورنہ اس بے ادبی کا ادبار اس پر بھی ہوگا۔ پھر سب لوگ رخصت ہو گئے۔ صرف بندہ اور مولانا زین الدین سلمہ اللہ تعالیٰ اور خواجہ مبارک رہ گئے۔ فرمایا مشائخ کا طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی ان کے پاس مرید ہونے کے لیے آتا ہے تو اس کا سر مونڈتے ہیں اس لیے کہ شاید اس کو اس سے پہلے سر مونڈانے کا موقعہ نہ ملا ہو۔ پھر تھوڑے دن اس سے لکڑی ڈھلواتے ہیں۔ پھر اس سے باورچی خانہ میں کام کرواتے ہیں۔ پھر آہستہ آہستہ اس سے دوسرے کام لیتے ہیں پھر کپڑے دھلواتے ہیں۔ اور یہ سب اس کے تزکیہ نفس کے واسطے ہوتا ہے

اگر وہ تاب نہیں لاتا تو بھاگ کھڑا ہوتا ہے اور اگر محنت ومشقت برداشت کرتا ہے تو نعمت حاصل کرتا ہے۔ لیکن میں کیا کروں مشائخ ہندوستان کا یہ طریقہ ہی نہیں جو کوئی آیا انھوں نے بیعت کرلیا اور سر منڈوادیا اور خرقہ پہنادیا۔ اور بس۔

جمعرات ۲۳ رمحرم ۷۳۵ھ

آج ایک عزیز حاضر خدمت ہوا۔ شیخ نے اس سے پوچھا کہاں سے آرہے ہو اور کہاں رہتے ہو۔ اس نے بآواز بلند کہنا شروع کیا کہ میں محروم ہوں اور کہیں بھی رہ جاتا ہوں اور یہ مصرعہ پڑھا: آنرا کہ جائے نیست جہاں جملہ جائے اوست (جس کا کوئی ٹھکانہ نہیں ساری دنیا اس کا گھر ہے)۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ یہ مصرعہ جو تو نے پڑھا ہے یہ تیرے لیے نہیں ہے۔ یہ تو دوسروں ہی کے لیے ہے پھر فرمایا کہ ایک شخص حضرت شیخ الاسلام نظام الدین قدس اللہ سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اس سے پوچھا کہاں سے آئے ہو اور کہاں رہتے ہو۔ وہ بہت بگڑا کہ میں ہر بار آتا ہوں اور شیخ جانتے ہیں کہ میں کہاں رہتا ہوں پھر یہ کیسا سوال ہے۔ وہ محمود خیاط کے پاس گیا جو شیخ کے احباب میں تھے اور ان سے شکایت کرنے لگا کہ شیخ مجھ سے ہر بار یہی سوال کرتے ہیں کہ کہاں سے آرہے ہو اور کہاں رہتے ہو۔ محمود نے کہا تیری سمجھ میں نہیں آیا کہ جب تو نہ یہاں ہے نہ وہاں تو پھر کہاں ہوگا۔ جب تو درویشوں کی خدمت میں نہیں ہے تو پھر گویا تو کہیں نہیں ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص یہاں ہو اور اس کا دل دوسری جگہ ہو تو گویا اس کا یہاں رہنا کوئی اعتبار نہیں رکھتا اور یہی کہا جائے گا کہ وہ یہاں نہیں ہے۔ پھر فرمایا چند روز قبل ایک عزیز آیا تھا اس کی باتوں سے مجھے بہت تکلیف ہوئی۔ میں نے اس سے پوچھا کہاں سے آرہے ہو کہنے لگا حق کے یہاں سے۔ حضرت شیخ نے فرمایا یہ کیسی گھٹیا بات ہے ہر شخص حق کے یہاں سے ہی آتا ہے۔ ایسے لوگوں کا ایسا کہنا اس وجہ سے ہوتا ہے کہ کوئی ان کو تربیت وتنبیہ کرنے والا نہیں ہوتا۔ جب ہی وہ ایسی بیہودہ

باتیں کرتے ہیں۔ اور وہ جس نے کسی سے ادب وتعلیم پائی ہو وہ ایسا نہیں کرتا بلکہ اپنے کو سب سے عاجز و کمتر تصور کرتا ہے:

مائیم کہ در ہیچ حسابے نائیم پُر مشغلہ و تہی میان چوں نائیم

آنجا کہ بدہر ذرّہ ذرّہ سنجند آں ذرہ کہ در حساب ناید مائیم

(ہم وہ ہیں جو کسی شمار میں نہیں آتے۔ ہم بانسری کی طرح کام میں مشغول ہیں لیکن اندر سے خالی ہیں زمانہ میں ہر ذرہ کسی نہ کسی لائق ہے لیکن وہ ذرہ جو کسی کام کا نہیں وہ ہم ہیں)

اس کے بعد فرمایا حضرت خواجہ بدرالدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بہت نیک اور رحم دل تھے۔ ایک بار حضرت شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہٗ کے یہاں محفل سماع تھی۔ ہر شخص ذوق وشوق کی حالت میں تھا (اور سماع تب ختم ہوتا تھا جب نماز کا وقت آجاتا) عین سماع میں نماز کا وقت آگیا۔ خواجہ بدرالدین امام ہوئے اللہ اکبر کہنے کے بعد بجائے الحمد کے وہی شعر پڑھا جو محفل میں سنا تھا اور وہ شعر یہ تھا:

فضل تو آں نیست کہ کس را رسد

ایں ہمہ سؤ داست کہ مارا رسد

(تیرا فضل وکرم وہ نہیں جو ہر ایک کو پہنچے۔ یہ تو وہ نفع ہے جو ہمیں کو حاصل ہوا ہے)

پھر فرمایا اگر کوئی کسی چیز میں مشغول ہو تو ایسے ہی مشغول ہونا چاہیے۔ پھر فرمایا پیر ہریٰ فرماتے ہیں کہ اگر تیرے پاس ہے تو پہن اور اگر نہیں پہنتا ہے تو فروخت مت کر کیونکہ جس کے پاس ہے وہ دوسرے کو نہیں دیتا اور اگر دے دے تو پھر اس کے پاس نہ رہ جائے گا اس کے بعد یہ شعر پڑھا:

قفا خورند و ملامت برند و دم نزنند

کہ از میانہ تہی بانگ میکند خشخاش

(اپنی غیبت و بدگوئی سنتے ہیں اور ملامت اٹھاتے ہیں لیکن دم نہیں مارتے کیونکہ

آواز اسی چیز کی باہر آتی ہے جو خشخاش کی طرح اندر سے خالی ہو)

پھر فرمایا ہمارے خواجہ قدس اللہ سرہٗ نے بھی یہ شعر فرمایا ہے۔

چو سیل چشمہا ء سنگ مخروش

چو دریا شو نشین در گوشہ خاموش

(پتھریلے چشموں کے بہاؤ کی طرح شور و غل مت کرو۔ بلکہ سمندر کی طرح ایک گوشے میں خاموش بیٹھ جاؤ)

حضرت شیخ الاسلام نظام الدینؒ کے کچھ احباب حاضر خدمت تھے۔ مخدوم نے ان سے پوچھا کہ قاضی شہید سلمہ اللہ اب کیسے ہیں ٹھیک ہو گئے (یعنی اس قابل ہو گئے کہ سماع سن سکیں) یاروں نے عرض کیا جی ہاں اب اس قابل ہو گئے ہیں اب سن سکتے ہیں۔ اسی مناسبت سے ارشاد فرمایا خواجہ بدر الدین سمر قندی رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے اور بہت تکلیف میں تھے تالاب کے کنارے گئے وہاں سماع ہو رہا تھا۔ خواجہ بھی سماع میں چلے گئے۔ سماع سننے سے ان کی ساری بیماری صحت میں تبدیل ہو گئی۔ الحمد للہ

اتوار ۱۱ر صفر ۷۳۵ھ

آج وہ احباب جنہوں نے آستان بوسی کی سعادت حاصل کی تھی بلائے گئے اور شیخ نے دستر خوان بچھانے کا حکم دیا۔ محمود شیرہ خوار حاضر تھے۔ عرض کیا کہ حضور! قتلغ خاں نے علما کو پانی برسنے کی دعا پڑھنے کو دی ہے اور جو پانی برسا ہے وہ کیا اسی دعا کی وجہ سے برسا ہے۔ حضرت مخدوم ذکرہ اللہ بالخیر والسعادۃ نے فرمایا کہ اگر میں اس دعا کو سنوں کہ کیا ہے تو بہتر ہوگا۔ محمود شیرہ خوار نے عرض کیا کہ اگر حضور حکم دیں تو میں اس دانشمند کو حاضر کروں جس کے پاس وہ دعا ہے۔ فرمایا اس کا کیا کام۔ نہیں۔ اگر وہ آئے گا تو کچھ اس کے ساتھ مشغول رہنا پڑے گا۔ مطلوب تو دراصل وہ دعا ہے۔ اسی جگہ ارشاد فرمایا۔ میرا ایک یار تھا شمس الدین (ماہرو) نام۔

امیر حسن کا بھتیجہ تھا وہ اپنے اوقات میں بہت مستغرق و مشغول رہا کرتا تھا اور یہ شعر پڑھا کرتا تھا۔

ندارم سر گفتگو ے کسے
مرا گفتگو ہست با خود بسے

(مجھ کو کسی سے گفتگو کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اس لیے کہ میرے لیے اپنے ساتھ ہی گفتگو بہت کافی ہے)

پھر فرمایا مَرد ایسا ہونا چاہیے جو پورے دن اپنا محاسبہ کرتا رہے کہ میں نیک رہوں اور نیک کام کرتا رہوں اور سوچتا رہے کہ میرے اوقات (عمر) ضایع ہو رہے ہیں۔ اگرچہ مشغول بحق نہ ہو لیکن یہ محاسبہ کرتا رہے تو اتنا بھی کافی ہے۔ پھر یہ شعر پڑھا۔

ہر کس میان جمعے و سعدیؔ بگوشۂ
بیگانہ باشد از ہمہ کس آشناء اُو

(ہر شخص مجمع میں بیٹھا ہے لیکن سعدیؔ نے ایک گوشہ اختیار کر لیا ہے کیونکہ اس (دوست) کا آشنا سب سے بیگانہ ہو جاتا ہے)

پھر فرمایا ایک بار بارش نہیں ہوئی تھی۔ ائمہ و مشایخ اور تمام لوگ عیدگاہ میں جمع ہوئے اور دعا کی لیکن کچھ اثر نہ ہوا۔ اسی دوران ایک شخص نے یہ کہہ کر دعا مانگی کہ الٰہی! اُس چیز کے طفیل میں بارش بھیج دے جو میرے سر میں ہے۔ اتنا کہتے ہی پانی برسنے لگا۔ لوگوں نے اس سے پوچھا تیرے سر میں کیا ہے۔ اس نے کہا میرے سَر میں دو آنکھیں ہیں جنھوں نے سلطان الاولیاء بایزید بسطامیؒ کو دیکھا ہے۔

اسی مناسبت سے ارشاد فرمایا ایک بار شہر میں پانی نہیں برسا۔ ہر شخص نے پانی برسنے کی دعا مانگی لیکن (پانی نہیں برسا) کسی کی دعا قبول نہیں ہوئی۔ ایک قمار باز تھا۔ وہ منبر پر چڑھا اور اپنے دونوں گھٹنے ہاتھوں سے پکڑے اور کہا الٰہی! اگر میں

نے ہمیشہ ان کو ایمانداری سے جھکایا ہے تو بارش بھیج دے۔ حق تعالیٰ نے بارش بھیج دی۔ اسی جگہ فرمایا ایک اور قمار باز تھا اس سے لوگوں نے پوچھا۔ صبح کی نماز کتنی رکعات ہے۔ اس نے کہا دو دوگانے ہیں۔

دستر خوان اٹھاتے وقت شیخ محمد خادم کے چھوٹے بیٹے خدمت میں حاضر تھے۔ حضرت مخدوم نے ان کا حال تبدیل کرنے کے لیے موقع مناسب جانا اور ان کو نصیحت کی اور دست مبارک ان کے سر پر پھیرا۔ پھر فرمایا ہمارے خواجہ قدس اللہ سرہٗ جب مشغولی سے فارغ ہوتے تو آپ کے بھانجے، بھتیجے اور چھوٹے چھوٹے بچے خدمت میں لائے جاتے تاکہ مشغولی کی تھکن دور ہو اور تھوڑی دیر ان کے ساتھ خوش وقت ہوتے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ جب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مزاج عالی کثرت عبادت سے تھکاوٹ محسوس کرتا تو آپؐ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو بلاتے اور گھڑی بھر (تھوڑی دیر) ان کے ساتھ وقت گزارتے تاکہ مشغولی کی تھکن دور ہو۔ اور یہی شمس الدین[1] جو امیر حسن دہلوی کے بھتیجے ہیں کہتے تھے کہ آدمی کی بیوی کڑوے باغ کا (میٹھا) درخت ہے۔ یعنی جس وقت آدمی مشغولی سے تھکا ہو تو تھوڑی دیر اپنی بیوی کے ساتھ گزارے یعنی اس سے گفت وشنید کرے تاکہ تھکن دور ہو۔ اس کے بعد شیخ نے اپنے سامنے سے پیالہ اٹھایا اور شیرہ خوار کو عنایت کیا اور اس کو بہت پوچھا اور اس سے مزاح فرماتے

۱۔ یہ خواجہ شمس الدین امیر حسن علاء سجزی کے بھتیجے اپنے پیر (یعنی حضرت سلطان الاولیاء نظام الدین محبوب الٰہیؒ) کے جمال باکمال کے عاشق تھے۔ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو جب تک صف سے منہ باہر نکال کر اپنے پیر کے چہرے کو نہ دیکھ لیتے تکبیر نہ کہتے (یعنی نیت نہ باندھتے) چنانچہ مرض الموت میں پیر کی زیارت کے ایسے مشتاق تھے کہ ان کے وصال کے روز خود حضرت قدس سرہٗ اس عاشق صادق کی عیادت کی غرض سے دولت خانے سے روانہ ہوئے اور ادھر لوگوں نے یہ خبر اس مشتاق کو پہنچائی۔ حضرت ابھی راستے میں ہی تھے کہ اس مشتاق لقا اور عاشق باصفا نے حضرت کے جمال کی زیارت کی تاب نہ لا کر اس دنیا سے رحلت کی اور جب حضرت قدس سرہٗ کو یہ خبر پہنچی تو فرمایا کہ ''الحمد للہ دوست بدوست پیوست'' یعنی الحمد للہ دوست دوست سے مل گیا۔

رہے۔اوراسی کے مناسب فرمایا کہ میرے بھائی مولانا منتجب الدین (قدس اللہ سرہٗ) کا ایک یار بہت بدمزاج تھا۔لوگ اس کو سیّدی کہتے تھے۔جب وہ راستہ چلتا تو جو بھی سامنے آتا خواہ وہ سپاہی ہو یا سپہ سالار یا کوئی عالم و فاضل دانشمند کسی کو بھی نہ سلام کرتا نہ جواب ہی دیتا۔لیکن اگر کوئی دیوانہ پھٹے پرانے اور گرد آلود کپڑوں میں دکھائی دے جاتا تو فوراً جا کر اس کے قدموں پر گر پڑتا اور اس کی بہت تعظیم کرتا اور مزاج پوچھتا۔حضرت شیخ نے فرمایا اس گروہ کی تعظیم ہی اصل کام ہے کیونکہ بڑے لوگوں اور اچھے کپڑے والوں کی تو سب ہی تعظیم کرتے ہیں۔یہی بیچارے ایسے ہیں جن کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا۔والسلام

منگل ۲۰ ر صفر ۷۳۵ھ

آج ایک آدمی حاضر ہوا وہ اپنے غلام کو بھی ساتھ لایا تھا۔اس غلام نے ایک درویش کو خواب میں دیکھا تھا اور اس کے پاس پہنچا ہی تھا کہ آنکھ کھُل گئی۔ اسی دن سے وہ پیچھے پڑا ہے کہ میں حضرت شیخ الاسلام نظام الدین قدس اللہ سرہٗ کی مزار مبارک پر جاؤں گا اور کام کاج چھوڑ رکھا ہے۔اس بارے میں آپ کا کیا حکم ہے، یہ جائے یا نہ جائے؟ حضرت مخدوم نے دریافت فرمایا کہ یہ لڑکا نماز پڑھنا جانتا ہے، نماز پڑھتا ہے۔اس نے عرض کیا الحمدللہ جانتا ہے۔پھر آپ نے فرمایا کہ یہ زیارت کا خیال اس کو کہاں سے پیدا ہوا۔ یہ بھلا شیخ کو کیا جانے اور کس ارادے سے جانا چاہتا ہے۔اس نے کہا میں اس وجہ سے جانا چاہتا ہوں کہ شیخ کی مزار مبارک کے سامنے حلق کراؤں۔آپ نے فرمایا۔ شیخ کے مزار پر حلق کرانے سے کیا فائدہ۔ایسا مت کرنا۔اس لیے کہ مزار کے سامنے حلق نہیں کرایا جاتا۔حلق ایسے بزرگ کے سامنے کرایا جاتا ہے جو زندہ ہو اور اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے (یعنی بیعت کرے) اور اس سے نیک کام کرنے کا عہد کرائے۔ پھر کلام پاک میں فال دیکھی گئی۔آپ نے فرمایا میں نہ یہ کہتا ہوں کہ جاؤ اور نہ یہ کہتا ہوں

کہ نہ جاؤ تم جانو۔ لیکن دراصل یہ سب شیطانی خیالات ہیں تم ابھی بچے ہو۔ نہ کہیں گئے ہو نہ کچھ پڑھنا جانتے ہو۔ زیارت شیخ کیا جانو اور کہاں جاؤ گے۔ اس کے بعد فرمایا، ایک بار محمود نامی ایک درزی تھا۔ بہت نمازیں پڑھتا تھا۔ ایک دن نماز کی حالت میں اس نے ایک نعرہ مارا اور گر پڑا اور کہا میرے اوپر سیدّ آرہے ہیں۔ عورتیں اور مرد اس کے پاس جمع ہونے لگے۔ لوگوں نے یہ قصہ حضرت شیخ سے عرض کیا اتفاقاً اسی زمانے میں آپ اپنے والد ماجدؒ کے مزار کی زیارت کو بدایوں تشریف لائے۔ یہ محمود حاضر ہوا۔ شیخ نے اس سے پوچھا یہ تیرا کیا حال ہے تجھے کیا ہو جاتا ہے اس نے کہا مجھ پر سید ناصر اور سید ابراہیم آتے ہیں۔ آپ اس کو اپنے ساتھ لے گئے اور فرمایا کہ یہ شیطان ہے۔ جو تجھ کو نماز میں مشغول پا کر گمراہ کرنا چاہتا ہے اس کو دفع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ یہ عورت و مرد جو تیرے پاس آتے ہیں ان سے کہہ دے کہ یہ شیطان ہے جو مجھے تکلیف پہنچا رہا ہے اور اُن کو اپنے پاس نہ آنے دے۔ تھوڑی دیر بعد وہ آپ کے ساتھ چلا گیا اور مرید ہوا اور پھر اپنا کام کاج بدستور کرنے لگا۔ الحمد للہ رب العالمین

جمعرات ۲۹/صفر ۷۳۵ھ

آج حضرت خواجہ کا مزاج ناساز تھا۔ حضرت شیخ الاسلام نظام الدین قدس اللہ سرہٗ کے احباب کی ایک جماعت اور سارے شہر کے لوگ اس عیسیٰؑ دم اور موسیٰؑ قدم کی عیادت و مزاج پرسی کو حاضر تھے۔ شب مذکورہ میں حق تعالیٰ کی عنایت سے مخدوم کو نیند آئی تھی۔ (بیدار ہونے کے بعد) آپ نے خواجہ جلال الدین کا سب دامَ ورعہ (اللہ تعالیٰ ان کے تقوی کو قائم و دائم رکھے) اور قاضی شہید زیدت علمہٗ وتقواہٗ (ان کا علم وتقوی بڑھے) اور بندے کو طلب فرمایا۔ حضرت خواجہ بوجہ غلبہ ضعف کے ایسے کلام فرما رہے تھے کہ بمشکل تمام سننے میں آرہا تھا۔ فرمایا۔ ایک بزرگ بیمار تھے۔ دو نیک مردان کی عیادت کو گئے۔ ان بزرگ نے کہا مجھ کو حق سے

مانگ لو۔ ان میں سے ایک نے ان بزرگ کا سر اپنی گود میں رکھا اور دوسرے سے کہا تم کمر پکڑ لو اور دونوں نے حق تعالیٰ سے ان کو مانگا۔ حق تعالیٰ نے قبول فرمایا زندگی عطا کی اور انھوں نے صحت پائی۔

حضرت شیخ (اللہ جلد ان کو صحت عطا فرمائے) نے فرمایا۔ مردانِ خدا ہی ایسا کر سکتے ہیں۔ پھر فرمایا آج دوسرے دنوں کے بہ نسبت طبیعت بہتر ہے۔ لیکن آج نیند بہت آ رہی ہے کوشش کرتا ہوں کہ بہت نیند نہ آئے۔ اس کے علاوہ کوئی تکلیف نہیں ہے جب تم لوگ آتے ہو تو اچھا لگتا ہے کہ تمہارے ساتھ بیٹھوں اور بات چیت کروں تا کہ دل بہلا رہے۔ ہمارے خواجہ خواہ کیسے ہی بیمار ہوتے لیکن اگر کوئی حاضر ہوتا تو اس سے گفتگو و لطف فرماتے اور اس کو بھی مشغول رکھتے۔ ایک بار آپ بیمار تھے۔ میں اور مولانا بہاؤ الدین دار الامان خدمت میں حاضر تھے۔ آپ نے مولانا بہاؤ الدین سے فرمایا کوئی لطیفہ بیان کرو تا کہ جی بہلے انھوں نے عرض کیا۔ ایک شخص بیمار ہوا۔ اطبا نے کہا سِوا شوربے کے کچھ نہ کھانا۔ اس کے لیے دو من گوشت اور اسی قدر پانی کھولایا گیا اتنا کہ سب جل کر صرف ایک پیالہ شوربا رہ گیا وہ اس نے کھالیا۔ اطبا نے جب دوبارہ اس کو دیکھا تو کہا آج تم نے دو من گوشت کھایا ہے۔ حضرت خواجہ خوش ہوئے اور تبسم فرمایا۔ اسی مناسبت سے قاضی شہید نے یہ حکایت بیان کی کہ ایک بار شیخ صدر الدینؒ کی خدمت میں ایک آدمی حاضر ہوا شیخ نے اس کے لیے ایک حجرہ مقرر کر دیا اور ایک پیالہ شوربا اور دو روٹی کھانے کو دیں۔ وہ طاقت ور آدمی تھا اور اس کے لیے دو روٹیاں اور ایک پیالہ شوربا کافی نہ تھا۔ اس کو اور بھوک لگی اس نے خادم سے کہا۔ میں بھوک نہیں برداشت کر پا رہا ہوں اور ''آتش گرسنگی'' (بھوک کی آگ) سے میرے دل میں بُرے بُرے خیالات پیدا ہو رہے ہیں۔ خادم نے شیخ سے عرض کیا۔ شیخ صدر الدین کے واسطے ایک کاسے میں دودھ شکر اور میوہ ڈال کر پکایا جاتا تھا اور شیخ اس میں سے ایک پیالہ نوش فرماتے تھے۔ شیخ نے اس آدمی کو بلوایا اور کہا میرے لیے بس ایک پیالہ کافی

ہوتا ہے اور تم ایک پیالہ اور دو روٹیوں کے باوجود بھوکے رہے اور اس آدمی کو معلوم ہو چکا تھا کہ اس پیالے میں دودھ ہے۔ اس نے کہا ایسا پیالہ تو میرے لیے آدھا ہی بہت ہے۔ شیخ صدرالدین مسکرائے اور اس کا وظیفہ زیادہ کردیا۔

اس حکایت کے بعد شیخ نے سب لوگوں کو رخصت کردیا اور بندہ کو حکم فرمایا کہ ٹھہر جاؤ اور پھر جیسا کہ اس حقیر کے اوپر خاص مرحمت و بندہ نوازی حضرت شیخ نے کی ہے آپ نے معذرت فرمائی کہ بار بار تم آتے ہو لیکن میں بوجہ کمزوری کے تم سے بات نہیں کر پاتا ہوں لیکن جانتا ہوں کہ تم آتے ہو اور تمہارے گھر کے سب چھوٹے بڑے میرے دوست و مخلص ہیں اور میری تکلیف سے رنجیدہ و فکرمند رہتے ہیں۔ بندہ نے اٹھ کر قدم بوسی کی پھر کچھ روٹیاں اور خرما اور پھول اپنے دست مبارک سے عطا فرمائے اور فرمایا ان کو گھر لے جاؤ اور سب کے ساتھ دسترخوان پر کھانا۔ اس کے بعد اپنی درازی عمر اور صحت کے لیے بندے کو چند دعائیں پڑھنے کو بتلائیں اور رخصت فرمایا۔ وھوالموفق

جمعرات ۲۰ ربیع الاول ۷۳۵ھ

آج حضرت شیخ نے بیماری سے صحت پائی اور غسل فرمایا۔ شہر کے سارے لوگ مبارک باد دینے حاضر ہوئے۔ میں اور میرے بھائی حماد بھی حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا اچھا کیا جو تم آ گئے خوش رہو۔ بندے نے اشعار لکھ کر آپ کے دست مبارک میں دے دیئے۔ آپ اس وقت مصلے پر تھے۔ فرمایا چارپائی پر بیٹھ جاؤں۔ رفتہ رفتہ بہت یار جمع ہو گئے۔ بندے نے یہ اشعار پڑھے:

سپیدہ دم کہ مرا بود اتفاق سپہر   بگوش ہوش شنیدم بشارتے زقدر

(صبح پو پھٹتے وقت جو میری نظر آسمان پر پڑی تو میں نے اپنے ہوش بھرے کانوں میں قضا و قدر سے یہ بشارت سنی)

چہ صبح بود مبارک کہ عید شد روزم   حدیث مژدہ بگوشم اری خجستہ خبر

(کیا ہی اچھی صبح تھی گویا میرے لیے عید کا دن تھا جس نے یہ مبارک خوش خبری مجھے پہنچائی)

چہ وقت بود مروّح چہ ساعت میمون　　چہ روز بود منور چہ روح زاست سحر

(کیا ہی اچھا وقت تھا اور کیسی مبارک گھڑی۔ کیسا روشن دن تھا اور کیسی راحت بھری صبح تھی)

شدم زکلبۂ احزاں سوئے بروں دیدم　　جہاں چو باغِ جناں گشتہ بود تازہ وتر

(جب میں نے اپنے رنج وغم کے گوشہ سے باہر دیکھا تو سارا جہاں جنت کے باغ کی طرح تروتازہ ہو چکا تھا)

شگفت در چمن سینہ خلق راگلِ دل　　وزید در ہمہ عالم نسیم جاں پرواز

(مخلوق کے سینے میں دل کا پھول کھل چکا تھا اور تمام عالم میں روح پرور ہوا چل رہی تھی)

خوشی وخرّمی از انشراح یافت دلم　　نماندہ زاندوہِ غم در ضمیر ہیچ اثر

(اس انشراح سے میرے دل کو ایسی خوشی حاصل ہوئی کہ رنج وغم کا کوئی نشان بھی باقی نہ رہا)

مرا مقلّب اقبال و بخت تلقین کرد　　چرا تو شکر بجا ناوریِ یکے بنگر

(مجھ کو اقبال مندی اور نصیبہ وری کے مالک نے یہ تلقین کیا کہ میرا شکر ادا کرو)

زبانگ وغلغلہ شکرے کہ خاست در عالم　　شد است گوش ملایک براوج گردوں کر

(عالم میں شکر ادا کرنے کا ایسا شور وغل برپا ہوا جس سے آسمان پر فرشتوں کے کان بہرے ہو گئے)

ہمہ کنند تعجب ملایک و حوراں　　پدید گشت بروے زمین بہشت مگر

(سارے فرشتے اور حوریں تعجب میں ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ زمین بہشت بن گئی ہے)

ہزار گونہ نثار از بہشت کردہ بدست　　رسیدہ حور ہم از بہر تہنیت بر در

(حوریں اپنے ہاتھوں میں ہزار گنا شکرانہ نثار کرنے کے لیے مبارک باد لے کر بہشت سے آپ کے دروازے پر آئی ہیں)

چناں بعیش وخوشی بود خلق مستغرق　　　که سوے حور بہم ہیچ کس نکرد نظر
(لیکن مخلوق اپنے عیش وخوشی میں ایسی ڈوبی ہوئی ہے کہ حوروں کی طرف بھی کوئی نظر نہیں کرتا)

ز چرخ ثور وحمل را برائے قربانی　　　سزد ملائکہ آرد باعتقاد اگر
(اگر آسمان سے فرشتے ثور اور حمل کو قربان کرنے لائیں تو یہ ان کی عقیدت مندی کے لائق ہے)

برسم ماحضری نان گرم پیش آورد　　　فضا برائے صدقہ ز مہر گردۂ خور
(جب کہ فضا سورج کی بنی گرم روٹی رسم ماحضری کے طور پر پیش کر رہی ہے)

فلک بدست گرفتہ ز ماہ سیمیں طشت　　　سپہر آورد از مہر آفتابۂ زر
(آسمان ایک ہاتھ میں چاند کی صورت میں چاندی کا طشت اور دوسرے ہاتھ میں سورج کی شکل میں سونے کا لوٹا اٹھا لایا ہے)

خضر تو نیز رو از بہر آبروئے خود　　　بروز چشمۂ آبِ حیات آب آور
(خضر آپ بھی جائیے اور اپنی عزت افزائی کی خاطر آبِ حیات کے چشمے سے پانی لائیے)

برائے آنکہ سرِ سروران سلکِ سلوک　　　بوقت طالع فرخندہ فر شوید بسر
(تا کہ راہ سلوک کا افسر اس مبارک وقت غسل صحت کرے)

پناہِ عالم و برگیر ملتِ اسلام　　　معین دین الٰہی و شرع پیغمبرؐ
(یعنی) وہ عالم کی جائے پناہ اور اسلام کی برگزیدہ ہستی جو اللہ تعالیٰ کے دین اور پیغمبرؐ کی شریعت کے مددگار ہیں)

ملاذ و ملجاءِ اقطاب و اتقیاء امروز　　　درست ازاں ست کہ اوتاد ساختنست مقر
(اس زمانے کے اقطاب اور اتقیاء کی جائے پناہ کہنا اس وجہ سے درست ہے کہ اوتاد نے ان کو اپنی قرارگاہ بنایا ہے)

بخانقاہ فلک صوفیانِ قدسی را　　　بجز دعاء وثنائے تو نیست ورد دگر

(فلک کی خانقاہ میں صوفیان قدسی (فرشتوں) کا سوا تیری تعریف اور دعا کے کوئی دوسرا وظیفہ نہیں ہے)

بہ مجلسِ تو ہمہ قدسیان دل سوزی ۔۔۔ بجائے عود دلِ خویش کردہ در مجمر

(تیری محفل کے پاک دل جلوں نے عود کے بجائے اپنے دل انگیٹھی میں جلا رکھے ہیں)

بر آستانِ تو حوراں برائے رُفتنِ خاک ۔۔۔ چو خاکرو بیان با خرمنِ تو بستہ کمر

(تیرے آستانے کی جاروب کشی کے لیے حوریں خاکروبوں کی طرح کمر بستہ ہیں)

زمیں کہ تر شدہ از آب غسلِ تو حوراں ۔۔۔ بہ صد تمنا مالید چوں عبیر بسر

(جو زمین تیرے غسل کے پانی سے تر ہوئی اس کو حوروں نے بڑی تمنا کے ساتھ عبیر کی طرح سر میں مَل لیا)

زیمنِ مقدم تو دولتے کہ یافت زمین ۔۔۔ فلک ز غیرت آن گشت روز و شب ابتر

(تیری تشریف آوری کی برکت سے زمین نے ایسی دولت حاصل کی جس کی غیرت سے فلک کی حالت روز و شب ابتر ہے)

کجا بر آمد پیش رُخت مہ و خورشید ۔۔۔ کجا نماید پیش ضمیر تو اختر

(تیرے چہرے کے سامنے بھلا سورج اور چاند کہاں ٹِک سکتے ہیں اور ستارے تیرے ضمیر کے آگے ماند ہیں)

اگر نتابد بر چرخ کوکب و انجم ۔۔۔ بسندہ باشد یکذرہ زیں رُخِ انور

(اگر آسمان پر کوکب و انجم نہ چمکیں تو تیرے رُخ انور کا ایک ذرہ ہی ان کے مقابلہ میں کافی ہوگا)

ہمہ جہان را چوں آفتاب شد روشن ۔۔۔ کہ پیش روئے تو مہر است ازین ہمہ کمتر

(سارے عالم کے لیے یہ بات آفتاب کی طرح روشن ہوگئی ہے کہ تیرے رُخ انور کے آگے آفتاب بھی کمترین چیز ہے)

مداحیت چو نویسند چرخ گنبد را　　　ز شاخ سدرہ قلمہا و برگ آں دفتر
(تیری تعریف لکھنے کے لیے سدرۃ المنتہیٰ کی شاخوں کے قلم اور اس کے پتوں کا دفتر تیار کیا ہے)

بزرگ مرتبہ و رُتبتِ جلالت تو　　　دہا و عقل و ذکاء خِرد شدہ مضطر
(تیرے بزرگ مرتبہ کے آگے عقل و خرد کی رسائی عاجز ہے)

صفاتِ عُنصرِ پاکِ ترا نہایت نیست　　　خدائے داند آں را کہ نیست حد بشر
(تیری ذات پاک کی صفات کی کوئی انتہا نہیں اس بات کو خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے کیونکہ طاقت بشری سے باہر ہے)

کنوں بمعذرت تہنیت شوم مشغول　　　کنم بگوش ہمہ طبعِ فضل و درکِ ہنر
(اب میں معذرت کے ساتھ مبارک باد پیش کرنے کے لیے سارے فضل و ہنر کو گوش بر آواز کرتا ہوں)

متاعِ جاں است محقر ز شرم نتواں کرد　　　نثار پائے سگانِ چناں شہِ سرور
(میری جان تو ایک بہت ہی حقیر اور ناچیز شئے ہے جس کو ایسے شہِ سرور کے دروازے کے کتوں کی نذر کرتے ہوئے بھی شرم معلوم ہوتی ہے)

ولیک رکنِ دبیرا ایں مناسب است ترا　　　ہمیشہ تا بہ بہشت است چشمۂ کوثر
(لیکن اے رکنِ دبیر! تیرے لیے مناسب یہ ہے کہ جب تک بہشت میں چشمۂ کوثر باقی ہے)

مُدام تا بجہان است ممکنات پدید　　　ز بحرِ طبع بُرون آوری لطیف گُہر
(اور جب تک جہان میں ممکنات کا ظہور ہے تو اپنی طبع کے سمندر سے عمدہ موتی نکالتا رہے)

کنی ثناء بصد معذرت دران حضرت　　　کہ یافت از سبک حال او زروز یور
(اور بصد معذرت اس بارگاہِ عالی میں حمد و ثنا کرتا رہے جس کی صحت یابی سے تو نے زروزیور حاصل کیے ہیں)

مُدام تا کہ بدنیاست لؤلؤ و لالا ہمیشہ تا بہ بہشت است چشمۂ کوثر

(دعا یہ ہے کہ) ہمیشہ ہمیشہ جب تک دنیا میں موتی اور لعل باقی رہیں اور جب تک بہشت میں چشمۂ کوثر باقی رہے)

مُدام تا بجہان است ممکنات پدید ہمیشہ تا کہ مقیم است از عرض جوہر

(اور جب تک جہان میں ممکنات کا ظہور ہے اور جب تک جوہر کا قیام عرض سے ہے)

حیات دائمی ہم چوں قریب ذات تو باد چنانچہ لذتِ روح است در گل وشکر

(جس طرف پھول اور گل قند میں روحانی لذت ہے اسی طرح تیری ذات بھی حیات سرمدی سے سرفراز ہو)

اشعار سنتے وقت حضرت شیخ روتے رہے اور ختم ہونے کے بعد فرمایا دونوں جہان میں مقبول ہو۔ پھر کا کا شاد بخت سے فرمایا کُلاہ لاؤ اور اپنے سر مبارک پر رکھ کر بندے کو پہنا دی اور فرمایا دونوں جہان کی مقبولیت مبارک ہو الحمدللہ رب العالمین۔

دوشنبہ یکم ربیع الآخر ۷۳۵ھ

دستر خوان اٹھنے کے بعد کا کا شاد بخت باہر آئے اور کچھ پوچھا۔ پھر جتنے یار جماعت خانے میں موجود تھے فوراً ان کو بلا لائے۔ حضرت شیخ ذکرہ اللہ مصلّے سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ یاروں سے فرمایا تم سب آ گئے؟ مولانا فرید الدین نہیں ہیں؟ اگر چہ سبھی لوگ موجود ہیں۔ لیکن اگر وہ ہوتے تو زیادہ بہتر تھا۔ پھر شیخ نے بطور وصیت ارشاد فرمانا شروع کیا۔ ''زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں، مجھ کو بہت فکر ہے، میرے اندر آگ لگی ہوئی ہے تم سب کو اس لیے بلایا ہے کہ سن لو! کا کا کے پاس اب میری کوئی چیز باقی نہیں اور جو کچھ حضرت شیخ الاسلام نظام الدین قدس اللہ سرہٗ کے عرس کے لیے جمع ہے (وہ میرا نہیں ہے) اس پر مجھے اختیار نہیں وہ عرس میں ہی خرچ کیا جائے گا۔ اور دو لوگوں نے کچھ روپے جماعت کے لیے نذر کیے تھے وہ

بھی میرے نہیں ہیں۔ پھر کاکا کی طرف متوجہ ہوئے کہ یہ چند روپئے میری مِلک ہیں اور ایک کمبل ہے وہ مولانا لطیف الدین کو دے دو اور ان میں سے یہ کچھ کپڑے تقسیم کر دو اور یہ خادموں کو دے دو اس کی ذمہ داری تم پر ہے۔ پھر فرمایا ایک بار ہمارے خواجہ نے اپنے بھانجے خواجہ نوح سے فرمایا اگر تم بادشاہ سے جاہ و دولت کے طلب گار نہ ہوے اور امراء کے دروازوں پر نہ گئے تو میرے بعد میری جگہ تم میرے جانشین ہو۔ اب بھی میں یہی کہتا ہوں کہ جو ایسا ہو وہی میری جگہ ہوگا پھر فرمایا میں بھی ایک شخص کے بارے میں یہ کہتا ہوں۔ سب یاروں نے جان لیا کہ مولانا فرید الدین کے بارے میں فرماتے ہیں اور فرمایا میرے لیے حظیرہ معیّن نہیں ہے جہاں بھی مناسب ہو وہیں دفن کر دینا بس ان درویشوں کا جوار ہونا چاہیے۔'' سب یار رو رہے تھے۔ بندہ کے جسم پر انتہائی حیرت و ہیبت سے لرزہ طاری ہو گیا، کانپ رہا تھا اور کہہ نہیں سکتا تھا کہ میرا کوئی وجود بھی ہے۔ اس کے بعد مولانا زین الدین اور سید علا نے تجدید بیعت کے لیے عرض کیا۔ شیخ نے دست مبارک ان کے ہاتھ میں دیا جتنے یار حاضر تھے سب نے تجدید بیعت کی۔ پھر حضرت شیخ نے شیخ الاسلام نظام الدین قدس اللہ سرہٗ کی تسبیح طلب فرمائی اور اپنے سامنے رکھ لی اور صافہ گردن میں ڈالا اور کہنا شروع کیا ''میں مسلمان ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتی اور شیخ کا مرید ہوں۔ اگرچہ نیک نہیں ہوں اور زندگی میں نیک کام نہیں کیے لیکن اپنا انصاف میں خود کروں گا۔ پھر سجدہ کیا اور تسبیح کے ذریعے تجدید بیعت کی اور روتے رہے۔ پھر فرمایا اگر رات میں زندہ رہا تو صبح پھر تمہارا دعا گو ہوں گا اور چلا گیا تو رخصتی کا سلام ہے۔ اَللَّیۡلُ حُبۡلٰی'' رات حاملہ ہے صبح دیکھو کیا ظاہر ہوتا ہے۔ تمہارے پاس رات بھر کا وقت ہے جو کچھ جانتے ہو اس میں مشغول رہو۔ پھر سب یار باہر نکل آئے اور رات بھر مشغول رہے۔ تھوڑی دیر بعد کاکا شاد بخت اور خواجہ جلال الدین کا سب سلمہ اللہ تعالیٰ جماعت خانے

والوں کے لیے کپڑوں کے ٹکڑے پارچے اور روپے اور میوے وغیرہ لائے اور بطور تبرک سب کو تقسیم کرنے لگے۔ سب یار انتہاء حیرت وہیبت سے بالکل گم تھے۔ کپڑے و پیسے ایسی حالت میں کسے یاد رہتے۔ رات بھر شیخ کے حجرے کے دروازے کے سامنے دعاء اور جو کچھ یاد تھا پڑھتے رہے اور گریہ وزاری میں مشغول رہے۔ چوں کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت مسلمانوں اور تمام مخلوق کے شامل حال تھی رات سلامتی کے ساتھ گزر گئی۔ صبح کو حضرت شیخ مصلّے پر تشریف فرما ہوئے تو سب مریدین و منتسبین سلام کے لیے حاضر ہوئے۔ شیخ نے ہر ایک سے معذرت کی اور فرمایا کہ اطمینان رکھو اب میں بہتر ہوں دعا کرو کہ یہ تکلیف کم ہو جائے۔

اتوار ۲۴ رجمادی الثانی ۷۳۵ھ

آج بوجہ شدت ضعف واندوہ کے جو بھی حاضر ہوتا اس سے معذرت کر کے اُسے باہر ہی سے رخصت کر دیا جاتا۔ بندہ بھی اسی طریقے سے لوٹ گیا تھا لیکن حضرت مخدوم نے طلب فرمایا اور پوچھا کہاں تھے اور کیا کر رہے تھے۔ بندے نے عرض کیا مخدوم کے لیے دعا کر رہا تھا۔ فرمایا یہ شعر سنو

مَرا گفتی کجائی درچہ کاری
کجا ام درچہ کارم در غم تو

(مجھ سے پوچھتے ہو کہ کہاں ہو اور کس کام میں لگے ہو۔ تمہارے غم میں میں کہاں اور کس کام میں لگ سکتا ہوں)

اور آبدیدہ ہو کر فرمایا: میں جانتا ہوں کہ میرے منتسبین کو میری وجہ سے رنج و غم ہوتا ہے۔ پھر پوچھا کہ تمہارا حال کیا ہے؟ اور اس دن تم کو کچھ باطنی مشکل تھی۔ بندے نے عرض کیا مخدوم کی برکت سے اب بہتر ہے۔ حضرت شیخ ذکرہ اللہ بالخیر والسعادۃ پر گریہ طاری ہو گیا۔ آپ نے اپنا دست مبارک چادر سے باہر نکالا اور فرمایا اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھ دو۔ بندے نے اپنا ہاتھ اس سرورِ عالمیان کے ہاتھ پر اور

اپنا سر اس دستگیر جہانیان کے قدموں میں رکھ دیا۔ حضرت شیخ روتے رہے اور فرماتے رہے اے خداوند! اے خداوند! اس کی فریاد رسی کر چند بار آپ نے یہ الفاظ دُہرائے پھر فرمایا۔ اللہ دونوں جہان کی سعادت عطا فرمائے اور دونوں جہان کی مقبولیت بخشے۔ پھر فرمایا خواہ یہیں رکو خواہ گھر جاؤ۔ آج کے دن ایسی دولت و سعادت حق جلّ وعلا نے عطا فرمائی۔ الحمد للہ رب العالمین۔ اے اللہ اس عیسیٰؑ دم اور خضرؑ قدم آفتاب کا سایہ مخلوق کے سروں پر ہمیشہ قائم رکھ۔

سنیچر یکم رجب المرجب ۷۳۵ھ

آج ایک عزیز حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ میں مخدوم کے غلاموں میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ نماز پڑھتے ہو؟ عرض کیا پڑھتا تو ہوں لیکن کبھی کبھی چھوٹ جاتی ہے۔ فرمایا آدمی کے لیے دو چیزیں ضروری ہیں۔ ایک اچھی صحبت اور دوسرے حلال کھانا۔ جس وقت کھانا حلال نہ ہوگا اور اس کا جسم حرام یا مشتبہ اشیاء سے پرورش پائے گا اور گوشت کا وہ ٹکڑا جو جسم کے اندر ہے یعنی دل جو جسم کا بادشاہ ہے ان اشیاء سے قوت حاصل کرے گا تو لامحالہ اس سے نیکی کیسے وجود میں آئے گی۔ اسی جگہ فرمایا ایک آدمی ہے جس کو بیعت ہوئے پچاس سال ہو گئے۔ قرآن بہت پڑھتا ہے اور نماز بھی ادا کرتا ہے لیکن اب تک پریشان حال ہے۔ اور وہ اسی فساد (خرابی) کی وجہ سے ہے اور جہاں تک اس بات کا سوال ہے کہ وہ ہر وقت خلق کے ساتھ گفتگو کرتا ہے اور اپنی قسمت کو کوستا ہے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ جب وہ ماں کی گود میں تھا تو اس کی ماں سؤد پر روپیہ دیتی تھی اور اسی سؤد پر وہ پلا بڑھا ہے۔ جس اولاد کے ماں باپ فاسق و فاجر ہوں اس سے بھلا نیکی کب وجود میں آئے گی۔ پھر فرمایا ''اِنَّ فِیْ جَسَدِ ابْنِ اٰدَمَ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ اَلَا وَهِیَ الْقَلْبُ'' (یقیناً انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ صحیح ہوتا ہے تو پورا جسم صحیح ہوتا ہے اور

جب وہ خراب ہوتا ہے تو پورا جسم خراب ہو جاتا ہے اور وہ دل ہے) یعنی دل جب صالح ہوگا تو اعضاء بھی صالح ہوں گے اور اگر دل مفسد ہوگا تو اعضاء بھی مفسد ہوں گے کیونکہ دل امیر ہے جو کچھ دل حکم دیتا ہے جسم وہی کرتا ہے۔ اور اگر اچھی اور حلال اشیاء سے اس کی پرورش کی جائے تو ہر طرح نیکی اور بھلائی کا ہی حکم دے گا اور اعضا تو وہی کریں گے جو دل کہے گا۔ الحمد للہ رب العالمین۔

شب (اتوار) ۹ رجب المرجب ۷۳۵ھ

مسعود نامی ایک شخص کے بارے میں بات نکلی کہ لیلۃ الرغائب (رجب کی پہلی شب جمعہ کو لیلۃ الرغائب کہتے ہیں۔ اس کی فضیلت مختلف فیہ ہے۔ بعضے اس کی فضیلت سے منکر ہیں - مترجم) میں جماعت خانے میں آیا تھا اور تھوڑی دیر بیٹھ کر واپس چلا گیا۔ ایک یار نے عرض کیا کہ اس (مسعود) کے ساتھ کئی دوست تھے وہ سب دروازے پر اس کا انتظار کرتے رہے لیکن وہ قدم بوسی کی سعادت کو حاضر نہ ہوا۔ آپ نے فرمایا جو یہاں تک آ کر لوٹ گیا وہ کیسا ہوگا۔ اور یہ شعر پڑھا۔

آں کہ اؤ را ادبِ مجلس شاہاں نبود
گو بریں در مگذارید کہ سلطاں اینجاست

(جس آدمی کو شاہی مجلس کے آداب نہ آتے ہوں اس سے کہہ دو کہ اس دروازے کے قریب مت آئے کیونکہ بادشاہ یہیں فروکش ہے)

پھر فرمایا مردانِ خدا کی مجلس میں بھی ادب سے جانا چاہیے۔ اور صوفی وہ کہلاتا ہے جو مودب ہو کیونکہ ''اَلتَصَوُّفُ کُلُّہٗ اَدَبٌ'' (یعنی تصوف سراسر ادب ہے)۔ انہی معنوں میں فرمایا کہ ایک بار قاضی حمید الدین ناگوریؒ نے اپنے گھر پر حضرت شیخ الاسلام نظام الدین اولیاءؒ کی دعوت کی جب حضرت شیخ وہاں پہنچے تو آپ کو ہاتھ دھونا تھے۔ آپ نے سوچا میں نے ہاتھ نہیں دھوئے، کھانا کیسے کھاؤں۔ ایک سنت ترک ہو جائے گی۔ ایک یار (موجود تھا) اٹھا اور دستار تر کر لایا شیخ نے اس سے ہاتھ دھو لیے اور فرمایا ''اَحْسَنْتَ'' (یعنی تو نے اچھا کیا)۔

بعد ازاں ارشاد فرمایا کہ مردان خدا جو کہہ دیتے ہیں انجام کار وہی ہوتا ہے (جوان کی زبان سے نکل جاتا ہے) اس کے بعد فرمایا کہ شیخ محمود پتلہ کو حسین وجمیل لڑکوں سے بہت انس تھا۔ ایک بار وہ مسجد میں حسین لڑکوں کے ساتھ بیٹھے تھے۔ ایک لڑکے نے کہا۔ خواجہ! میں ہاتھ دھونا چاہتا ہوں۔ خواجہ نے کہا جاؤ۔ جلدی آنا۔ پھر خود بھی اس کے پیچھے پیچھے چل دیئے۔ ایک بے وقوف آدمی نے غلطی سے ان پر اعتراض کیا اور کہا آپ مسجد میں بھی یہ سب کرتے ہیں۔ شیخ محمود نے جواب دیا کہ اے گردن ٹوٹے میں نے تیرا کیا بگاڑا ہے۔ پھر جب وہ بے وقوف مسجد کے اندر گیا وہاں ایک شامیانہ لگا تھا جس کی رسی مسجد کی چھت پر ایک پتھر میں بندھی ہوئی تھی دفعتاً آندھی آئی اور شامیانے میں ہوا بھر گئی۔ جب رسی پر زور پڑا تو وہ پتھر اس بے وقوف کی گردن پر آ گرا۔ فوراً اس کی گردن ٹوٹ گئی۔

جمعہ ۱۶/ذی الحجہ ۷۳۶ھ

آج بندہ ملک الملوک کے ساتھ حاضر ہوا تھا۔ قدم بوسی کے وقت حضرت شیخ نے دریافت فرمایا کہ کہاں سے آرہے ہو۔ بندہ نے عرض کیا گھر سے آرہا ہوں۔ ملک الملوک بھی حضور کی قدم بوسی کو حاضر ہوئے تاکہ مخدوم کی نظر آفتاب اثر سے فیض یاب ہوں۔ قاضی عارف کاشانی اور قطب ناقلہ بھی ساتھ میں حاضر ہوئے۔ شیخ نے روئے مبارک ملک مذکور کی طرف کیا اور فرمایا لوگ تمہارا بہت ذکر کرتے ہیں اور تعریف کرتے ہیں اور تمہیں درویشوں سے محبت بھی ہے۔ امید ہے کہ تمہاری عاقبت بخیر ہوگی۔ پھر بندے کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ یہ اچھے سے شعر سنو۔

آنجا کہ نصیب خوب کیشاں بخشند ۔۔۔ قسمے بمن آرند و بدیشاں بخشند
گر نیک ایم مرا بایشاں گیرند ۔۔۔ وربد باشم مرا بدیشاں بخشند

(جہاں اچھے اعمال والوں کی قسمت بنائی جاتی ہے ایک حصہ ہم کو اور ایک ان کو دیا

جاتا ہے اگر ہم اچھے ہو جائیں تو ہمارا حشر ان کے ساتھ کیا جائے گا اور اگر بُرے ہیں تو ان کے طفیل میں بخش دیئے جائیں گے)

تو اب جو کوئی ہے وہ کسی کا دامن پکڑ لے اور ایسا بن جائے۔

اسی درمیان ملک الملوک نے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ غلاموں میں شامل ہو جاؤں۔ پوچھا کہ کیا اس قصہ کے سننے سے یہ خواہش پیدا ہوئی ہے یا اس سے پہلے بھی تھی۔ عرض کیا گیا کہ کافی عرصے سے ان کے دل میں یہ خیال ہے۔ کاکا شاد بخت نے بھی عرض کیا کہ اس سے پہلے بھی کئی بار ملک الملوک نے آپ کی خدمت میں حاضری اور قدم بوسی کے لیے عرض کیا تھا۔ فرمایا یہ چیزیں جو وہ کر رہا ہے ان پر ثابت قدم رہنا چاہیے۔ ایسی سعادت جو آسانی سے حاصل ہوگئی ہے اس کو آسانی سے نہ جانے دے اور ایسی نعمت کی قدر کرنی چاہیے۔ بندے نے عرض کیا کہ علاء الدولہ[1] ملک کے چچا خراسان میں ایک بزرگ شیخ ہیں۔ اور ان کا خاندان علما و مشائخ سے نسبت رکھتا ہے۔ ملک ہمیشہ نماز پڑھتے ہیں اور نوافل و اوراد و وظائف میں مشغول رہتے ہیں۔ اس جگہ ارشاد فرمایا کہ ایک بار ایک واعظ ایک جگہ وعظ کہہ رہا تھا اور میں اور ایک دوست بھی اس کے وعظ میں تھے۔ وہ منبر پر تھا اور بہت عمدہ اور نفیس باتیں بیان کر رہا تھا اور کہتا تھا کہ شیخ کی تعریف بیان ہی نہیں ہو سکتی۔ مجھے بہت اچھا لگ رہا تھا لیکن جب اس نے یہ شعر پڑھا تو مجھ کو دشواری ہوئی۔

آسان برود ہر انچہ آسان باشد　　　دشوار بدست آمدہ آسان نرود

(جو چیز آسانی سے حاصل ہو جائے وہ آسانی سے چلی بھی جاتی ہے ہاں جو مشکل سے حاصل ہو وہ آسانی سے نہیں جاتی)

۱۔ یہ بزرگ شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی ہیں جو بادشاہوں کی اولاد میں تھے لیکن ترک وتجرید اختیار کی۔ اور شیخ عبدالصمد ضمیری کے مرید ہوئے اور خرقہ وخلافت حاصل کی۔ اور شیخ عبدالصمد ضمیری کا سلسلہ چند واسطوں سے حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ سے ملتا ہے۔ صاحب نفحات الانس کے مطابق شیخ علاء الدولہ سمنانی شیخ بزرگ اور علم ظاہری و باطنی میں کامل تھے۔ اور ان کے اور شیخ عبدالرزاق کاشانی کے درمیان مسئلہ وحدت الوجود پر خط و کتابت رہی ہے۔ (مولف)

یہیں پر فرمایا کہ ایک بار شیخ الاسلام نظام الدین اولیاءؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کی خدمت میں جو بھی (مرید ہونے) آتا ہے آپ فوراً اس کو مرید کر لیتے ہیں۔ حضرت شیخ نے فرمایا۔ ''جیسے آسانی سے میں نے حاصل کیا ہے ویسے ہی آسانی سے دوسروں کو دے دیتا ہوں''۔ پھر حضرت شیخ ملک کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا تم نے کہاں تک پڑھا ہے۔ ملک نے کہا پندرہ بار کلام اللہ شریف پڑھا ہے اور تقریباً ہر موضوع کی کتاب کا مطالعہ کیا ہے۔ حضرت شیخ مسکرائے اور فرمایا۔ پندرہ بار کلام اللہ شریف پڑھا ہے۔ اچھا کلام اللہ شریف اٹھاؤ اور کہیں سے کھول کر پڑھو۔ خواجہ رشید خادم نے کلام اللہ شریف ملک کے ہاتھ میں دیا۔ جب اس نے کھولا تو بسم اللہ نکلی حضرت شیخ نے فرمایا بس کافی ہے۔ لیکن اس نے عرض کیا کہ چند آیتیں مخدوم کے سامنے پڑھنا چاہتا ہوں۔ فرمایا پڑھو! ملک نے چند آیتیں روانی سے پڑھیں۔ حضرت شیخ کو بہت اچھا معلوم ہوا۔ ملک کے بال کتروائے اور کلاہ عطا فرمائی (یعنی بیعت فرمایا) بندہ اور قاضی عارف کاشانی بھی تجدید بیعت سے مشرف ہوئے۔ دوگانہ شکرانہ ادا کرنے کے بعد شیخ نے ملک سے پوچھا تمہارا کیا نام ہے؟ کہا میرا نام محمود ہے۔ حضرت شیخ آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا الحمد للہ اب مجھے خوشی ہوئی اس لیے کہ لوگوں کے درمیان ملک الملوک مشہور ہے۔ نام اس سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے۔ انشاء اللہ تعالیٰ تمہاری عاقبت محمود (اچھی عمدہ) ہو گی۔ پھر ایک ایک چھوٹی دستار بندے اور قاضی عارف قطب ناقلہ کو عطا فرمائی اور خاصہ قاضی عارف کے بھائی کو عطا ہوا اور ان سے فرمایا کہ تم ملک الملوک کے ساتھ رہتے ہو۔ قاضی عارف اور تمہارا خاصہ یکجا ہونا چاہیے۔ تم کو ایسا بننا چاہیے کہ تم بھی خاصگان میں شامل کیے جاؤ۔ پھر سب رخصت ہوئے۔ الحمد للہ رب العالمین۔

سنیچر ۲۴ ر ذی الحجہ ۷۳۶ھ

آج بوقت حاضری حضرت شیخ، خواجہ محمد لشکری سے محو گفتگو تھے۔ فرمایا

ایک بار ایک دوست کے گھر دعوت تھی ۔ میں بھی گیا تھا۔ صاحب خانہ کے یہاں ایک کنیز تھی ۔ اتفاقاً وہ بیمار پڑ گئی ۔ وہ پریشان ہو گیا کیونکہ اس کنیز کے سوا گھر میں کوئی کھانے پانی کا انتظام کرنے والا نہ تھا۔ وہ میرے پاس آیا اور مجھ سے یہ بیان کیا۔ میں نے دعا کی اور حق جل وعلا کی عنایت سے اس نے صحت پائی ۔ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ اب آئندہ سے ایسا نہیں کروں گا کیوں کہ اگر خلق میں مشہور ہوا تو لوگ اس کو کرامت سمجھیں گے چنانچہ پھر میں نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ لیکن بہت سے ایسے لوگ ہیں جو ان چیزوں کے طالب ہیں وہ اس کو مشہور کرتے ہیں اور اپنی بزرگی کو بیچ دیتے ہیں ۔ اور کچھ ایسے بھی ہیں جو اس لالچ میں خود ہی دعا کر دیتے ہیں کہ اگر اتفاق سے وہ شخص (جس کے لیے دعا مانگی گئی) ٹھیک ہو جائے تو (وہ نذرانہ مانگیں) وہ کہتے ہیں ہمارا انعام کہاں ہے؟ ہم نے دعا کی تھی اسی سے تم ٹھیک ہوئے ہو۔ یہاں پر ارشاد فرمایا کہ یہ نہیں کہنا چاہیے کہ میں نے دعا کر دی ہے یا میں نے دعا نہیں کی یا ایسا ہو جائے گا یا ویسا ہو جائے گا بلکہ اگر باطن میں انشراح پائے تو دعا کرے ورنہ نہ کرے ۔ اور اسی طرح کسی درویش کے سامنے اپنا حال بیان کر دینا ہی کافی ہے ۔ اسی جگہ کاکا شاد بخت سلمہ اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ پھر آنے والے کو تسلی واطمینان کیسے ہو گا اور جو دعا کرتا ہے وہ جانتا ہے کہ اس کی مراد پوری ہو گی یا نہیں؟ یعنی اس کے دل میں یہ بات ڈالی جاتی ہے کہ یہ کام ہو گا یا نہیں؟ یہ سن کر خواجہ نے فرمایا ایک بار ایک شخص ہمارے خواجہ شیخ الاسلام نظام الدین اولیاؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے چار لڑکیاں ہیں دعا کر دیجئے کہ ان کے رشتے ہو جائیں ۔ شیخ خاموش رہے ۔ اس نے سوچا شاید شیخ نے سنا نہیں دوبارہ سہ بارہ اس نے بآواز بلند کہا۔ لیکن شیخ پھر بھی خاموش رہے نہ کچھ کہا اور نہ دعا کی ۔ تھوڑے عرصہ کے بعد شیخ نے اس سے پوچھا کہ تمہاری لڑکیوں کا کیا حال ہے اس نے کہا۔ اسی طرح بوڑھی ہو گئیں لیکن شادی نہیں ہو سکی ۔ اسی جگہ فرمایا کہ میں نے حضرت شیخ (نظام الدینؒ) سے سنا ہے کہ ایک بار ایک شخص حضرت خواجہ بدرالدین

اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا اور کہا مجھے ایک دشوار کام در پیش ہے دعا کر دیجئے۔ انھوں نے فرمایا جاؤ ایک اشرفی نذر لے کے آؤ تب کروں گا۔ وہ بہت مفلس تھا اسے بھلا اشرفی کہاں سے میسر ہوتی۔ لوٹ گیا۔ پھر حضرت شیخؒ (نظام الدینؒ) نے فرمایا کہ یہ اشرفی کے لیے نہ تھا۔ اس نے سمجھ لیا کہ یہ کام ہونے والا نہیں ہے اور اس بہانے سے اس کو ٹال دیا۔ پھر کاشاد بخت نے عرض کیا کہ رکن دبیر حاضر ہونا چاہتا ہے۔ بندے نے قدم بوسی کی۔ حضرت شیخؒ نے پوچھا کہاں سے آرہے ہو میں نے عرض کیا گھر سے آرہا ہوں۔ پوچھا گذشتہ بار جب تم ملک الملوک کیساتھ لوٹ گئے تھے تو کیا حال رہا اور نماز باجماعت کہاں پڑھی تھی۔ بندے نے عرض کیا کہ حضرت مولانا منتجب الدین قدس سرہٗ کے حظیرے کے پاس ایک چبوترہ ہے اسی پر شام کی نماز باجماعت پڑھی تھی۔ اور وہیں میں نے ملک کو دعاء حفاظت اور نماز اوابین کی دعا تلقین کی تھی۔ اور ملک بہت خوش خوش واپس ہوا اور بندہ اور قاضی عارف کاشانی سے کہتا تھا کہ اب ہم تم ایک ہی در کے غلام ہو گئے۔ میرے ساتھ ساتھ چلو۔ اور کہتا تھا کہ آج مجھے کتنی بڑی سعادت حاصل ہوئی اور میں شیخ کے غلاموں میں داخل ہوا۔ رات بھر ہم ایلورہ[1] میں رہے۔ صبح ملک نے کوچ کیا اور میں گھر واپس آ گیا۔ اثناء راہ میں بادشاہ نے یہ بھی پوچھا کہ جو کُلاہ مجھے حضرت نے عطا فرمائی ہے وہ میں ہمیشہ پہنوں؟ بندے نے کہا تین دن پہنے رہئے پھر اتار کر حفاظت سے رکھ لیجئے گا تاکہ میلی نہ ہو اور اگر میلی ہو جائے تو دھونا نہیں چاہیے اور دوسری کلاہ سلوا کر پہنیے۔ اس جگہ شیخ نے فرمایا۔ تم نے اچھا کیا۔ جو کپڑا شیخ کے

۱- ایلورہ روضہ خلد آباد کے قریب ایک جگہ ہے جس کو انگریزوں نے اپنے دور حکومت میں تفریح گاہ بنا دیا ہے۔ ملوک تلنگ کے دور میں (جو اس جگہ کے حاکم تھے) سنگتراش کاریگروں کو حکم ہوا کہ پہاڑ کے اندر ایک ایسا بڑا اور کشادہ بت خانہ تعمیر کریں جس میں ہر طرح کے بت ہوں چنانچہ کاریگروں نے یہ بتخانہ تیار کیا جو آج بھی موجود ہے۔ انگریزوں نے اس کی ندرت دکاریگری کو بہت پسند کیا اور ان کی تصاویر کھینچ کرا پنے یہاں لے گئے۔ اس جگہ کے مسلمان اس کو ایرولہ کہتے ہیں جو عوام کا بگاڑا ہوا لفظ ہے۔ بالکل ایسے ہی جیسے حیدرآباد والے نُسخہ کو نُخسہ کہتے ہیں۔ (مولف)

جسم پر رہا ہو اور شیخ کی خوشبو اس میں بسی ہو اس کو دھونا نہیں چاہیے اور جو کپڑا شیخ کا مستعملہ (استعمال کیا ہوا) نہ ہو اس کو دھونے میں کوئی حرج نہیں البتہ طہارت خانے پہن کر نہ جائے اور نہ استنجا کے وقت پہنے۔ جس طرح حمائل وتعویذات اتار کر طہارت خانے جاتے ہیں اسی طرح شیخ کے لباس کو بھی اتار کر ہی جانا چاہیے۔ اسی جگہ ارشاد فرمایا۔ ایک بار ایک یار اودھ سے حضرت شیخ الاسلام نظام الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں مولانا محمود (حضرت چراغ دہلیؒ) کی خدمت میں تھا۔ ایک دن میں نے دیکھا کہ وہ طہارت خانے جا رہے تھے۔ انھوں نے کرتا اتار کر رکھ دیا اور سر پر کچھ پہن کر اندر چلے گئے۔ بعد میں میں نے پوچھا کہ یہ کیا تھا۔ انھوں نے کہا یہ کرتا حضرت شیخ الاسلام کا ہے اسی لیے میں نے اتار کر رکھ دیا تھا۔ اور اس دن مولانا سب کپڑے دے چکے تھے اور ان کے گھر میں سوا شیخ کے عطا کردہ کرتے کے کوئی دوسرا کپڑا نہ تھا۔ اسی جگہ پر ارشاد فرمایا کہ ایک بار ایک شخص کو اس کے دوست نے تحفۃً لباس دیا۔ جب وہ کپڑا پہن کر اپنے دوستوں کے ساتھ سونے لیٹا تو ان لوگوں نے کہا یہ فلاں دوست کا دیا ہوا لباس ہے اس کو رکھ آؤ اور دوسرا پہن لو تب لیٹو۔ اس نے شیخ سے عرض کیا کہ میرے ساتھی ایسا ایسا کہتے ہیں آپ نے فرمایا جب انھوں نے اپنے دوست کے لباس کی اتنی توقیر کی تو پیر کا لباس تو اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ قاضی غیاث الدین یہاں آئے تھے انھوں نے بتایا کہ ملک المملوک کا باپ شیخ (بزرگ) تھا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ جب وہ شیخ تھا تو ولایت لاجور اور ملک المملوک کے خطاب سے اس کو کیا نسبت۔ بندے نے عرض کیا کہ پانچ سو سال پہلے سے ان کے خاندان میں مخلص الملک کامران کا لقب چلا آرہا ہے اور ان کے آباء واجداد وزیرزادے تھے۔ ملک المملوک کے باپ کو شیخ عماد الدین اور چچا کو علاء الدولہ سمنانی کہتے ہیں جو خراسان میں ایک بزرگ شیخ ہیں۔ حضرت شیخ نے فرمایا ہاں! علاء الدولہ کے بارے میں میں نے سنا ہے وہ ایک بابرکت بزرگ ہیں۔ بندے نے عرض کیا کہ

چوں کہ ملک الملوک کے باپ بزرگ ہیں اور خراسان میں ہی پلے بڑھے ہیں اور خراسان سے جتنے بھی خداوندزادگان آتے وہ سب ان کی تعظیم وتکریم کرتے ہیں اس لیے سلطان نے ان کو ملک الملوک کا خطاب دیا اور لاجور کا والی بنادیا۔ ان کے انتقال کے بعد یہ خطاب ان ملک الملوک کو ملا۔ پھر شیخ نے دریافت فرمایا کہ ملک الملوک بادشاہ کا داماد کیسے ہوا۔ بندے نے عرض کیا کہ اصل ونسب کے اعتبار سے تو وہ بزرگ زادہ ہے لیکن سلطان تغلق کی بیٹی اس کو منسوب ہے اور بالکل ویسا ہی رشتہ ہے جیسا آپ کا اپنے چچا قاضی منہاج کے ساتھ ہے۔ اور ملک الملوک مرحوم نے اپنی زندگی میں ہی اس ملک الملوک کے نام وصیت نامہ لکھ دیا تھا چنانچہ ویسا ہی کیا گیا پھر فرمایا میں نے سنا ہے کہ گذشتہ بادشاہوں کے بہ نسبت یہ ملک الملوک بہت سخی اور فیاض ہے۔ بندے نے عرض کیا کہ اس کے یہاں ایک ایسا طریقہ ہے جو اس زمانے کے بادشاہ وامراء میں سے کسی کے یہاں نہیں۔ وہ یہ کہ جو بھی اس سے متعلق ہو جاتا ہے اس کے غلہ، کپڑا، انعام ودولت (داد ودہش) میں کسی طرح کی کمی نہیں کرتا۔ پھر فرمایا کہ وہ خوش خو ہے اور علماء وفقراء سے عقیدت رکھتا ہے۔ بندے نے عرض کیا کہ وہ بہت خوش اخلاق ہے اور صوفیاء کا بہت معتقد ہے۔ پھر فرمایا مرید جتنا صاحب کمال ہوتا ہے پیر کو اس پر اتنا ہی زیادہ فخر ہوتا ہے اور اگر نعوذ باللہ منہا مرید اچھا نہ ہو تو بھی پیر اس کو اچھا بنا ہی دیتا ہے۔ پھر فرمایا (مثلاً) قاضی عارف قطب نا قلہ ملک الملوک کے پاس رہتا ہے اگر چہ وہ اتنا اچھا نہیں ہے جتنا ملک الملوک لیکن رفتہ رفتہ وہ بھی ہو جائے گا۔ بندے نے عرض کیا کہ مخدوم کے کرم سے وہ بھی نیک ہو جائے گا۔ پھر فرمایا عارف چاشت اور اشراق کی نمازیں بھی پڑھا کرے تو ملک الملوک کو بھی ان کی طرف رغبت ہوگی اور اگر اس کو بھی سکھا دے تو بہتر ہوگا۔ پھر مجلس کے اختتام تک بندہ حضرت مخدوم کے پنکھا جھلتا رہا اور مخدوم قصے بیان کرتے رہے۔ پھر (جیسا کہ حضرت مخدوم کی فطری کرم اور عمدہ خصائل میں سے ہے) معذرت کی اور فرمایا میں بھول گیا اور تم کھڑے

دیکھتے رہے۔ بندے نے قدم بوسی کی اور رخصت ہوا۔ رخصت کرنے کے بعد فرمایا کہ عضد الملک روانہ ہو گیا ہے اگر ملک الملوک آکر تمہارا کام پورا کر دے تو اچھا ہو بندے نے عرض کیا بہتر۔ مخدوم کے کرم سے انشاء اللہ تعالیٰ ویسا ہی ہوگا جیسا مخدوم کی زبان مبارک سے نکلے گا۔

دوشنبہ ۲۶ رذی الحجہ ۷۳۶ھ

آج رات قاضی رفیع الدین سلمہ اللہ تعالیٰ اور امیر خورد حاضر خدمت ہوئے تھے۔ حضرت شیخ ذکرہ اللہ بالخیر والسعادۃ نے دریافت فرمایا کہ قاضی رفیع الدین کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ بندے نے عرض کیا کہ جامع مسجد کے قریب۔ امیر خورد سے پوچھا کہ کیا تمہارے قریب نہیں رہتے ہیں۔ انھوں نے جواب دیا ہم ایک ہی گھر میں رہتے ہیں۔ پھر قاضی رفیع الدین سے پوچھا کہ کیسے ہو؟ کیا حال ہے؟ قاضی رفیع الدین نے جواب دیا مخدوم کی برکت سے شکر ہے۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ تمہارا جیسا حال ہے اس حالت میں تو بہت شکر ادا کرنا چاہیے کہ سلامتی اور حفاظت ہے ورنہ اس زمانے میں اگر سلامتی نہ بھی ہو تو بھی کوئی کیا کر سکتا۔ (یعنی رضاء الٰہی کے آگے کس کی مرضی چل سکتی ہے)۔ اسی جگہ ارشاد فرمایا ''ان دنوں جب میں کوشک سپید میں رہا کرتا تھا ایک دن اشراق کے وقت گھر سے باہر نکلا۔ جب چاہ قیصر کے پاس پہنچا جہاں ہمیشہ کیچڑ اور گندگی رہتی تھی۔ میں ان دنوں (آنکھ میں کچھ تکلیف کی وجہ سے) کچھ صحیح سے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ گھومتا ہوا آگے نکل گیا۔ جب واپسی میں دوبارہ اس جگہ پہنچا تو ایک فیلبان کو دیکھا جس کی نظر بہت کمزور تھی اور جاڑوں میں آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر دھوپ میں نکلتا تھا۔ اس وجہ سے کہ سورج کی سمت نہیں دیکھ سکتا تھا۔ بس جو شعاعیں یا روشنی زمین پر ہوں ان کو دیکھ لیتا تھا۔ جب میں نے اس کو دیکھا تو خداوند تعالیٰ کا بہت شکر ادا کیا کہ میرا حال اس سے بہتر ہے۔ اس کے بعد قاضی رفیع الدین سے دریافت فرمایا مسجد کے پاس

کیسے رہتے ہو (غالباً وہاں کوئی خطرہ ہو گا) انھوں نے عرض کیا دن میں باہر نکلنا مشکل ہوتا ہے اگر کوئی ضرورت پڑ جائے تو رات میں باہر نکلتے ہیں۔ عام طور پر وہ جگہ ایسی نہیں جہاں سے دن میں آیا جایا جا سکے۔ شیخ نے یہ ارشاد فرمایا

از گردش چرخ بے ادب می ترسم وز خلق جہان و نیک و بدی ترسم
چوں ہیچ کسی لائق ہمرہ نہ نماید از ہمرہِ سایۂ خود می ترسم

(میں چرخ بے ادب کی گردش سے ڈرتا ہوں اور دنیا اور اس کے ہر اچھے برے سے خوف کھاتا ہوں جب ہمراہی کے لائق ہی کوئی نہیں تو پھر میں اپنے سایے سے بھی ڈرتا ہوں)

پھر حضرت شیخ نے ملک الملوک کا حال دریافت فرمایا۔ بندے نے عرض کیا کہ ملک الملوک نے قدم بوسی عرض کی ہے اور عرض کیا ہے کہ کچھ دنوں سے سلطان کا مزاج مجھ سے ناخوش ہو گیا ہے اور روز بروز ناراضگی بڑھتی جا رہی ہے۔ آپ نے پوچھا کہ ناراضگی کا کیا سبب ہے؟ بندے نے عرض کیا کہ سلطان اس کو ایسے احکام دیتا ہے جس میں رعایا کو نقصان و تکلیف پہنچتی ہے۔ ملک الملوک ان احکام کو بجا لانے میں اسی وجہ سے کوتاہی کرتا ہے اور رعایا کو تکلیف پہنچانے کی بہ نسبت سلطان کی ناراضگی قبول کرتا ہے۔ فرمایا کیا پریشانی ہے اس کو چاہیے کہ حق تعالیٰ پر بھروسہ رکھے اس کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔

تو دوست ہمی دار نیکو رویا نرا
بانگِ سگے دان حدیث بدگویانرا

(تم اچھی صورت والوں کو دوست رکھو اور برا کہنے والوں کی آوازوں کو کتے کا بھونکنا سمجھ لو)

اس کے بعد قاضی رفیع الدین اور امیر خورد کو رخصت کیا اور بندہ وہیں ٹھہرا رہا۔ الحمدللہ علیٰ ذلک۔

منگل ۲۶ محرم ۷۳۷ھ

آج بندہ اور امیر خورد ایک ساتھ قدم بوسی کو حاضر ہوئے۔ محمود لاجوری

نامی کا ایک دوست بھی آیا تھا۔ جو بہت عبادت گزار اور پرہیز گار تھا اور بیعت ہوا تھا۔ اس کو سوا وظایف و نوافل کے کوئی دوسرا کام نہ تھا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ محمود! میں نے سنا ہے کہ تم نے بال رکھ چھوڑے تھے اور جوڑا بناتے تھے۔ محمود خاموش رہا۔ پھر آپ نے پوچھا کہ اوراد و نوافل کا کیا حال ہے۔ اس نے عرض کیا یہ تو غلامی ہے وقت پر ادا ہو جاتی ہے۔ فرمایا دوسروں کے لیے یہ غلامی کیوں نہیں ہے؟ اور پھر یہ مصرعہ پڑھا:

بدروزی را بہانہا بسیار است

پہلے جب تم آئے تھے سونے کا سکہ تھے اب خاک ہو گئے۔ پھر فرمایا میں نے امیر خورد سے سنا تھا ''کار بر یرا بہانہا بسیار است'' اور میں یہی کہتا تھا کیونکہ درویش کے لیے بہانے بہت ہیں۔ لیکن پھر (اس وقت) میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں بھی ایسے ہی کہوں کہ ''بدروزی را بہانہا بسیار است'' پھر اس کو (محمود کو) اسی غصہ و ناراضگی کی حالت میں رخصت فرما دیا۔

جمعہ ۲۹ محرم ۷۳۷ھ

آج بندہ اور مولانا زین الدین ایک ساتھ حاضر خدمت ہوئے۔ حضرت شیخ نے دریافت فرمایا کہ کیا حال ہے۔ بندے نے عرض کیا کہ اب تک میرے کام میں استقامت نظر نہیں آتی اور کہیں دل کو سکون نہیں ملتا۔ باوجود جن ملوک و امراء کی صحبت میں بہت عرصے سے ہوں میری کارگزاری ان پر اثر انداز نہیں ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔

تا در نرسد وعدۂ ہر کار کہ ہست
سودت نکند یاریِ ہر یار کہ ہست

(جب تک مقررہ وقت نہیں آتا کام نہیں پورا ہوتا۔ اسی طرح بغیر وقت کے دوست کی دوستی بھی فائدہ نہیں پہنچاتی خواہ دوست کوئی بھی ہو)

پھر فرمایا کہ میں نے حضرت شیخ الاسلام نظام الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے۔فرماتے تھے کہ میرے پاس ایک گھوڑا تھا نہایت شوخ وسرکش۔ایک بار میں ایک ایسے راستے سے گزر رہا تھا جس کے ایک جانب دیوار تھی اور دوسری جانب غار اچانک سامنے سے ایک آدمی سر پر چارپائی رکھے نمودار ہوا۔گھوڑا بہت شریر تھا اور وہاں گھمانے کی بھی جگہ نہ تھی اس کو دیکھتے ہی سرپٹ دوڑا۔اور میں نے بھی آنکھیں بند کرلیں اور خود کو حق کے سپرد کردیا اور کہا کہ آگے اب تو ہی جانے۔جب آنکھیں کھولیں تو میں نہیں جانتا کہ گھوڑا کیسے صحیح سلامت اس جگہ سے باہر نکلا۔نیز میں نے حضرت شیخ قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ ایک بار ایک سوار ایسی جگہ پہنچا جس کے ایک طرف پہاڑ تھا اور دوسری طرف دیوار اچانک سامنے سے ایک باربردار بیل آتا ہوا دکھائی دیا اور راستہ اتنا چوڑا تھا کہ گھوڑا یا بیل کوئی ایک ہی اس میں سے گذر سکتا تھا۔جب وہ دونوں نزدیک پہنچے تو بیل نے گھوڑے کے سینگ ماری۔سوار گھوڑے سے اتر آیا اور اس کی سینگیں پکڑلیں اور سلامتی کے ساتھ وہاں سے باہر نکل آیا اور کہا کہ خدا تعالیٰ جس طرح مشکلوں میں ڈالتا ہے اسی طرح اُن سے باہر بھی نکالنا جانتا ہے۔ اب تم بھی اپنے کام کو اس کے سپرد کردو جس وقت دیکھو کہ کام بننے میں کوئی دشواری پیش آرہی ہے تو خود کو خدا کے سپرد کردو وہ خود کام پورا کردے گا۔وَمَن یَّتَّقِ اللہ یَجعَلُ لَہٗ مخرجاً (جو اللہ تعالیٰ سے تقوی اختیار کرتا ہے وہ اس کے لیے راستہ نکال دیتا ہے) اور وَمَن یَّتَوَکَّل عَلَی اللہُ فَھُوَ حَسبُہٗ (جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے وہ اس کے لیے کافی ہوتا ہے) انہی معنوں میں ہیں۔پھر حضرت شیخ نے دریافت فرمایا کہ یہ آیات پڑھتے ہو۔بندے نے عرض کیا پڑھتا ہوں فرمایا کہ میں نے حضرت شیخ الاسلام نظام الدین قدس اللہ سرہ کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ اگر پچھتّر بار کسی حاجت کو پورا کرنے کی نیت سے پڑھے تو وہ پوری ہو اور ہر روز بطور استخارہ دس یا بیس بار پڑھنا چاہیے۔اگر بیمار ہو اور اسے پڑھے تو چند روز میں

پڑھے۔ فَفِرُّوا اِلَی اللّٰہِ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگو۔ اس واسطے کہ جب اللہ تعالیٰ دولت عطا کرنا چاہتا ہے
افاقہ ہو جائے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ صدق دل سے پڑھے۔
زمین یا پتھر سے نکال دیتا ہے۔ پھر مولانا زین الدین کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ
حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا بہت پڑھا کرتے تھے "اَللّٰھُمَّ
رحمتک ارجو فلا تکلنی الٰی نفسی طرفۃ عین واصلح لی شانی
کلّہ لا الہ الا انت (اے اللہ میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں۔ کسی بھی لمحہ تو
میرے نفس کے سپرد مجھے نہ کر، میرے تمام حال کی اصلاح فرما۔ تیرے سوا کوئی بھی
معبود نہیں) تم نے بھی یہ دعا مجھ سے سنی ہوگی۔ مولانا زین الدین سلمہ اللہ تعالیٰ نے
فرمایا کہ خواجہ احمد نے مخدوم کی زبان مبارک سے سن کر ہم سے بیان کی تھی۔ پھر
فرمایا کہ ایک دعا یہ بھی ہے "یَا تَیَسَّرَ کُلَّ عَسِیْرٍ فَاِنْ تَیَسَّرَا لُعَسِیْرُ عَلَیْکَ
یَسِیْرُ وَ اَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ" (اے ہر مشکل کے آسان کرنے والے
اگر تو میری مشکل کو آسان کر دے تو یہ تیرے لیے آسان ہے اور تو ہر چیز پر قادر
ہے)۔ اسی جگہ فرمایا کہ ایک شخص میرے پاس آتا تھا اور وہ دن بھر "وَ اُفَوِّضُ
اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ" (میں اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں) پڑھتا رہتا اور
سرائے اور بازار میں گھومتا پھرتا اور تدبیر و ترکیب (کمانے کی) میں لگا رہتا۔ جب
کہ تفویض یہ ہے کہ اپنے کاموں میں مکمل طور سے تدبیر و ذرائع کو چھوڑ دے اور
اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے تا کہ اللہ جیسا چاہے کرے اور بندہ کا کوئی اختیار رہے۔

پھر مولانا زین الدین سے دریافت فرمایا کہ یہ جوان جو تمہارے ساتھ آیا ہے کون
ہے۔ عرض کیا کہ مولانا فخر الدین ہانسویؒ کا رشتہ دار ہے اور قدم بوسی کو حاضر
ہوا ہے۔ فرمایا کیا کام کرتا ہے۔ انھوں نے عرض کیا پڑھتا ہے۔ فرمایا میں اس وجہ
سے ڈرتا ہوں کہ علماء کی صوفیاء کے ساتھ نہیں بنتی۔ پھر فرمایا جب میں ۱۷ یا ۱۸ سال
کا تھا تو ایک حجرے میں تنہا ریاضت و مجاہدے میں مشغول رہتا تھا ایک دن میں نے
بلند آواز سے کلمہ پڑھا۔ میرے والد نے سن لیا فرمایا شیخ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ کے

خاندان والے جب تک ہزار جزو یاد نہ کرلیں یہ کام نہیں کرتے۔ یہ ابھی سے تم نے کیا شروع کردیا۔ یہ تو عوام الناس بھی جانتے ہیں لیکن یہ کام سیکھنے سے حاصل ہوتا ہے۔ انہی معنوں میں فرمایا ایک بار میں ایک قصبہ میں پہنچا۔ وہاں ایک عالم تھا جو فقہ میں ہدایہ وغیرہ پڑھا ہوا اور تمام علوم میں کامل تھا۔ اس جگہ کا قاضی بہت بزرگ وبابرکت شخص تھا۔ اس کے نواسے اس عالم کے پاس ہدایہ پڑھنے جاتے تھے۔ وہ عالم شراب خوار تھا اس کی صحبت میں رہ کر قاضی کے نواسے بھی شراب پینے لگے۔ وہ عالم جب ایک جام پیتا تو پگڑی اتار کر رکھ دیتا اور جب دوسرا پیتا تو صدری بھی اتار دیتا اس کے بعد کرتا اور آخر میں پاجامہ تک نوبت پہنچ جاتی۔ اب ایسا پڑھنا پڑھانا کس کام کا جس پر عمل نہ کیا جائے۔ اس کے بعد مولانا زین الدین سلمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ یہ جوان جو تمہارے ساتھ آیا ہے کون ہے؟ مولانا نے عرض کیا کہ ایک نیک بخت لڑکا ہے اس کی ماں مولانا فخر الدین کی کنیز (ام ولد) تھیں بعد میں مولانا نے ان کو اپنے غلام کے نکاح میں دے دیا۔ یہ لڑکا انہیں سے پیدا ہوا۔ یہ مخدوم کی غلامی کی آرزو رکھتا ہے۔ لیکن ضد کر رہا ہے اور فوراً حلق کرانا چاہتا ہے۔ حالاں کہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔ آپ مسکرائے اور فرمایا کہ جو بھی ہے وہ وقت پر ہو جائے گا اور عقیدت وبیعت صرف حلق پر ہی منحصر نہیں۔ اور ماں باپ اور خاندان کے بارے میں دریافت کرنے کا اس کام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پھر فرمایا کہ بہت سی عورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ جب کسی عورت کو نماز پڑھتے دیکھتی ہیں تو کہتی ہیں یہ نماز کا کون سا وقت ہے۔ ابھی تم جوان ہو نماز کیا پڑھتی ہو اور تم جانتے ہو کہ شیطان ان کے دلوں میں ایسی باتیں ڈالتا ہے تاکہ وہ کام نہ کریں تو جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت (عطا) فرماتا ہے وہی راہ راست پر چلتا ہے۔ اسی جگہ فرمایا حضرت شیخ فرماتے تھے کہ جب میں دہلی میں تھا تو وہاں ایک قاضی تھا اس کو لوگ مولانا برہان الحق بلخی کہتے تھے۔ ایک بار ایک پہنچا ہوا درویش شہر میں آیا۔ قاضی منتظر رہا کہ درویش میری ملاقات کو آئے گا۔ کئی دن گذر گئے اور وہ ملاقات کرنے نہ آیا۔ قاضی نے

لوگوں سے پوچھا کہ وہ کہاں رہتا ہے۔ کہا حوض سلطان کے کنارے ایک حظیرے میں مشغول رہتا ہے۔ قاضی اس کی ملاقات کے لیے گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں پہنچا دیکھا درویش حظیرہ میں بیٹھا قرآن کی تلاوت کر رہا ہے۔ قاضی نے چیخ کر کہا اے پیرزال! یہ قرآن پڑھنے کی کون سی جگہ ہے؟ اس نے جواب دیا اے جوان مبتدی کیا یہ تمہارے گھوڑا دوڑانے کی جگہ ہے؟ یعنی حظیروں کے پاس یہ دونوں چیزیں مکروہ ہیں لیکن یہاں پر مجھے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ غالباً مولانا برہان الدین نے اس کو پیرضال کہا اور اس نے جوان مہتدی اور ادب کا پورا خیال رکھا۔

اس کے بعد فرمایا ایک بار ایک جگہ ایک نئے واعظ نے وعظ گوئی کا ارادہ کیا اور وہاں کے پرانے واعظ سے اجازت چاہی اور کہا آج وعظ کہوں گا۔ آپ بھی آیئے گا۔ اس نے کہا تمہاری کیا حیثیت جو تمہارے وعظ میں آؤں۔ جب اس بیچارہ نے بہت اصرار کیا تو اس نے کہا ٹھیک ہے مگر ایک شرط ہے کہ تم اپنے وعظ میں ایک صفحہ میری تعریف میں بیان کرو یہ حیران ہو گیا کہ وعظ و نصیحت میں بھلا کسی کی تعریف کیسے شامل کی جائے۔ غرض بڑی بحث کے بعد آدھا صفحہ طے ہوا۔ پھر وہ وہاں سے مولانا وحید الدین، مولانا بدر الدین اور مولانا سالار خطاط کے پاس گیا اور ان سے بھی شرکت کی درخواست کی ہر ایک نے فرمایا میں کون ہوں، کیا ہوں جو تمہارے وعظ میں شرکت کروں۔ آخر بہت اصرار کے بعد قبول کیا اور کہا ٹھیک ہے مگر شرط یہ ہے کہ کسی صورت میں بھی وعظ میں میرا نام نہ آئے۔ پھر حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ذرا غور کرو کہ ان واعظوں نے کیا کہا اور ان درویشوں نے کیا جواب دیا۔ اس کے بعد مجلس ختم ہوئی اور مولانا زین الدین کو رخصت فرما دیا۔

اتوار ۲ر صفر ۷۳۷ھ

آج بوقت حاضری مولانا شمس الدین فضل اللہ نے عرض کیا کہ یہ بیچارہ (عاجز) نماز و ورد و تہجد و اشراق و چاشت سب ترک کرنا چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا

کیوں ترک کرنا چاہتے ہو۔ عرض کیا میں قرآن پڑھ رہا تھا جب اس آیت پر پہنچا کہ "مَنْ عَمِلَ صَالِحاً فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْھَا" تو اس آیت کے مطابق بندہ جو بھی عمل کرتا ہے اپنے نفس کی خاطر کرتا ہے اور میں نفس کی خاطر یہ سب کچھ ہرگز نہ کروں گا۔ آپ مسکرائے اور فرمایا کہ حکم الٰہی ایسا ہی ہے اور ایسا ہی کرنا چاہیے۔ مولانا شمس الدین فضل اللہ نے عرض کیا کہ جب سارے اعمال نفس کے لیے ہیں تو پھر خدا کے لیے کیا کرنا چاہیے۔ فرمایا جب تم نے پوچھا ہی ہے تو سنو۔ حضرت عزت کلام مجید میں فرماتا ہے "یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ وَالرُّجْزَ فَاھْجُرْ" (اے کپڑا اوڑھنے والے! کھڑے ہو جاؤ اور آگاہ کردو اور اپنے رب ہی کی بڑائیاں بیان کرو، اپنے کپڑے پاک رکھا کرو اور ناپاکی کو چھوڑ دو) اس حساب سے "وَلِرَبِّکَ فَاصْبِرْ" کے کیا معنے ہوئے یعنی خاص خدا کے واسطے صبر کر۔ وہ ایسے جیسے کوئی شخص کسی کو اپنا سفارشی یا اپنا ذریعہ بنائے اور وہ نہ سنے تو یہ سفارش کرنے والا کہتا ہے کہ خدا کے واسطے یہ کام کردو۔ لہٰذا حضرت عزت اپنے کمال کرم کی وجہ سے فرماتا ہے کہ اپنے پروردگار کے واسطے صبر کر۔ اور لِرَبِّکَ کے لام کا مطلب رب کے لیے ہے پھر فرمایا کہ یہ جو میں نے بیان کیا یہ خاص معنی ہیں اب عام معنی سنو جو (ظاہر سے) ہاتھ اور زبان سے تعلق رکھتے ہیں۔ کیونکہ تمہارا وہ عمل جو دل سے تعلق رکھتا ہے وہ عمل نہیں ہے بلکہ وہ اشتغال باللہ (اللہ کے ساتھ مشغول رہنا) ہے۔ کیونکہ روزہ کسی طرح بھی اعضاء سے متعلق نہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ" (روزہ میرے لیے ہے اور میں اس کی جزا دوں گا) اور حدیث شریف میں آیا ہے "مَنْ اَخْلَصَ للہ اربعین صباحاً لظھرت ینابیع الحکم فی قلبہ" (جو چالیس روز اللہ تعالیٰ کے لیے خلوص نیت سے رہتا ہے اس کے قلب میں حکمت کے چشمے پھوٹتے ہیں) اور اخلاص کا تعلق دل سے ہوتا ہے اسی لیے حضورؐ نے اَخْلَصَ لِلّٰہِ فرمایا اور صلی للہ نہیں فرمایا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ قل اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ

الخ (آپ فرما دیجئے کہ میری نماز، قربانی، مرنا، جینا سب اللہ کے لیے ہے) بھی تو فرمایا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ "لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُورِ القلبْ" (حضور قلب کے بغیر نماز نہیں ہے) یعنی پھر وہی دل کا تعلق درمیان میں آ گیا۔

اس کے بعد فرمایا ایک بار کچھ طالب علم میرے پاس آئے۔ روزہ کے بارے میں گفتگو ہونے لگی۔ انھوں نے یہ حدیث بیان کی کہ "اَلصَّومُ لِی" مولانا شمس الدین سنو! اَلصَّومُ لِی کے کیا معنی ہیں۔ یہ نہیں کہ مخلوق جان لے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ الصُّوم لِی۔ یعنی روزہ صرف اسی پر موقوف نہیں۔ کیونکہ وہ وَھُوَ یُطعِمُ وَلَا یُطعَمُ (وہ کھلاتا ہے، اسے کوئی نہیں کھلاتا) فرماتا ہے ملایکہ اور دوسری ارواح غذا پاتی ہیں۔ ملایکہ کی غذا تسبیحات ہیں اور دوسرے جانداروں (ذی روح) کی غذائیں مثل خوشبو اور ہڈیاں وغیرہ ہیں۔ پھر مولانا شمس الدین نے عرض کیا بندہ ہر روز "اِیَّاکَ نَعبُدُ وَاِیَّاکَ نَستَعِینُ" (ہم تیری ہی عبادت کرتے اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں) نماز میں پڑھتا ہے لیکن اپنے کام کے سلسلے میں آدمیوں کے پاس بھی جاتا ہے تو میرے ایمان کا کیا حال ہے۔ لوگ تو آدمیوں کے ساتھ منافقت کرتے ہیں میں حضرت حق کے ساتھ منافقت کر رہا ہوں۔ پھر فرمایا جیسے تم نے ابھی یہ آیات پڑھیں ویسے ہی میں یہ بھی پڑھتا ہوں نَحنُ قَسَمنَا بَینَہُم مَعِیشَتَہُم فِی الحَیٰوۃِ الدُّنیا" (ہم نے دنیا کی زندگی میں ان کی روزیاں ان میں بانٹ دیں) لہٰذا جدھر کا رخ کرو اللہ تعالیٰ کو موجود سمجھو۔ اور انہی معنوں میں یہ ہندی دوہرہ بھی ہے:

ھندھوں جت ھند ہالادی لگون جت (یہ کسی بھی صورت سے پڑھا نہ جا سکا۔ مرتب ومترجم)

نحن قسمنا بینھم

اس کے بعد عنایت حق کے سلسلے میں بات نکلی فرمایا اصل چیز حق تعالیٰ کی عنایت ہے۔ قبل من قبل بلاغتہ ور دمن رد بلاغتہ (جس نے اس کی بلاغت قبول کی اُسے قبول کیا اور جس نے اس کو رد کیا، اس کو رد کر دیا)۔ اس کو بے نیازی کہتے ہیں۔ مولانا شمس الدین نے سوال کیا کہ اِنَّ اللہ لا یُضِیعُ اَجرَمَن اَحسَنَ عَمَلاً

(جس نے عمل صالح کیا اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ ضائع نہیں فرماتا ہے) کیسے فرمایا ہے۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے لا یُضِیعُ فرمایا ہے لفظ یَقبَلُ نہیں فرمایا۔ جیسا کہ توبہ کے سلسلے میں فرمایا ہے وَھُوَ الَّذِی یَقبَلُ التَّوبَۃَ عَن عِبَادِہٖ (وہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے) یعنی وہ کسی کا فائدہ (اجر) ضایع نہیں کرے گا بلکہ اس کے بدلے میں کوئی دوسری چیز عطا کر دے گا۔ جیسا کہ شیطان کو مردود کر دیا لیکن اس نے جو کچھ مانگا اس کو دیا اور اس کی عبادت کا فائدہ ضائع نہیں کیا سوا توبہ کے کہ توبہ البتہ قبول کر لیتا ہے۔ اس کے بعد حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہٗ کے بارے میں بات ہونے لگی فرمایا کہ ایک بار آپ دریا میں کشتی پر سوار چلے جا رہے تھے اور آپ نے اپنا ہاتھ پانی میں ڈالا اتفاقاً آپ کی انگوٹھی دریا میں گر گئی۔ اللہ جانے کیا ہوا کہ آپ کے دل میں اس انگوٹھی کھو جانے کا رنج وافسوس پیدا ہو گیا۔ اسی وقت آپ نے اس انگوٹھی کی بازیافت کی خاطر ایک وِرد اپنے معمولات میں شامل کر لیا۔ ۱۳ سال بعد ایک دن آپ کتب خانہ میں بیٹھے تھے خادم سے کہا فلاں کتاب لاؤ وہ لایا جب کتاب کھولی تو وہ انگوٹھی اس کتاب میں رکھی ہوئی تھی فرمایا کہ مداومت میں بڑی تاثیر ہے۔ شیخ فرماتے تھے کہ جو چیز (وظائف، اوراد واذکار و اشغال ونوافل وغیرہ) درویشوں کی خدمت سے حاصل ہو اس کو مِنَ المَھدِ اِلَی اللَّحد (گود سے گور تک) ہونا چاہیے۔ یعنی بوقت بیعت جو تعلیم حاصل کرے اس پر مرتے دم تک مشغول رہے۔ پھر فرمایا شمس الدین سنو! آج صبح بلکہ پورا دن اسی فکر میں بیٹھا رہا کہ اے بُرہان! یہ کیسی نماز اور کیسا سجدہ ہے جو تم کر رہے ہو۔ پھر چونکہ بارش کا موسم تھا خانقاہ کے صحن و دیواروں پر سبزہ اُگا ہوا تھا فرمایا مولانا شمس الدین دیکھو سجدہ یہ ہے جو یہ سبزہ کر رہا ہے یعنی ہمیشہ سجدہ میں پڑا رہتا ہے یہاں تک کہ خشک ہو کر ختم ہو جاتا ہے۔ اور فرمایا کہ ہر شخص کا منہ وہ ہوتا ہے جس سے وہ کھانا کھاتا ہے۔ تو اب نباتات وسبزہ جو زمین کی جانب جھکے ہوئے ہیں اور سیراب ہوتے ہیں تو ان کا منہ اور سر وہی حصہ ہوا جو زمین کی سمت جھکا ہوا ہے۔ اگر یہ نماز وسجدہ میں ہمیشہ مشغول

ہیں تو درحقیقت نماز یہی کہلائے گی نہ کہ وہ سجدہ جو ہم کرتے ہیں۔اس کے بعد مسکین کے بارے میں بات نکلی تو فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ مسکین کیا ہوتا ہے۔ انھوں نے عرض کیا شریعت میں مسکین وہ ہے جس کو صدقہ اور خیرات دیا جاسکے۔آپ نے فرمایا کہ یہ معنی اہل شریعت کے نزدیک ہیں لیکن طریقت میں سنو کہ مسکین کسے کہتے ہیں۔مسک جانتے ہو، مسک دراصل خون ہوتا ہے اور خون بھی وہ جو خشک ہو کر جم جاتا ہے اور مسک بن جاتا ہے۔اسی طرح جس کسی کا دل محبت حق میں خون ہو کر خشک ہو جائے اس کو مسکین کہا جاسکتا ہے۔اور یہ جو ہر شخص خود کو مسکین کہتا ہے یہ غلط ہے اور جو بیچارہ کہتے ہیں یہ بھی غلط ہے۔بے چارہ کون ہے؟ وہ جس کا کوئی چارہ نہ ہو اور اس نے کلی طور پر خود کو حق کے سپرد کر دیا ہو لیکن ہم لوگ جب ہر بات میں اپنی مرضی چلاتے ہیں کہ ایسا کریں اور ایسا نہ کریں تو اس حالت میں بیچارہ کہنا ہمارے لیے جائز نہیں۔وھوالموفق

دوشنبہ یکم ربیع الاول ۷۳۷ھ

آج بوقت حاضری ارشاد فرمایا ایک بار خال مومناں معاویہ راستے میں چلے جارہے تھے ایک یہودی سامنے آیا اور اس نے طنزاً کہا تمہاری ماں تو بہت اعلیٰ ہے۔ معاویہ نے جواب دیا کہ میرا باپ بھی دوزخ کو پسند کرتا ہے۔اسی طور اور بھی کئی باتیں وہ بطور طنز کہتا رہا اور وہ جواب دیتے رہے اور برداشت کرتے رہے وہ یہودی آگے جا کر گر پڑا اور مر گیا۔ جب یہ خبر حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ معاویہ کے حِلم نے اس کو ہلاک کر دیا۔اس جگہ پہنچ کر حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا کہ برداشت کرنے والا مارڈالنے والا ہوتا ہے یعنی جو دوسرے کی بات کا تحمل کرتا ہے وہ دراصل اسے ہلاک کر دیتا ہے۔اس کے بعد بات یہ نکلی کہ مولانا محمود اَوَدھی حضرت چراغ دہلی ادام اللہ برکات انفاسہ کو بادشاہ نے بہت تکلیف پہنچائی لیکن انھوں نے درگذر فرمایا۔حضرت شیخ نے فرمایا مولانا محمود بہت حلیم و کریم آدمی ہیں انھوں نے برداشت کرلیا لیکن نعوذ باللہ منہا اگر اس بادشاہ کو ہم سے سابقہ پڑا ہوتا

تو معلوم ہو جاتا۔ اسی دوران ایک شخص حاضر ہوا۔ شیخ نے اس کو کچھ تعلیم فرمایا۔ اس نے دعا دی کہ اللہ آپ کو بخش دے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک بار حضرت شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہٗ العزیز کی خدمت میں ایک سائل آیا اور کہا حق تعالیٰ آپ کو بخشے۔ حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے فلاں کیا ابھی تک اس نے بخشا نہیں ہے۔

اس جگہ حضرت شیخ الاسلام فریدالدینؒ کی کرامتوں کے بارے میں گفتگو ہونے لگی۔ فرمایا ایک بار ایک دوست دہلی سے آپ کی خدمت میں کوزہ لے گیا۔ ایک درویش آیا اور کہا یہ کوزہ مجھے عطا کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا اجودھن میں کوزہ نہیں ملتا۔ میرے لیے دہلی سے لایا گیا۔ پھر اس درویش نے کہا یہ کوزہ مجھے دے دیجئے اور سعادت حاصل کیجئے۔ حضرت نے فرمایا ایسی سعادت تو ہم پانی میں بہا دیتے ہیں۔ میں یہ کوزہ نہیں دوں گا۔ درویش آپ کے پاس سے اٹھ کر چلا گیا اور اجودھن میں چھوٹی چھوٹی نہریں ہیں وہ ایک نہر میں غسل کرنے اُترا اور پھر باہر نہ آیا (یعنی پانی میں بہہ گیا)

اس کے بعد حضرت مخدوم نے فرمایا کہ شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہٗ کی ایسی کرامتیں بیشمار تھیں لیکن ہمارے خواجہ نظام الدین قدس اللہ سرہٗ ان کو چھپاتے تھے۔

سنیچر ۲۰؍ربیع الاول ۷۳۷ھ

بوقت قدم بوسی طلبہ کا ذکر نکلا فرمایا یہ لوگ ہر ایک عالم کو نیچا دکھانے کے لیے جھگڑتے رہتے ہیں پھر فرمایا کہ اخلاص جو حق جَلّ وعُلا کی صفت ہے۔ سورۂ تبّت یدا کے نیچے ہے۔ اسی بارے میں میں نے سنا ہے کہ آدمی کو ایسی جگہ بیٹھنا چاہیے کہ لوگ اس کو ہاتھوں ہاتھ لیں اور ایسی جگہ نہ بیٹھنا چاہیے کہ لوگ ہاتھ پکڑ کر اُتار دیں اسی جگہ یہ شعر پڑھا۔

این بہ بینی کہ سورۂ اخلاص
زیر تَبَّتْ یَدَا اَبِی لَھَبٍ است
(ذرا یہ تو دیکھو کہ سورۂ اخلاص تبّت یدا ابی لھب کے نیچے ہے)

اس کے بعد فرمایا ہمارے خواجگان کے نزدیک سب سے بڑا عمل اخلاص ہے۔ ایک یار حاضر تھا اس نے عرض کیا توجہ فرمائیں میں بھی اپنے کاموں میں یہی اخلاص چاہتا ہوں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ عطا کرے۔

اس جگہ ایثار (یعنی خود تکلیف اٹھاتے ہوئے یاروں کو آرام پہنچائے) کا ذکر نکلا۔ فرمایا ایک بار حضرت خواجہ ابراہیم بن ادہم بلخی قدس اللہ سرہٗ اپنے اصحاب کے ساتھ ایک غار میں مقیم تھے۔ ہوا بہت تیز تھی اور سب کو تکلیف ہو رہی تھی۔ خواجہ ابراہیم قدس سرہٗ غار کے دہانے پر کھڑے ہو گئے اور ہوا کو اپنے سینے پر جھیلتے رہے صرف اس لیے کہ دوسروں کو تکلیف نہ ہو۔ پھر فرمایا درخت کو دیکھو! آفتاب اس کے سر پر ہوتا ہے لیکن وہ دوسروں پر سایہ کرتا ہے۔ اسی مناسبت سے فرمایا کہ لکڑی خود کو جلاتی رہتی ہے تا کہ دوسروں کو آرام پہنچے۔ پھر فرمایا کہ پیر ہریٰ کا قول ہے کہ اگر ہوا پر اُڑو گے تو مکھی کہلاؤ گے اور پانی پر چلو گے تنکے کے مثل ہو گے لوگوں کی دلداری کرو تب کچھ بن سکو گے۔

اس جگہ مجاہدے کا ذکر نکلا فرمایا آدمی جب تک اپنے نفس پر مشقت (ریاضت ومجاہدہ) اختیار نہیں کرے گا ہرگز کسی مقام تک نہیں پہنچ سکتا اور یہ اشعار پڑھے۔

اے دل بہ ہوس برسر کارے نرسی
تا غم نخوری بہ غمگسارے نرسی
چوں شانہ بزیر ارّہ تا تن نہ دہی
ہرگز بکف زُلف نگارے نرسی

(میرے دل تو ہوس سے اپنے مقصد تک نہیں پہنچ سکتا۔ جب تک غم نہ اٹھائے گا غمگسار تک نہیں پہنچ سکتا۔ جب تک تو کنگھی کی طرح خود کو آرے کے نیچے نہ کرے گا ہرگز محبوب کی زلف تک نہیں پہنچ سکتا)

پھر ایک لحظہ کے لیے حضرت سلطان الاولیاء بایزید بسطامیؒ کا ذکر نکلا۔ فرمایا حضرت خواجہ بایزیدؒ کے خادم نے سات بار حضرت عزت سبحانہٗ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا ہر بار

پوچھا کہ الٰہی! تیرا دوست کون ہے جواب ملا "بایزید"۔ پھر فرمایا کہ جب کسی کے خادم کا ایسا مرتبہ ہو تو اس کے پیر کا کیا مرتبہ ہوگا۔ نیز فرمایا کہ اولیاء اللہ میں ان ہی حضرت خواجہ بایزیدؒ کو معراج ہوئی تھی۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی معراج میں فرق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معراج جسمانی تھی یعنی آپ کا جسم اطہر بھی آسمان پر لے جایا گیا اور ان کی معراج روحانی یعنی ان کا جسم یہیں رہا اور صرف روح کو معراج ہوئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اتوار ۱۵ر جمادی الثانی ۷۳۷ھ

آج بندہ اپنے بھائی خواجہ مجد الدین کے ہمراہ قدم بوسی کو حاضر ہوا۔ آپ نے ازراہ بندہ نوازی فرمایا کہ تم چار بھائی ہو۔ تمہارا پانچواں بھائی میں ہوں۔ تم چھوٹے ہو اور میں بڑا۔ تمہاری والدہ میری بہن ہیں۔ جس طرح بھائی اپنی دعاؤں میں اپنے بھائی کو یاد رکھتے ہیں اسی طرح تم بھی میرے لیے دعا کرتے رہنا پھر فرمایا کہ یہ بات جو میں نے کہی کہ تم میرے بھائی ہو یہ فضول نہیں واقعی ایسا ہی ہے جیسا میں نے کہا۔ یہ کہہ کر حضرت خواجہ رونے لگے اور بار بار یہی فرماتے "اسے فضول مت سمجھنا" اس کے بعد میرے بھائی خواجہ مجد الدین کو رخصت کر دیا اور مجھ سے فرمایا کہ میری صحت کے واسطے اکتالیس بار سورۂ یٰسین کا عمل پڑھو اور وہ اس طرح کہ پہلے ایک دوگانہ پڑھو پھر سو بار استغفار اس کے بعد سورۂ یٰسین پڑھنا شروع کرو اور پھر جتنا ممکن ہو سکے روزانہ اتنا پڑھو۔ میں نے شروع کر دیا۔ الموفق ھواللہ (توفیق عطا فرمانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے)۔

اتوار ۲۹ر جمادی الثانی ۷۳۷ھ

قدم بوسی کے وقت مولانا فرید الدین ادام اللہ برکاتہٗ نے عرض کیا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ اگر حکم ہو تو بیان کروں۔ فرمایا بیان کرو انھوں نے کہا میں

نے کاکا شاد بخت کو خواب میں دیکھا کہ کہیں سے آرہے ہیں۔ میں نے پوچھا کاکا
کہاں سے آرہے ہو؟ انھوں نے کہا اللہ کے یہاں سے۔ فرمایا یہ جو میری ہڈی چمڑی
دیکھ رہے ہو یہ کاکا شاد بخت کی غم خواری کی وجہ سے ہے۔ اسی جگہ ترک دنیا کے سلسلے
میں بات نکلی۔ فرمایا دنیا آدمی کے سایہ کے مانند ہے۔ جتنا آدمی سائے کے پیچھے پیچھے
جاتا ہے اتنا سایہ اس کے آگے آگے بھاگتا ہے اور جب سایہ کے آگے آگے چلتا ہے
تو سایہ اس کے پیچھے پیچھے چلتا ہے۔ اسی طرح جو دنیا سے قطع تعلق کر لیتا ہے دنیا اس
کے پیچھے پیچھے بھاگتی ہے اور جو دنیا میں مشغول ہو جاتا ہے دنیا اس کو نہیں مل پاتی۔ بعد
ازاں فرمایا اگر کسی آدمی کے دل میں دنیا کی محبت ہو اور نماز وظیفے بہت پڑھتا ہو تو اس
کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کنویں میں چوہا گر جائے تو اگرچہ سارا پانی ہی کیوں نہ نکال
دیا جائے لیکن جب تک چوہا باہر نہ نکالا جائے گا کنواں پاک نہ ہوگا۔ لہٰذا آدمی کو
چاہیے کہ پہلے دنیا کی محبت سے دل خالی کرے پھر نماز و وظیفے وغیرہ میں مشغول ہو۔
حاضرین میں سے ایک نے سوال کیا کہ مردان خدا کو کیسے پہچانا جائے۔ فرمایا کہ ایک
بار ایک آدمی حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ مردان
خدا کو کیسے پہچانا جائے۔ فرمایا کہ بازار جاؤ اور ایک چور پکڑ لاؤ اس نے کہا میں کیا
جانوں کون چور ہے اور کون نہیں؟ فرمایا جب تم چور کو نہیں پہچان سکتے تو بھلا مردانِ خدا
کو کیا پہچانو گے۔ پھر حضرت شیخ نے فرمایا کہ مردان خدا کو خدا ہی جانتا ہے۔ اس کے
بعد میرے بھائی خواجہ حماد کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا شیخ الاسلام نظام الدین قدس
اللہ سرہٗ فرماتے تھے کہ مولانا برہان الدین ہمارا مجموعہ ہے پھر فرمایا جو کچھ مجھ سے سنتے
ہو اگر یاد رکھو گے تو انشاء اللہ تعالیٰ میرا مجموعہ بن جاؤ گے۔

منگل یکم رجب ۷۳۷ھ

آج جب بندہ خدمت عالی میں حاضر ہوا تو یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ جس مقام
پر کسی صاحب نعمت کی تشریف آوری ہوتی ہے وہ مقام سب کے لیے راحت و آرام

کی جگہ بن جاتا ہے۔اسی جگہ فرمایا کہ ایک بار شیخ الاسلام نظام الدین قدس سرہٗ ایک دوست کے گھر تشریف لائے۔گھر کے صحن کے بیچ میں ایک چبوترہ بنا تھا۔شیخ اس پر بیٹھ گئے اور فرمایا کیا سکون وآرام کی جگہ ہے۔صاحب خانہ نے عرض کیا کہ میں نے کئی بار خواب میں اسی چبوترے پر شیخ الاسلام فرید الدین قدس سرہٗ کو آرام کرتے دیکھا ہے۔شیخ نے فرمایا یہ اسی کی برکت ہے۔پھر وہاں دسترخوان بچھایا گیا۔کھانے کے دوران آپ نے فرمایا درویشوں کے یہاں کھانا کھانے کی تین قسمیں ہیں۔عدل،احسان، ظلم۔عدل یہ ہے کہ سب برابر کھائیں،احسان یہ ہے کہ اپنا حصہ بھی دوسروں میں بانٹ دیں اور ظلم یہ ہے کہ دوسروں کا حصہ بھی خود کھا جائیں۔

اتوار ۲۰/رجب ۷۳۷ھ

آج حاضری کے وقت خواجہ احمد معشوق[1] کی بزرگی کے سلسلے میں گفتگو ہو رہی تھی۔فرمایا کہ حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ وعظ بیان کر رہے تھے۔خواجہ احمد معشوق نے سنا تو ان کی مجلس میں آنے کے لیے تیار ہوئے۔جب اپنی قبا کا بند باندھا تو فرمایا کہ آج میں نے جنید کا وعظ باندھ دیا۔عین اسی وقت حضرت جنیدؒ خاموش ہو گئے۔جب لوگوں نے خاموشی کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ اس وقت ملکوت میں مہر پڑ گئی ہے جُنید بیچارہ کیا کہے۔پھر آپ نے یہ مصرع پڑھا:

مولائے تو ام بندہ قبا بر تن کش

(تو میرا مالک ہے اور میں تیرا غلام تیری خدمت پر کمر بستہ)

ایک بار خواجہ احمد معشوق بادشاہ کے پاس آئے۔جب بادشاہ کو خبر ہوئی کہ

۱۔ خواجہ احمد معشوق کا قصہ مولانا جامی کی کتاب نفحات الانس میں دوسری طرح لکھا ہے۔اور وہ زیادہ صحیح اور قریب بعقل ہے۔کیونکہ حضرت جنیدؒ بغداد میں تھے اور ۳۰۰ھ کے قریب ان کی وفات ہوئی۔اور خواجہ احمد معشوق کا زمانہ ۴۰۰ھ کے قریب کا ہے اور صحیح یہ ہے کہ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر وعظ کہہ رہے تب خواجہ احمد نے ایسا کیا۔مولف)

خواجہ دروازے پر ہیں تو متعجب ہوا کہ خواجہ میرے یہاں کیسے تشریف لائے؟ فوراً دروازے پر پہنچا اور بہت تعظیم کی اور پوچھا کہ آپ کیسے تشریف لائے؟ فرمایا کہ تیرے مالک کی مرضی یہ ہے کہ میں تیرے دربار میں ایک عہدہ قبول کروں تاکہ ضرورت مندوں کی فریادیں تجھ تک پہنچاؤں۔ تو ان کو قبول کرے یا نہ کرے میں اپنی ذمہ داری پوری کردوں تاکہ ان کو تیرے دروازے پر انتظار نہ کرنا پڑے۔ بادشاہ وقت کے ساتھ آپ کی ایسی معاملت تھی۔

ایک بار خواجہ احمد معشوق نے مناجات کی کہ اے اللہ! تیرے دروازے پر میری کیا حیثیت ہے؟ فرمان ہوا کہ تو میرے در کا کتا ہے۔ چنانچہ کئی سال تک وہ کتے کی طرح چاروں ہاتھ پاؤں سے چلتے رہے۔ جس گلی کوچے سے وہ گزرنا چاہتے بحکم خداوندی کوئی جانور ایک ہفتہ پیشتر سے وہاں نجاست نہ کرتا۔ مدت کے بعد پھر انھوں نے مناجات کی کہ اَللّٰھُمَّ اِلٰھِیْ تیرے دروازے کا میں کون ہوں؟ فرمان ہوا کہ تو وہ ہے جس کی شفاعت سے کتنے ہی لوگ بہشت میں جائیں گے۔ عرض کیا کہ الٰہی! میں صرف اس بات پر بس کرنے والا نہیں ہوں پھر فرمان ہوا کہ اچھا سب درویش میرے عاشقوں میں ہیں لیکن تو ہمارا معشوق ہے۔ اسی دن سے آپ کا لقب خواجہ معشوق ہوگیا[1]

اس کے بعد حضرت خواجہ نے فرمایا کہ خواجہ احمد معشوق کو مخلوق خدا کی خیر خواہی اور حاجت برآری کی برکت سے یہ مقام اور مرتبہ حاصل ہوا۔ پھر فرمایا کہ مخلوق خدا کی نفع رسانی کے لیے اگر تم سرائے میں نوکری کرو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ سر مُنڈا کر گوشہ میں بیٹھ جاؤ۔ پھر آپ نے رخصت فرمایا۔

۱- صاحب نفحات الانس لکھتے ہیں کہ ایک دن خواجہ احمد معشوق شدید سردی کے موسم میں ندی میں اُترے اور اللہ تعالیٰ سے مناجات کی کہ میں ترے دروازے کا کون ہوں؟ جب پہلا جواب سنا تو عرض کیا کہ میں اس ٹھنڈے پانی سے تب تک باہر نہ نکلوں گا جب تک تو مجھ کو جواب نہ دے گا۔ ارشاد ہوا کہ تو میرا معشوق ہے۔ مترجم)

منگل ۱۵رشعبان ۷۳۷ھ

آج بوقت حاضری آپ نے فرمایا کہ میں بہت چھوٹا تھا غالباً چھ یا سات سال کا تھا تب کا واقعہ ہے کہ عید یا بقرعید کے دن اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ میں نے ان سے کہا آج عید ہے چلو میں تم سب کی امامت کروں پھر ان کو نماز پڑھائی اور جہاں ہم کھیل رہے تھے وہ زمین حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاءؒ کی خانقاہ کی زمین تھی۔ پھر جب میں حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ سے عرض کیا کہ بچپن میں میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا تھا اور اس کی تعبیر یہ ہوئی کہ دروازۂ پل والی مسجد میں میں نے کافی عرصے تک امامت کی۔ وہ زمین خانقاہ کی تھی اس کی برکت سے میں درویش ہوگیا لیکن اب میں ڈرتا ہوں کہ وہ عید کا دن تھا اور عید کی امامت خطیب سے متعلق ہوتی ہے لہٰذا میں خطیب نہیں بننا چاہتا۔ حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ تم خطیب نہیں بنو گے۔ اسی دوران بات اس سلسلے میں جا پڑی کہ شیخ جلال الدین تبریزی قدس سرہٗ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ کے مرید نہیں تھے لیکن ان سے فیضیاب تھے۔ ایک بار شیخ شہاب الدینؒ نے شیخ جلال الدینؒ کو ایک نعمت عطا فرمائی۔ انھوں نے اپنے پیر کی سمت رُخ کر کے ان کو سلام و شکریہ ادا کیا۔ حاضرین نے تعجب کیا کہ نعمت تو شیخ الشیوخ سے حاصل کی ہے اپنے پیر کی کیا تعظیم کر رہے ہیں۔ جب یہ خبر حضرت شیخ الشیوخ کو پہنچی تو فرمایا اصل طریقہ اور روش تم سب کو ان سے سیکھنا چاہیے۔ اسی جگہ حضرت شیخ جلال الدین تبریزیؒ کے پیر شیخ ابوسعید تبریزیؒ کی بزرگی کے بارے میں گفتگو ہونے لگی۔ فرمایا حضرت شیخ ابوسعید تبریزی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے تارِک تھے کسی سے نذر نہیں لیتے تھے اگر کچھ قرض مل جاتا تو خرچ کرتے ورنہ سب یاروں کے ساتھ دو دو تین تین روز فاقے سے گزار دیتے۔ ایک بار بادشاہ نے ان کی خدمت میں نذرانہ بھیجا۔ انھوں نے قبول نہ فرمایا۔ بادشاہ نے نذرانہ لے جانے والے سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اگر شیخ قبول نہ فرمائیں تو آپ کے خادم کو دے

دینا کہ ایسے خرچ کرے کہ شیخ کو خبر نہ ہو۔ خادم نے نہیں لیا مگر جب بہت اصرار کیا تو لے لیا اور اسی سے رات کا کھانا تیار کیا اور شیخ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ صبح ہوئی تو شیخ نے خادم کو بلوایا اور پوچھا رات کھانا کس طرح تیار کیا تھا کہ مجھے نماز اور وظائف میں کچھ ذوق نہیں حاصل ہوا۔ خادم چھپا نہ سکا اور کہہ دیا کہ بادشاہ نے نذر بھیجی تھی اسی سے تیار کیا تھا۔ شیخ نے پوچھا کہ نذر لانے والے کے قدم کہاں کہاں پہنچے تھے اور وہاں وہاں زمین کھود دی جائے اور خادم کو باقی نذرانہ کے ساتھ خانقاہ سے باہر نکال دیا۔

اتوار ۲۰ / شعبان ۷۳۷ھ

آج بوقت قدم بوسی حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص نے قطب عالم سے ملاقات کا عہد کیا۔ ابھی چند قدم ہی چلا ہوگا کہ ایک چاندی کی تھیلی سامنے آئی اور بولی کہ کہاں جا رہے ہو؟ مجھ کو اٹھا لو اور عیش کرو۔ اس آدمی نے اَن سنی کر دی اور آگے بڑھ گیا تھوڑا آگے جانے کے بعد سونے (اشرفی) کی تھیلی سامنے آئی اور بولی کہاں جاتے ہو مجھے لے لو اور عیش وعشرت سے بسر کرو۔ پھر اس نے دھیان نہ دیا اور آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دور جانے کے بعد چاندی کا پورا پہاڑ سامنے آیا اور بولا کہاں جاتے ہو مجھے لے لو میں تمہاری زندگی بھر کے لیے کافی ہوں۔ لیکن وہ آدمی پھر بھی نہ رکا اور آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد سونے کا پہاڑ ملا اور بولا کہاں پریشان پھر رہے ہو کہاں تم اور کہاں قطب عالم؟ مجھے لے لو میں تمہاری اولاد در اولاد کو قیامت تک کفایت کروں گا لیکن اس دُھن کے پکے نے کسی کی ایک نہ سنی اور وہاں سے بھی آگے بڑھ گیا۔ فوراً قطب عالم سے ملاقات ہوگئی۔ قطب عالم نے فرمایا اگر تم چاندی کے روپوں کی تھیلی اٹھا لیتے تو سونے کی اشرفیوں تک نہ پہنچ پاتے اور اگر سونے کی اشرفیوں پر رُک جاتے تو چاندی کے پہاڑ تک نہ پہنچ پاتے اور اگر چاندی کے پہاڑ پر قناعت کر لیتے تو سونے کے پہاڑ تک نہ پہنچتے اور اگر سونے کے پہاڑ پر رُک جاتے تو مجھ تک رسائی نہ

ہوتی۔ یہاں پہنچ کر حضرت شیخ نے فرمایا کہ درویش اگر کشف وکرامت میں پھنس جائے تو خدا تک رسائی کہاں ہو سکتی ہے۔ سب سے پہلے مجاہدہ وریاضت کرنا چاہیے۔

اسی دوران معلوم ہوا کہ پڑوس کے گھر میں آگ لگ گئی ہے۔ حضرت شیخ نے اسی کی مناسبت سے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک بار ایک درویش کے گھر میں آگ لگ گئی۔ درویش کھڑا ہنس رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ گھر بار کون رکھنا چاہے گا اگر تو ہی نہ رکھنا چاہے۔ اس کے بعد آپ نے سب دوستوں کو رخصت فرمایا۔ رخصتی کے وقت بندے سے پوچھا کہ مولانا نصیر اور مولانا حبیب تیرے ساتھ رہیں گے؟ بندے نے آستان بوسی کی اور عرض کیا کہ جی ہاں۔ پھر زبان مبارک سے یہ مصرع ارشاد فرمایا ع جمعیت دلہاء پریشان بر تست (پریشان دلوں کا اطمینان تیرے سپرد ہے) آج کے دن اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت عطا فرمائی۔

بدھ ۱۵ / رمضان ۷۳۷ھ

آج بوقت قدم بوسی فرمایا کہ ایک بار حضرت شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید ان کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ انھوں نے اس سے پوچھا کہ تیری قوم نماز پڑھتی ہے۔ اس نے عرض کیا کہ نہیں پڑھتی ہے۔ فرمایا آ تجدید بیعت کر کیونکہ تو نے مجھ سے کچھ فیض نہ حاصل کیا اگر ایسا ہوتا تو تیری قوم پر بھی اس کا اثر ضرور ہوتا۔ یہاں پہنچ کر آپ نے فرمایا کہ ایک بار میں حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک رسّی لائی گئی تو انھوں نے فرمایا کہ یہ وہ رسّی ہے جس پر حضرت شیخ جلال الدین تبریزیؒ کے کپڑے دھونے کے بعد پھیلائے جاتے تھے اولاً حضرت شیخ نے اس کی زیارت کی پھر مجھے بھی تمنا ہوئی تو حضرت نے خود ہی فرمایا کہ مولانا برہان الدین کو زیارت کراؤ میں نے ہاتھ میں لی اور اپنے پورے بدن پر بطور تبرک ملی۔ یہاں حضرت شیخ جلال الدین تبریزیؒ کی طہارت ونظافت کے بارے

میں گفتگو ہونے لگی فرمایا کہ حضرت دن میں پانچ وقت غسل کرتے اور ہر بار کپڑے
تبدیل کرتے پھر نماز ادا فرماتے۔ فرمایا کہ جانتے ہو یہ کس وجہ سے تھا اور یہ مصرع
پڑھا۔ع پاک است خدائے پاک رادارد دوست (اللہ تعالیٰ خود پاک ہے اور پاکی کو
دوست رکھتا ہے) پھر دستر خوان بچھایا گیا تو یہ حکایت بیان فرمائی۔ ایک بار بہت
عرصے پہلے حضرت شیخ الاسلام فرید الدین گنج شکرؒ ایک درویش کی خدمت میں حاضر
ہوئے۔ انھوں نے آپ کو ایک روٹی دی آپ روزہ تھے چنانچہ آپ نے روٹی اٹھا کر
رکھ لی لیکن جب افطار کا وقت ہوا تو وہ روٹی سامنے رکھی اور زار زار روتے جاتے اور
فرماتے کہ افسوس میں نے یہ روٹی ان کی نظر کے سامنے کیوں نہیں کھائی۔ پھر فرمایا کہ
ایک بار ایک مسافر حضرت شیخ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میں آپ کے پاس دو
چیزیں مانگنے آیا ہوں ایک دنیا اور دوسری دین۔ شیخ نے فرمایا بیٹھو کچھ کھالو اس نے کہا
نہیں میں صرف اِنہی دو چیزوں کی خاطر آیا ہوں۔ شیخ نے فرمایا ہوسکتا ہے یہ ایک تجھے
اُن دونوں تک پہنچا دے۔ پھر فرمایا کہ ایک بار ایک مسافر میرے پاس آیا اور اس نے
بیان کرنا شروع کیا کہ میں نے فلاں درویش کو دیکھا وہ ایسے تھے اور فلاں درویش کی
زیارت کی وہ ایسے تھے میں نے اس سے کہا کہ ان میں سے کسی نے تجھ پر بھی نظر ڈالی۔
پھر اسی کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک بار شیخ موسیٰ دیوگیریؒ حضرت
شیخ الاسلام نظام الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اقبال نے پوچھا شیخ کو دیکھنا
چاہتے ہو؟ شیخ موسی نے کہا میں کیا دیکھوں ہاں اگر شیخ کی نظر مجھ پر ہوجائے تو کوئی
بات بھی ہے۔ اقبال نے حضرت شیخ سے جا کر یہی عرض کردیا۔ فرمایا جاؤ اسے فوراً بلا
لاؤ جب شیخ موسیٰ حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے پوچھا کس کام سے آئے ہو۔
انھوں نے ایک ایک کر کے اپنی حاجتیں بیان کردیں اور آپ انگلیوں پر شمار کرتے
رہے پانچ یا چھ حاجتیں عرض کیں۔ فرمایا انشاءاللہ بخیر و خوبی پوری ہوجائیں گی۔

سنیچر ۲۳ رشوال ۷۳۷ھ

آج ارشاد فرمایا کہ ایک آدمی ایک درویش کا مرید ہوا اور اس کے بعد شراب نوشی میں لگ گیا۔ درویش نے اس کو بلایا اور پوچھا شراب کس میں پیتے ہو؟ اس نے کہا پیمانے میں۔ کہا صراحی سے پی لیا کرو۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہ آپ اپنے مرید کو شراب خوری کی ترغیب دے رہے ہیں۔ درویش نے کہا یہ بات نہیں بلکہ جب تک ایک پیمانہ شراب بھی اس کے پاس باقی رہے گی تائب نہ ہو سکے گا اور جب اپنا حصہ پورا کر لے گا تب انجام کار توبہ نصیب ہوگی۔ اسی کے مناسب ارشاد فرمایا۔ ایک درویش کا مرید برے کاموں میں مشغول ہوا لوگوں نے درویش کو خبر کی مگر اس نے کچھ نہ کہا۔ جب لوگوں نے بہت اصرار کیا کہ اس کو اپنے حلقہ ارادت سے خارج کر دیجیے تو درویش نے کہا جس دن وہ مجھ سے بیعت ہوا تھا میں نے اس کی پیشانی پر سعادت مندی کا ایک نشان دیکھا تھا جو اب تک نہیں مٹا ہے تو میں اس کو کیسے مردود کر دوں۔ اس کے بعد حضرت شیخ نے فرمایا کہ اگر کسی کے پانچ بیٹے ہوں اور سب اچھے ہوں تو دنیا ہی اچھی ہو جائے گی بلکہ حکمتِ الٰہی یہی ہے کہ کوئی اچھا ہو اور کوئی بُرا۔ پھر فرمایا کہ امیر خورد جب بادشاہ کے مقرب ہوئے تو کھانے پینے میں مشغول ہو گئے۔ یہاں تک کہ ایک بار شیخ الاسلام نظام الدین نے خواجہ مبشر خادم خاص کو کسی کام سے ان کے پاس جانے کو کہا۔ انھوں نے کہا میں نہیں جاؤں گا شیخ نے فرمایا کیوں نہیں جاؤ گے وہ اچھا آدمی ہے۔ جب وہاں پہنچو گے تو پہلے کوئی جواب نہیں دے گا پھر اندر طلب کرے گا اور وہاں پلنگ پر مست پڑا ہوگا۔ خواجہ مبشر نے عرض کیا کہ ایسے آدمی کے پاس کیا جاؤں۔ شیخ نے فرمایا نہیں وہ نیک بن جائے گا۔ پھر حضرت مخدوم نے فرمایا کہ جب قسمت کا لکھا پورا ہوا تو وہ ایسے ہی بن گئے۔ ایک دن انھوں نے حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا نام بدل دیں یہ مجھے پسند نہیں۔ آپ نے فرمایا اگر تجھ کو یہاں خُورد کہتے ہیں تو آسمان میں خواجہ محمد خورد کہیں

گے۔ یہاں فرمایا کہ امیر حسن نے ایک لطیفہ کہا ہے وہ یہ کہ جب بکری پانی پیتی ہے تو
اپنا پیر بھیگنے نہیں دیتی مگر جب مرجاتی ہے تو سر سے پیر تک کھال کھینچ کر پانی میں ڈال
دیتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ میں نے اس کے مناسب ایک لطیفہ کہا ہے وہ یہ کہ جب تک
آدمی زندہ رہتا ہے اپنے کپڑوں پر دھول مٹی تک نہیں لگنے دیتا لیکن جب مرجاتا ہے تو
پورا مٹی میں ہی دبا دیا جاتا ہے۔

جمعرات ۲۳ رشوال ۷۳۷ھ

آج قدم بوسی کے وقت ایک عزیز عرض کر رہا تھا کہ غلہ کی گرانی کی وجہ سے
مخلوق میں حسرت و مایوسی پیدا ہوگئی ہے۔ آپ نے اس پر یہ حکایت بیان فرمائی۔
ایک بار کسی ملک میں قحط پڑا۔ وہاں کا بادشاہ نہایت گراں قیمت پر غلّہ خریدتا اور بہت
سستا فروخت کر دیتا اس طرح کہ رعایا کو معلوم ہی نہیں ہو سکا کہ قحط پڑا ہے یہاں تک
کہ بادشاہ کا پورا خزانہ اسی میں خرچ ہوگیا۔ جب خزانچی نے بادشاہ سے آ کر عرض کیا
کہ خزانہ خالی ہوگیا تو بادشاہ نے کہا اگر خزانہ مال و دولت سے خالی ہوگیا تو کیا ہوا
ثواب سے تو بھر گیا۔ پھر آپ نے زبان مبارک سے ارشاد فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ مخلوق کو
آرام واطمینان ہوگا۔ اس جگہ دنیا کی مذمت میں بات جا نکلی فرمایا۔

این جہاں بر مثال مرداریست   کرگسان گرد وے ہزار ہزار
ایں مر آنرا ہمیں زند مخلب   آن مر آنرا ہمیں زند منقار
حاصل الامر جملہ بگذرند   و از ہمہ باز ماند ایں مردار

(یہ دنیا اس مردار کی طرح ہے جس کے اردگرد لاکھوں گِدھ اکٹھا ہیں یہ اس کو پنجہ مارتا
ہے اور وہ اس کو چونچ مارتا ہے۔ آخر کار سب کے سب مرجائیں گے اور یہ مردار ویسے
ہی باقی رہ جائے گا)
اس کے بعد میرے بھائی خواجہ حماد سے مخاطب ہو کر یہ اشعار بھی ارشاد فرمائے:

اے چو شیطان در عبادت نامدار　　می گزار و می گزار و می گزار
ده درم را پانزده وا ے ستان　　می شمار و می شمار و می شمار
وانگہے پروا ز نان ناخلف　　می گزار و می گزار و می گزار

(اے شیطان کے مثل عبادت میں مشہور اس طریقہ کو چھوڑ دے ، چھوڑ دے چھوڑ دے، دس درم کے بدلہ پندرہ درم قرض لے اور انھیں شمار کرتا رہ۔ اس کے بعد نیچ لوگوں کی روٹی کی پرواہ چھوڑ دے، چھوڑ دے، چھوڑ دے)

اتوار ۱۰/ ذی قعدہ ۷۳۷ھ

آج ارشاد فرمایا کہ ایک بار حضرت شیخ الاسلام نظام الدینؒ کی خدمت میں ابوبکر والی اپنے ایک دوست کے ساتھ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ کی نظر عنایت کے ساتھ ہم ایک کشتی چاہتے ہیں۔ شیخ نے فرمایا بہتر ہے۔ پھر انھوں نے کچھ کپڑا انذر کرنا چاہا لیکن آپ نے فرمایا اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تم ایسے ہی کشتی لے لو جب وہ بہت مُصر ہوئے تو فرمایا بس اپنے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنا یہی کافی ہے۔ پھر فرمایا کہ اس کشتی میں کوئی ملاح بھی ہے یا نہیں؟ اسی کی مناسبت سے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک بار ایک درویش روزہ سے تھا۔ جب افطار کا وقت ہوا تو اس کے نفس نے کہا دن بھر تو روزہ رکھا اب ایک کوزہ پانی پلا دیجئے۔ درویش نے کہا اگر حضور قلب کے ساتھ دو رکعت نماز نفل پڑھو تو پانی پلاؤں گا۔ ایک دوگانہ پڑھنے کے بعد درویش نے کہا نہیں ابھی حضور قلب کے ساتھ نہیں پڑھا پھر پڑھو۔ اسی طرح دو دو رکعت کر کے پوری رات پڑھتا رہا اور کہتا رہا کہ ابھی پانی نہیں دوں گا ابھی حضور قلب کے ساتھ نہیں پڑھی یہاں تک کہ صبح ہوگئی تو پھر روزہ کی نیت کر لی۔ اس جگہ ادب کے بارے میں بات نکلی تو فرمایا ایک بار حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریاؒ شیخ الشیوخ شہاب الدین قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر تھے اور ایسے بیٹھے تھے کہ پشت قبلہ کی طرف اور منہ حضرت شیخ

الشیوخ کی سمت تھا۔ اسی درمیان ایک مجذوب آیا اور کہا اے قبلہ کی طرف پیٹھ کرنے والے! حضرت شیخ بہاء الدین خاموش اور مودب بیٹھے رہے۔ حضرت شیخ الشیوخ نے ارشاد فرمایا کہ مرید کا قبلہ پیر ہے۔ وہ اپنے قبلہ کی سمت رُخ کیے بیٹھا ہے۔ یہاں بات معاہدہ کے سلسلے میں ہونے لگی۔ فرمایا کہ شیر اور سانپ نے خواجگان چشت سے عہد کیا ہے کہ آپ کے مریدین کو کبھی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ ایک بار حضرت شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہٗ مسجد میں تشریف لائے۔ راستہ میں سانپ سو رہا تھا اچانک آپ کا پیر اس پر پڑ گیا اس نے کاٹ لیا۔ کچھ دیر کے بعد حضرت شیخ مسجد میں دوبارہ تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ اس سانپ کا کیا ہوا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ مر گیا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ جو بدعہدی کرے گا اس کا یہی حشر ہوگا۔ اسی جگہ فرمایا کہ اگر کوئی صاحب دل کسی کو بادل ناخواستہ کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو ایک نہ ایک دن وہ نعمت واپس لے لیتا ہے اسی مناسبت سے ارشاد فرمایا کہ ایک بار ایک پیر اور مرید سفر کرتے ہوئے دریا کے کنارے پہنچے۔ مرید نے پیر کو کندھے پر بٹھال لیا اور دریا پار کرانے لگا جب بیچ دھارے میں پہنچے تو مرید نے کہا کہ مجھے کوئی نعمت دیجیے ورنہ آپ کو یہیں ڈبو دوں گا۔ پیر نے کہا یہ نعمت مانگنے کا کون سا وقت ہے۔ اس نے کہا اگر نہیں دیتے تو میں ڈبو دے رہا ہوں۔ آخر کار مجبوراً پیر نے نعمت دے دی۔ اس کے بعد حضرت مخدوم نے فرمایا کہ چوں کہ انھوں نے اپنی خوشی سے نہیں دی تھی لہٰذا کچھ عرصہ بعد وہ نعمت اس مرید سے چھین لی گئی۔ جو اپنی خوشی سے نعمت دیتا ہے اس کی بات ہی کچھ اور۔

اسی جگہ مریدین کے عقیدے کے بارے میں فرمایا کہ ایک بار شیخ الاسلام قطب الدینؒ طہارت خانے میں تشریف لے گئے اور وہاں سے ہاتھ باہر نکال کر استنجا کے لیے ڈھیلے طلب کیے۔ شیخ الاسلام فرید الدینؒ نے اپنی دستار کا ایک ٹکڑا پھاڑ کر پیش کیا۔ پھر دوبارہ آپ نے طلب کیا پھر حضرت شیخ فرید الدین نے دوسرا ٹکڑا پیش کر دیا۔

تیسری بار آپ نے پھر ڈھیلے طلب کیے۔ حضرت شیخ نے تیسرا ٹکرا بھی پیش کر دیا ایسا کہ آپ کی پوری دستار استنجا میں استعمال ہوگئی۔ جب حضرت شیخ الاسلام طہارت خانے سے باہر تشریف لائے تو حضرت شیخ فرید کی طرف دیکھا اور دریافت فرمایا کہ استنجا کے لیے کپڑا کہاں سے لائے۔ عرض کیا کہ اپنی پگڑی سے۔ شیخ الاسلام قطب الدین نے زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ انشاء اللہ سروری اور سرداری عطا ہوگی۔ چنانچہ بعد میں ویسا ہی ہوا جیسا آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔ الحمد للہ
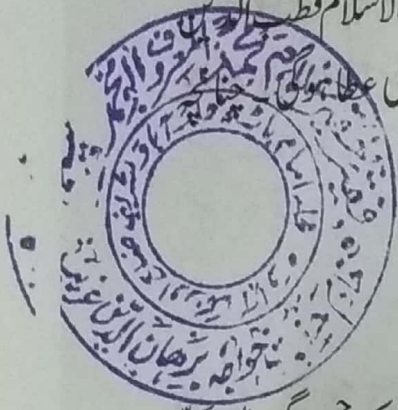
سنیچر یکم ذی الحجہ ۷۳۷ھ

بوقت حاضری محبت کے سلسلے میں گفتگو ہو رہی تھی فرمایا کہ جس گھر میں کتا داخل ہو جائے یا دیوار پر تصویر لگی ہو وہاں فرشتہ کا گذر نہیں ہوتا (حدیث شریف ہے)۔ پھر فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کتا تیرا نفس ہے اور ماسوی اللہ کی محبت دیوار پر لگی تصویر ہے۔ ظاہر ہے جس دل میں ایسی چیز ہو اس میں محبت الٰہی کیسے داخل ہو سکتی ہے۔ یہاں پہنچ کر فرمایا کہ حضرت خواجہ بایزید قدس اللہ سرہٗ فرماتے تھے کہ کیا ہی اچھا ہو اگر کل بروز قیامت مجھ کو جلا کے خاک کریں اور تمام مخلوق کو دیں کہ اپنی آنکھوں میں بہ طور سرمہ لگائیں تا کہ جب تجلی ہو تو تمام مخلوق کی آنکھوں سے میں ہی حضرت عزت کا دیدار کروں پھر فرمایا کہ اگر مرید پیر کے نقش قدم پر چلے اور اسی کے کہنے پر عمل کرے تو کبھی نقصان ہوگا۔ اسی سلسلے میں فرمایا۔ ایک آدمی ایک درویش کا مرید ہوا۔ مریدی کے بعد درویش نے اس کو کوئی نماز یا وظیفہ نہیں تعلیم کیا صرف یہ نصیحت کی کہ ہاتھی کا گوشت نہ کھانا۔ مرید کو بہت حیرت ہوئی کہ شیخ یہ کیا فرماتے ہیں۔ کچھ مدت کے بعد مرید کو سفر کا اتفاق ہوا۔ راستہ میں قافلہ نے ایسی جگہ پڑاؤ ڈالا جہاں کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں تھی۔ اچانک ایک ہاتھی کا بچہ نظر آیا۔ انھوں نے اس کو پکڑ کر ذبح کیا اور سب کھانے پینے میں مشغول ہو گئے۔ لیکن اس مرید کو پیر کی نصیحت یاد آ گئی اور اس نے گوشت نہ کھایا۔ جب رات ہوئی تو اس بچہ کی ماں اس کو ڈھونڈتی ہوئی قافلے میں

آ پہنچی۔ سب سو رہے تھے اس نے سب کے منہ سونگھے اور پھر اپنا پیر رکھ کر چل دیا جب اس آدمی کا منہ سونگھا اور اپنے بچہ کے گوشت کی بو نہ پائی تو اس کو چھوڑ دیا اور باقی لوگوں کو مار کر چلی گئی اور اس آدمی نے اپنے پیر کی بات کا ادب کرنے کی برکت سے سلامتی پائی۔ یہاں پر مولانا شمس الدین فضل اللہ نے عرض کیا کہ مجھ کو ایک شخص نے اپنے بچوں کی تعلیم پر مقرر کیا مگر وہ ایسی چیزوں کی تلقین کرتا ہے جن کی وجوہات میرے نزدیک مشتبہ ہیں۔ کیا اس کی اُجرت میرے لیے جائز ہے۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں مگر تم لے لو پھر اس کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرید اپنے پیر کے پاس آیا اور عرض کیا خواجہ! میرا نفس مجھے بہکا رہا ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں نکاح کرلوں۔ پیر نے کہا جا فلاں طوائف کے پاس چلا جا مرید نے اپنے دل میں کہا شاید میرے پیر نے بطور مزاح یا بطور امتحان ایسا کہا ہے اور لوٹ گیا۔ پھر تھوڑے عرصے کے بعد آیا اور وہی عرض کیا کہ خواجہ میرا نفس بہت بہکا رہا ہے میں نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ پیر نے کہا میں نے تم کو فلاں عورت کے پاس بھیجا تھا تم گئے نہیں۔ مرید بداعتقاد ہو گیا اس نے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں اور لوٹ گیا۔ پھر تھوڑے دن کے بعد تیسری بار آیا اور یہی عرض کیا۔ پیر نے کہا میں دو بار تم کو بتا چکا ہوں اب کیا بار بار پوچھنے آتے ہو۔ مرید نے کہا۔ پیر دیوانہ ہو گیا ہے اور پھر اپنی سمجھ کے مطابق ایک جگہ پیغام بھیجا اور نکاح کر لیا۔ اس عورت سے سات لڑکیاں پیدا ہوئیں اور ساتوں طوائف بن گئیں[1]۔ اسی لیے فرمایا ہے کہ پیر مرید کا انجام بخوبی جانتا ہے مرید کو اس کے حکم میں

۱- اس واقعہ کے بیان کرنے سے آپ کی غرض صرف اتنی ہے کہ مرید کو پیر کی مرضی کے خلاف اپنی ذاتی رائے سے عمل نہیں کرنا چاہیے کیونکہ پیر کو مرید کے احوال کی اطلاع حضرت حق کی جانب سے کردی جاتی ہے۔ راقم احقر کے جدامجد لسان الحق حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر علوی تراب کاکوروی فرماتے ہیں۔

حاضر و ناظر مرید اس طرح جانے پیر کو
جس طرح احوال بندہ سے خدا آگاہ ہو

اس سے ہرگز یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ پیر مرید کو حرام کام کرنے کا حکم دیتا ہے۔ نعوذ باللہ من ھٰذہ العقیدۃ بلکہ ایسا خیال دل میں لانے سے توبہ کرنا چاہیے کیونکہ اس سے مشائخ کرام اور اولیاء اللہ کی اہانت ہوتی ہے۔ مترجم)

اپنی رائے اور تصرف کو دخل نہیں دینا چاہیے۔ بلکہ اپنا عقیدہ مضبوط رکھنا چاہیے اور چون چرا نہیں کرنا چاہیے۔ پھر عقل کا ذکر نکلا فرمایا اگر کوئی دس آدمیوں کے برابر استعداد رکھتا ہے تو اس کو دس آدمیوں کی عقل عطا کی جاتی ہے۔ اسی طرح وزیر کو وزارت کے مطابق اور بادشاہ کو بادشاہی کے لحاظ سے عقل دی جاتی ہے۔ اسی سلسلے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک بار سلطان محمود غزنوی شاہی لشکر کے ساتھ جا رہا تھا ۔ حسن میمندی بھی ساتھ تھا۔ راستے میں پہاڑ کے دامن میں ایک دیوانہ ملا۔ اس نے اشارے سے سلطان محمود سے پوچھا کہ یہ کیسا شور و غل ہے۔ سلطان محمود نے دو انگلیوں سے اشارہ کیا۔ جواب میں دیوانے نے چار انگلیاں دکھائیں۔ حسن میمندی اپنی فہم و فراست کے باوجود کچھ نہ سمجھ سکا۔ سلطان محمود سے پوچھا کہ آپ نے کیا اشارہ کیا اور اس نے جواب میں یہ کیا اشارہ کیا۔ سلطان نے کہا اس نے اشارے سے پوچھا کہ یہ شور و غل کیسا ہے میں نے اشارہ کیا کہ یہ سب دو روٹیوں کے لیے ہے پھر اس نے اشارہ سے کہا مجھ کو تو بیٹھے بٹھائے چار روٹیاں عطا فرماتا ہے اور میں راضی برضا رہتا ہوں۔ پھر حضرت مخدوم نے فرمایا کہ سلطان محمود کی عقل بادشاہ والی تھی اور حسن میمندی کی وزیر والی اور سلطان کی عقل اس کی عقل پر غالب آ گئی۔

منگل ۱۱؍ذی الحجہ ۷۳۷ھ

آج کے دن بندہ کچھ اشعار عید کی مبارک باد کے طور پر کہہ کر لے گیا تھا۔ حضرت مخدوم کی خدمت میں پیش کیے۔ آپ نے دست مبارک میں لے کر ملاحظہ فرمائے پھر بندہ کو عطا فرمائے کہ با آواز بلند پڑھو۔ اشعار

عید است و خلق در حرمِ کعبہ زد قدم ماسر نہادہ بر درِ آں کعبۂ کرم

(آج جب کہ عید قرباں کا دن ہے اور حاجی حرم کعبہ میں داخل ہو رہے ہیں ہم نے اس کعبۂ کرم کے دروازے پر اپنا سر رکھ دیا ہے)

بُرہان شرح حُجّتِ اسلام قطب عہد   کز یمن مقدم او شود کعبہ محترم

(شریعت کی برہان، اسلام کی دلیل اور اپنے زمانہ کے قطب۔ ان کی تشریف آوری سے کعبہ خود محترم بن جائے)

حاجت ز کعبہ خواست جہانے و بردرش   آید ز بہر حاجت چوں کعبہ دمبدم

(سارا جہان اپنی حاجتیں کعبہ سے مانگنے جاتا ہے اور کعبہ خود گھڑی گھڑی اس کے در پر حاجت مند بن کر آتا ہے)

مادر حریمِ عاطفتِ خواجہ ایمنم   حاجی تو طوف میکنی در کعبہ وحَرم

(حاجی تم کعبہ اور حرم کا طواف کرتے ہو اور ہم اپنے خواجہ کے آستانے کے سائے میں محفوظ ہیں)

آنکس کہ ہست در کنف بندگان تو   از حادثات ہر دو جہانش چہ بیم وغم

(جو بھی آپ کے غلاموں کے زُمرے میں ہے اس کو دونوں جہان کے آفات سے بھلا کیا خوف اور غم ہو)

اے در ولایت ہمہ تقویٰ ومعرفت   بر قدسیان علوی افراختی علَم

(وہ ذات جس نے قدسیان علوی پر اپنے تقویٰ اور معرفت کی سلطنت کا جھنڈا اگاڑ دیا ہے)

سلطان ملک کشف وکرامت توئی کہ ہست   ارواح پاک اصل طریقت ترا حَشَم

(تو ہی کشف وکرامت کے ملک کا بادشاہ ہے اور اصل طریقت کی ارواح تیرا لشکر ہیں)

تو آفتاب واہل کرامت چو انجم است   ورنیست ار چہ شد بوجودے تو کالعدم

(تو آفتاب ہے اور باقی اہل کرامت ستارے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو تیرے وجود کے سامنے سب معدوم نہ ہو جاتے)

حلقہ بگوش بردرت افتادہ چوں غلام　　عباد بہر بندگیت در صف خَدَم

(بڑے بڑے عابد و زاہد غلاموں کی طرح تیرے در پر خادموں کی صف میں کھڑے ہیں)

از بسکہ مخلصان ترا غیر تان را　　ہر لحظہ میخورند بخاک درت قَسَم

(تیرے کتنے ہی مخلص مرید ایسے ہیں جو روٹی کے بجائے تیرے در کی قسم کھاتے ہیں)

ہر کمترین مرید تو از روشنی دل　　اسرار لوح جملہ بروں داد چوں قَلَم

(تیرے کمترین مریدین بھی ایسے ہیں جو اپنے دل کے نور سے قلم کی طرح لوح محفوظ کے اسرار ظاہر کردیں)

آں دم کہ نعمتے بہ مریدے کنی رواں　　بحر محیط نزد عطایت بود چونم

(جس گھڑی تو کسی مرید کو کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو تیری عطا کے مقابلہ میں بحر محیط شبنم کے قطروں کی طرح ہوتا ہے)

ہر روز مطبخ تو کہ ایں قُرص گرم خود　　بخشد ز لطف بہر نہارے بہ صبحدم

(جب روزانہ صبح تیرے مطبخ سے ناشتہ کے لیے گرم روٹی عطا کی جاتی ہے)

چوں ناں کشند پیش مریدان تو خضرؑ　　آبِ حیات آردو گوید کہ در دہم

(تو خضرؑ پانی کے بجائے مریدین کے لیے آبِ حیات پیش کرتے ہیں)

اے خاطر تو مخزن اسرار ایزدی　　وے ذاتت از عنایت حق گشتہ محتشم

(اے وہ ذات جو اسرار الٰہی کا خزانہ ہے اور عنایت حق سے محتشم ہوگئی ہے)

ہم سینہ ات زنور تجلی منور است　　ہم دردلت ز سر الٰہی شدہ قلم

(تیرا سینہ نور تجلی سے روشن ہے اور دل سر الٰہی سے آگاہ ہے)

باہفت گنبذ تو عروسان ہشت باغ　　خود راز بہر خاک درت کردہ ملتزم

(جنت کی حوروں نے خود کو تیرے در کا خدمت گار بنا رکھا ہے)

بپذیری از عنایت خود بندۂ اگر در مدحت تو گفتہ شد از سہو بیش و کم

(تیری تعریف ادا کرنے میں جو کمی بیشی ہو اس کو اپنے بندے کے حق میں اپنی عنایت سے قبول کر لے)

برخط بندگیِ تو سر چوں قلم نہاد رُکنِ دبیر تا برہِ حق نہد قدم

(رُکنِ دبیر تیری غلامی کے خط پر اپنا سر قلم کی طرح رکھے ہوئے ہے تا کہ راہ حق تک رسائی ہو)

تا ہست لوح و کرسی و عرش و قلم بجائے می باش از عنایت حق دِر جہاں تو ہم

(میری دعا ہے کہ جب تک لوح و کرسی اور عرش و قلم موجود رہیں تب تک حق تعالیٰ کی عنایت سے تیری ذات بھی دنیا میں باقی رہے)

آخری شعر سننے کے بعد حضرت مخدوم نے فرطِ شفقت و عنایت سے اپنی کلاہ مبارکہ عطا فرمائی۔ الحمدللہ رب العالمین

دوشنبہ یکم محرم ۷۳۸ھ

آج بوقت حاضری ارشاد فرمایا کہ ایک بار ایک دانشمند کنویں میں گر گیا اور کنواں خشک تھا کسی کو خبر نہ ہوئی۔ اتفاقاً ایک راہگیر کی نظر پڑی اس نے کہا مولانا اپنا ہاتھ دو میں باہر نکال دوں۔ دانشمند خاموش رہا۔ راہگیر نے دوبارہ کہا۔ یہ پھر بھی خاموش رہا۔ اس نے پھر اپنے دل میں کچھ سوچا اور کہا مولانا میرا ہاتھ پکڑلو فوراً وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکل آیا۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ پہلے تم نے ہاتھ کیوں نہیں دیا۔ اس نے کہا جب ہم سے کوئی کچھ مانگتا ہے تو ہمارے لیے بہت مشکل ہو جاتی ہے۔ پھر فرمایا کہ دانشمندوں اور درویشوں کے درمیان یہی فرق ہے کہ دانشمند دولت کے طلب گار ہوتے ہیں اور درویش دولت سے دوُر بھاگتے ہیں۔ یہاں پہنچ کر دعا کا ذکر نکلا

فرمایا مردے کے کفن میں جو دعا لکھی جاتی ہے اس کے بجائے یہ شعر لکھ دینا کافی ہے۔

نپندارم کہ سعدی را بیازاری و بگذاری

کہ او جُز سایۂ لطفت ندارد ہیچ جاجائے

(میں ایسا نہیں سمجھتا کہ تم سعدی کو چھوڑ دو گے اور اس کو تکلیف دو گے کیونکہ تمہارے لطف وکرم کے سائے کے علاوہ اس کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے)

اسی جگہ یہ بات ارشاد فرمائی کہ مردانِ خدا کسی بھی حال میں جھوٹ نہیں بولتے ۔ ایک بار ایک آدمی ایک درویش کی ملاقات کے لیے آیا۔ درویش ملنا نہیں چاہتا تھا۔ سوچ میں پڑ گیا کہ اگر یہ کہلواتا ہوں کہ گھر میں نہیں ہیں تو جھوٹ ہوگا اور ممکن ہے اس کو معلوم بھی ہو جائے ۔ درویش نے ایک ترکیب سوچی گھر میں گھوڑا کھڑا تھا اس پر سوار ہو گیا اور خادم سے کہا کہہ دو کہ شیخ سوار ہو گئے ہیں اور اس طرح بغیر جھوٹ بولے اس آدمی کو رخصت کر دیا۔ اسی جگہ ارشاد فرمایا کہ آدمی کے حلق پر دو فرشتے مقرر ہیں۔ جب جھوٹ بولتا ہے اور اس کے منہ کی بدبو فرشتوں کو لگتی ہے تو وہ اس کے پاس سے دور چلے جاتے ہیں۔ اس کے بعد بندے نے عرض کیا کہ میں نے شمائل اتقیا کے نام سے ایک کتاب تحریر کی ہے اور اس کا دیباچہ حضرت مخدوم کے نام مبارک سے منسوب کیا ہے اس میں دو حصے ہیں۔ پہلے میں ان خصائل پسندیدہ کا ذکر ہے جن کو اولیاء کرام نے اختیار کیا ہے اُن کی اقتداء سب کو کرنا چاہیے۔ دوسرے حصے میں ان افعال کا ذکر ہے جن سے انھوں نے اجتناب کیا ہے۔ اور ان دونوں حصوں کو قرآن و احادیث اور مشائخ کے اقوال سے ثابت کیا ہے ۔ اگر حکم فرمائیں تو کسی مناسب وقت ملاحظے کے لیے پیش کروں۔ فرمایا بہت اچھا ہے اگر ابھی کچھ موجود ہو تو پڑھو۔ بندہ کتاب کا دیباچہ ساتھ لے گیا تھا۔ پورا پڑھ کر سنایا۔ حضرت نے بہت ذوق و شوق سے سنا اور جابجا مضامین کتاب کے سلسلے میں بحث بھی فرمائی اور عربی اور فارسی

اشعار سے لطف اٹھایا۔ اور اپنے کرم سے شرف قبولیت عطا فرمایا۔ پھر فرمایا کہ کتاب کی عبارت بہت بلند اور عمدہ ہے مجھے بہت پسند آئی۔ میرا دل یہ چاہتا ہے کہ پوری کتاب سنوں مگر نہیں معلوم کہ آگے کیا ہونے والا ہے۔ کاکا شاد بخت نے عرض کیا آج کل اِن کو فرصت ہے روزانہ آئیں اور ایک ایک جزو سنایا کریں۔ بندے نے قبول کیا کہ روزانہ تھوڑا تھوڑا حضرت مخدوم کی خدمت میں پیش کروں گا۔ پھر آپ نے مولانا زین الدین شیرازی سلمہ اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ رُکن دبیر نے کیسی اچھی کتاب لکھی ہے مجھ کو بہت پسند آئی اور جیسا کہ حضرت کی حسن خلق تھی بہت تعریف فرمائی۔ پھر اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ اپنی قبولیت تیرے اور تیری کتاب کے ہمراہ رکھے گا۔

جمعہ ۴ر صفر ۷۳۸ھ

آج بندہ اور مَلِک حسام الدین پہلوانِ جہاں اس سرورِ عالمیان کی قدم بوسی سے مشرف ہوئے۔ آپ نے پوچھا کہاں سے آرہے ہو ملک حسام الدین نے عرض کیا کہ نماز جمعہ ادا کر کے یہاں آئے ہیں۔ فرمایا میں نے سنا ہے کہ جو شخص جمعہ کی نماز کے بعد عصر کی نماز سے پہلے مسجد سے باہر آجائے (یعنی عصر تک نہ رکا رہے) اس کو اپنا ماتم کر لینا چاہیے۔ اس میں حکمت یہ ہے جمعہ اور عصر کے درمیان ایک ایسا وقت ہے جس میں اللہ تعالیٰ سے جو بھی مانگا جائے وہ مل جاتا ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ وقت عصر کی نماز کے بعد ثابت ہے۔ پھر فرمایا کہ دہلی میں ایک شخص تھا جو بیشتر اوقات مسجد میں رہتا، اسی وجہ سے لوگ اس کو نماز گاہی کہتے تھے اس کی یہ عادت تھی کہ اگر کسی سے ملتا اور یہ سمجھتا کہ یہ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا کا مرید ہے تو اس سے کہتا میں بھی شیخ بہاء الدین کا مرید ہوں اور اگر حضرت شیخ فرید الدین کے کسی مرید سے ملتا تو یہ ظاہر

کرتا کہ حضرت شیخ فرید کا مرید ہے۔ حالانکہ ایسے آدمی کو کسی شیخ سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔

بندۂ خاص مَلِک باش کہ با داغ ملک
روز ہا ایمنی از شحنہ و شبہاز عَسَس

(خاص بادشاہ کا غلام بن جاتا کہ اس غلامی کے داغ کے ذریعے دن میں کوتوال اور رات میں ڈاکوؤں کے خطرے سے محفوظ ہو جائے)

پھر فرمایا جب میں دہلی میں تھا تو حضرت شیخ جمال الدین خطیب ہانسویؒ کا ایک رشتہ دار میرے پاس روزانہ آتا کہ مجھ کو اپنے شیخ کی خدمت میں لے چلو حالانکہ وہ پہلے سے ہی کسی کا مرید تھا۔ جب اس نے بہت اصرار کیا تو ایک دن میں نے حضرت شیخ کی خدمت میں عرض کیا کہ وہ حضرت مخدوم کے غلاموں میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا واقعی وہ کہیں سے بیعت نہیں ہے؟ میں نے عرض کیا کہ وہ ہر بزرگ سے عقیدت رکھتا ہے فرمایا اس کو وہیں روک دو یہاں مت لانا۔ میں نے عرض کیا کہ کیسے روکوں وہ دل شکستہ ہو جائے گا۔ فرمایا کسی بہانے سے بھی اس کو وہیں روک لو۔ جب میں اپنے گھر آیا تو وہ باہر نکلا میں نے اس سے کہا تم نے شیخ جمال الدین کو دیکھا ہے تمہارے لیے وہی کافی ہیں یہاں سے جاؤ خواجہ کے مرید ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسی طرح اس کے کئی لطیفے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ تھا جو بیان ہوا۔

ختم کتاب و تاریخ وفات حضرت شیخ

تمت تمام شد کار من نظام شد۔ شیطان من غلام شد، دوزخ من حرام شد

(تاریخ وصال حضرت خواجہ برہان الدین غریبؒ)

۱- اربعاً بود و یازدہ ز صفر...... ہفصد وسی و ہشت بود ز سال
۲- کہ ندا آمد از سُرادق قدس بسوئے شیخ ما تعال تعال
۳- شیخ بُرہان شرح باتحقیق حُجّت دین ایزد مُتعال
۴- مقتداء شیوخ بر جادہ مقتدا یانش سالک باحال
۵- ہادی خلق سوئی حضرت حق مرشد جنّ و انس بدر جمال
۶- چوں عزیمت نمود زین عالم جانب دار ملک عزّ و جلال
۷- منتہی شد نفائس الانفاس ختم شد پیش احسن الاقوال
۸- خواند حق نزد خویش از پئے آنکہ ہر زماں از جہانش بود ملال
۹- رفت آنجا کہ بود طالب او نامرادی بداشت یافت وصال
۱۰- بُردہ سجادہ اش بصدر نعیم ملک آنجا تادہ صف نعال
۱۱- خلق دنیا ز رفتنش ہیہات تا کند حیف و رنج و درد و ملال
۱۲- می کند ماتمش ازیں بجہاں وانکہ محروم ماندِ زیں اشغال
۱۳- می نمائی سپاس از پیٔ آنکہ دو خلیفہ گذاشت کامل حال

۱- بُدھ کا دن تھا، ۱۱رصفر تھی اور ۷۳۸ ہجری سال تھا۔
۲- جب ہمارے شیخ کے پاس پردۂ قدس سے یہ آواز آئی کہ آجاؤ آجاؤ۔
۳- شیخ برہان الدین غریبؒ جو شریعت اور دین میں اللہ تعالیٰ کی روشن دلیل تھے۔
۴- سالک باحال اور شیوخ طریقت کے مقتداء اور سردار۔
۵- مخلوق کو حضرت حق کی راہ دکھانے والے، جن اور انسانوں کے مرشد اور حسن و جمال میں چودھویں کے چاند۔

۶- جب انھوں نے اس عالم سے عزت و بزرگی والے گھر کی طرف کوچ کیا۔
۷- تو نفائس الانفاس ختم ہو گئے (کتاب مکمل ہوگئی) اور بہترین ارشادات کا سلسلہ ختم ہو گیا۔
۸- حق تعالیٰ نے ان کو اس لیے اپنے پاس بلا لیا کہ ان کو ہر گھڑی دنیا میں تکلیف تھی۔
۹- اُس جگہ تشریف لے گئے جہاں ان کا طالب پہلے سے موجود تھا۔ چونکہ نامرادی کے حامل تھے۔ لہٰذا وصال میسر ہوا۔
۱۰- ان کا سجادہ جنت میں صدر مقام پر لے جایا گیا جہاں فرشتے صف نعال پر کھڑے ہوتے ہیں۔
۱۱- افسوس! مخلوق کہاں تک ان کی وفات پر رنج و غم کا اظہار کرے۔
۱۲- سارا جہاں اس کا ماتم کر رہا ہے اور جوان اشغال سے محروم رہا۔
۱۳- اس بات کا شکر ادا کرے کہ انھوں نے دو کامل الحال خلیفہ اپنے پیچھے چھوڑے۔

☆☆☆